کراماتِ صحابہ رضی اللہ عنہم



...نا عبد المصطفے اعظمی

کریم الدین پور گھوسی ضلع اعظمگڈھ - یو پی

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِأُولِي الْأَلْبَابِ

ترجمہ: یقیناً ان کے قصوں میں عقلمندوں کے لئے عبرت ہے۔

کراماتِ صحابہ

ایک سو ۱۰۰ صحابۂ کرام کے حالات و کرامات

تالیف

حضرت شیخ الحدیث علامہ عبدالمصطفیٰ صاحب
اعظمی مجددی مدظلہ

ناشر
مرغوب عالم اعظمی۔ محلہ کریم الدین پور۔ پوسٹ گھوسی۔ ضلع اعظم گڈھ

بارِ دوم ---------- ۱۳۹۸ھ / ۱۹۷۸ء
تعدادِ اشاعت ---------- ایک ہزار
مطبوعہ ---------- نشاط پریس ٹانڈہ
قیمت ---------- ۲۳ روپیہ

ملنے کے پتے

(۱) فضل رسول دارالعلوم فیض الرسول پوسٹ براؤن شریف ضلع بستی یوپی
(۲) مولوی غلام رسول محلہ کریم الدین پور۔ پوسٹ گھوسی ضلع اعظم گڑھ یوپی

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تمہیدی تجلّیاں

پندہا دادیم حاصل شد فراغ
مَا عَلَیْنَا یَا اَخِیْ اِلَّا الْبَلَاغ

بزرگانِ دین کی کرامتوں کا نورانی تذکرہ یوں تو ہر دور میں ہمیشہ ہوتا رہا اور اِس عنوان پر تقریباً ہر زبان میں کتابیں بھی لکھی جاتی رہیں مگر اِس زمانے میں اس کا چرچا بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ چنانچہ تجربہ ہے کہ اکثر واعظینِ کرام اپنے مواعظ کی محفلوں میں، اور بیشتر پیرانِ کبار اپنے مریدین کی مجلسوں میں بزرگانِ دین کے کشف و کرامات ہی کے ولولہ انگیز ذکرِ جمیل سے گرمیِ مجالس کا سامان فراہم کیا کرتے ہیں اور سامعین ایک خاص جذبۂ تاثّر کے ساتھ سُنتے اور سر دُھنتے رہتے ہیں۔ اور بعض مصنّفین اور مضمون نگار بھی اس عنوان پر اپنی قلم کاریوں کے جوہر دکھا کر عوام سے خراجِ تحسین حاصل کرتے رہتے ہیں اور اس میں ذرا بھی

شک نہیں کہ بزرگانِ دین کی کرامتوں کا تذکرہ ایک ایسا مؤثر اور دل کش مضمون ہے کہ اس سے روح میں بالیدگی، قلب میں نورِ ایمان، اور دل و دماغ کے گوشہ گوشہ میں ایمانی تجلیوں کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے اہلِ ایمان کی اسلامی رگوں میں ایک طوفانی لہر اور بدن کی بوٹی بوٹی میں جوشِ اعمال کا ایک ہنگامہ خیز جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے میرا نظریہ ہے کہ دورِ حاضر میں بزرگانِ دین کی عبادتوں، ریاضتوں اور اُن کی کرامتوں کا زیادہ سے زیادہ ذکر و تذکرہ اور اُن کا چرچا مسلمانوں میں جوشِ ایمان اور جذبۂ عمل پیدا کرنے کا بہت ہی مؤثر ذریعہ اور نہایت ہی بہترین طریقہ ہے۔

لیکن تذکرۂ کرامات کے سلسلہ میں میرے نزدیک ایک سانحہ بہت ہی حیرت ناک بلکہ انتہائی المناک ہے کہ متأخرین اولیاء کرام بالخصوص مجذوبوں اور باباؤں کے کشف و کرامات، اور خاص کر دورِ حاضر کے پیروں کی کرامتوں کا تو اس قدر چرچا ہے کہ ہر کوچہ و بازار، بلکہ ہر مکان و دُکان، ہوٹلوں اور چائے خانوں میں، کتابوں اور رسالوں کے اوراق میں ہر جگہ اس کا ڈنکا بج رہا ہے۔ اور ہر طرف اس کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ مگر افسوس صد ہزار افسوس کہ امّتِ مسلمہ کا وہ طبقۂ علیا جو یقیناً تمام امت میں "افضل الاولیاء" ہے۔ یعنی "صحابۂ کرام" رضی اللہ عنہم۔ ان کی ولایت و کرامت کا کہیں کبھی کوئی تذکرہ اور چرچا نہ کوئی سناتا ہے نہ کہیں سننے میں آتا ہے۔ نہ کتابوں اور رسالوں کے اوراق میں ملتا ہے۔ حالانکہ ان بزرگوں کی ولایت و کرامت کا عظیم درجہ اس قدر بلند

و بالا ہے کہ اگر تمام دُنیا کے اگلے اور پچھلے اولیاء کو ان کے نقشِ قدم چوم لینے کی سعادت نصیب ہو جائے تو اِن اولیاء کی ولایت وکرامت کو معراجِ کمال حاصل ہو جائے۔ کیونکہ درحقیقت یہی حضرات مدارِ ولایت وکرامت ہیں۔ کہ ان کے نقشِ پا کی پیروی کے بغیر ولایت وکرامت تو کجا؟ کسی کو ایمان بھی نصیب نہیں ہو سکتا۔ یہ لوگ بلاواسطہ آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے نورِ معرفت حاصل کر کے آسمانِ ولایت میں ستاروں کی طرح چمکتے، اور گلستانِ کرامت میں گلاب کے پھولوں کی طرح مہکتے ہیں۔ اور تمام دُنیا کے اولیاء ان کی ولایت کے شاہی محلات کی چوکھٹ پر بھکاری بن کر نورِ معرفت کی بھیک مانگتے رہتے ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَر! یہ وہ فضیلت مآب اور مقدّس ہستیاں ہیں جو حضور اَنور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلال وجمالِ نبوّت کو اپنی ایمانی نظروں سے دیکھ کر، اور حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ صحبت سے سرفراز ہو کر خوش بختی اور نیک نصیبی کے بادشاہ بلکہ شہنشاہ بن گئے اور صحابہ کرام کے معزّز لقب سے سربلند ہو کر تمام اولیاء اُمّت میں اس طرح نظر آ رہے ہیں جس طرح ٹمٹماتے ہوئے چراغوں کی محفل میں ایک ہزار پاور کا جگمگاتا ہوا بجلی کا بلب، یا ستاروں کی برات میں چمکتا ہوا چاند ——

افسوس کہ نہ تو ہمارے واعظین کرام نے اپنی تقریروں میں صحابہ کرام کی کرامتوں کو بیان کیا۔ نہ ہمارے مشائخ عظام نے اپنے مریدوں کو اس سے آگاہ کیا۔ نہ ہمارے علماء اہلِ سنّت نے اس عنوان پر کبھی قلم اٹھانے کی زحمت گوارا کی۔ حالانکہ رافضیوں کے مقابلہ میں زیادہ سے زیادہ اس عنوان پر لکھنے

اور اس کا تذکرہ اور چرچا کرنے کی ضرورت تھی اور آج بھی ہے۔ کیونکہ ہماری غفلتوں کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہمارے عوام یہ جانتے ہی نہیں کہ صحابۂ کرام بھی اولیاء ہیں۔ اور ان بزرگوں سے بھی کرامتوں کا صدور و ظہور ہوا ہے!
درحقیقت ایک عرصۂ دراز سے میرا یہ تاثر میرے دل کا کانٹا بنا ہوا تھا۔
چنانچہ یہی وہ جذبہ ہے جس سے متاثر ہو کر میں اپنی کوتاہ دستی اور علمی کم مائگی کے باوجود فی الحال ایک سو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مقدس حالات، اور اُن کے کمالات و کرامات کا ایک مجموعہ بصورت گلدستہ ناظرین کرام کی خدمت میں نذر کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جو "کراماتِ صحابہ" کے سیدھے سادے نام سے موسوم ہے۔ ع

گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف

●

اس سلسلہ میں سب سے بڑی دشواری یہ پیش آئی کہ اپنے پاس اس موضوع پر مستند عربی کتابوں کا بالکل ہی فقدان ہے۔ اور معاشی ضرورتوں کے پیش نظر تدریسی ملازمت کی پابندیاں پابہ زنجیر کئے ہوئے ہیں کہ میں ملک کی کسی بڑی لائبریری میں جا کر استفادہ کروں۔
اس لئے مجھے انتہائی قلق ہے کہ اس اہم عنوان پر میں بہت ہی کم مواد فراہم کر سکا۔
اور بہت سے مقامات پر مجھے دوسروں کے حوالوں پر اعتماد کرنا پڑا۔
سچ پوچھئے تو درحقیقت میری نظر میں یہ کتاب اس قابل ہی نہیں تھی کہ اس کو منظرِ عام پر لاؤں کیونکہ اتنے اہم عنوان پر اتنی چھوٹی سی

کتاب ہرگز ہرگز عظمتِ صحابہ کے شایانِ شان نہیں ہے۔ مگر پھر یہ سوچ کر کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دربارِ عظمت میں پھول نہ سہی تو کم سے کم پھول کی ایک پنکھڑی ہی نذر کرنے کی سعادت حاصل کرلوں۔ اس کتاب کو چھاپنے کی ہمت کرلی ہے۔ پھر یہ بھی خیال آیا کہ شاید مجھ کم علم کی اس کاوشِ قلم کو دیکھ کر دوسرے اہلِ علم میدانِ تصنیف کی جولانگاہ میں اپنی قلم کاری کے جوہر دکھائیں تو اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ کی سعادت مجھے نصیب ہوجائے گی۔!

★

میں نے اس کتاب میں حضرات خلفائے راشدین و حضرات عشرۂ مبشرہ رضوان اللہ علیہم کے سوا دوسرے صحابۂ کرام کے ناموں اور تذکروں میں قصداً کسی خاص ترتیب کا التزام نہیں کیا ہے۔ بلکہ دورانِ مطالعہ جن جن صحابۂ کرام کی کرامتوں پر نظر پڑتی رہی ـ اُن کو نوٹ کرتا رہا۔ یہاں تک کہ میری نوٹ بک بڑھتے بڑھتے طویل ہو کر ایک کتاب بن گئی۔ کیونکہ میرا اصل مقصود تو صحابۂ کرام کی کرامتوں کا تذکرہ کرنا تھا۔ خواہ صغارِ صحابہ کا ذکر پہلے ہو یا کبارِ صحابہ کا۔ اس سے اصل مقصود میں کچھ فرق نہیں پڑتا!

★

تدوین کتاب کے بارے میں عزیزِ محترم مولانا قدرت اللہ صاحب رضوی مدرس دارالعلوم فیض الرسول براؤں شریف کا ممنون ہو کر ان کے لئے دعاگو ہوں کہ انھوں نے اس کتاب کے چند اجزاء کے مسودوں کی تبییض کر کے میرے بارِ قلم کو کچھ ہلکا کردیا۔

اسی طرح اپنے دوسرے مخلص تلامذہ خصوصًا اسعد العلماء مولٰینا الحاج مفتی سید احمد شاہ بخاری مبلّغ افریقہ ساکن ونجھان ضلع کچھ و مولٰینا سید محمد یوسف شاہ خطیب جامع مسجد چوک بھوج ضلع کچھ و مولٰینا عبد الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ اہلسنّت کوٹھارا ضلع کچھ کا بھی بہت بہت شکر گذار ہوں کہ ان مخلص عزیزوں نے ہمیشہ میری تصانیف کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا اور میری کتابوں کی اشاعت میں کافی حصّہ لیا۔ (فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء) آخر میں دُعا گو ہوں کہ خداوند کریم اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے طفیل میں میری اس حقیر علمی و قلمی خدمت کو اپنے فضل و کرم سے شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اور اس کو میرے لئے اور میرے والدین و اساتذہ و تلامذہ و احباب سب کے لئے سامانِ آخرت و ذریعۂ مغفرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ الصلوٰۃ والتسلیم آمین یا ربّ العٰلمین ۞

طالبِ دُعا

عبد المصطفیٰ الاعظمی عُفِیَ عنہٗ

(شیخ الحدیث) دار العلوم اہلسنّت فیض الرسول براؤن شریف

ضلع بستی ۔ یو۔ پی

۲۵، شوال ۱۳۹۸ھ

فہرست مضامین

٧٨٦
٩٢

شرفِ انتساب

حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے
دربارِ فضیلت میں ایک نیازمند مسلمان

کا

نذرانۂ محبت

میرے آقا کے جتنے بھی اصحاب ہیں
اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام

خاکپائے صحابہ
عبد المصطفیٰ اعظمی عفی عنہ
کریم الدین پور - پوسٹ گھوسی
ضلع اعظم گڈھ

منقبت صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

دو عالم نہ کیوں ہوں نثارِ صحابہ
کہ ہے عرش منزل وقارِ صحابہ

امیں ہیں یہ قرآن و دینِ خدا کے
مدارِ ہدیٰ اعتبارِ صحابہ

رسالت کی منزل میں ہر ہر قدم پر
نبی کو رہا انتظارِ صحابہ

خلافت، امامت، ولایت، کرامت
ہر اک فضل پر اقتدارِ صحابہ

نمایاں ہے اسلام کے گلستاں میں
ہر اک گُل پہ رنگِ بہارِ صحابہ

کمالِ صحابہ نبی کی تمنّا
جمالِ نبی ہے قرارِ صحابہ

یہ مُہریں ہیں فرمانِ ختم الرسل کی
ہے دینِ خدا شاہکارِ صحابہ

صحابہ ہیں تاجِ رسالت کے لشکر
رسولِ خدا تاجدارِ صحابہ

انھیں میں ہیں صدّیق و فاروق و عثماں
انھیں میں علی شہسوارِ صحابہ

انھیں میں ہیں بدر و اُحد کے مجاہد
لقب جن کا ہے جاں نثارِ صحابہ

انھیں میں ہیں اصحاب شجرہ نمایاں
جنھیں کہتے ہیں رازدارِ صحابہ

انھیں میں حسین و حسن، فاطمہ ہیں
نبی کے جو ہیں گُل عذارِ صحابہ

پسِ مرگ اے اعظمی یہ دُعا ہے
بنوں میں غبارِ مزارِ صحابہ

۷۸۶
۹۲

تحقیقِ کرامات

زمانۂ نبوت سے آج تک کبھی بھی اِس مسئلہ میں اہلِ حق کے درمیان اختلاف نہیں ہوا کہ اَولیائے کِرام کی کرامتیں حق ہیں۔ اور ہر زمانے میں اللہ والوں سے کرامتوں کا صدور و ظہور ہوتا رہا۔ اور اِن شاء اللہ قیامت تک کبھی بھی اِس کا سلسلہ مُنقطِع نہیں ہو گا۔ بلکہ ہمیشہ اولیاء کرام سے کرامات صادر و ظاہر ہوتی ہی رہیں گی!

اور اِس مسئلہ کے دلائل میں قرآن مجید کی مقدّس آیتیں اور احادیث کریمہ، نیز اقوالِ صحابہ و تابعین کا اِتنا بڑا خزانہ اوراقِ کُتب میں محفوظ ہے کہ اگر ان سب پراگندہ موتیوں کو ایک لڑی میں پرو دیا جائے تو ایک ایسا گراں قدر و بیش قیمت ہار بن سکتا ہے جو تعلیم و تعلّم کے بازار میں نہایت ہی انمول ہو گا اور اگر ان منتشر اوراق کو صفحاتِ قرطاس پر جمع کر دیا جائے تو ایک ضخیم و عظیم دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

کرامت کیا ہے

مومنِ مُتّقی سے اگر کوئی ایسی نادر الوجود و تعجب خیز چیز صادر و ظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادۃً نہیں ہوا کرتی تو اس کو "کرامت" کہتے ہیں۔ اسی قسم کی چیزیں اگر انبیاء علیہم السلام

اعلانِ نبوّت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو "اِرہاص" اور اعلانِ نبوّت کے بعد ہوں تو "معجزہ" کہلاتی ہیں۔ اور اگر عام مومنین سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو "معونت" کہتے ہیں۔ اور اگر کسی کافر سے کبھی اسکی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو "اِستدراج" کہا جاتا ہے۔

معجزہ اور کرامت

اوپر ذکر کی ہوئی تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ معجزہ اور کرامت دونوں کی حقیقت ایک ہی ہے۔ بس دونوں میں فرق صرف اس قدر ہے کہ خلاف عادت و تعجب خیز چیزیں اگر کسی نبی کی طرف سے ظہور پذیر ہوں تو یہ "معجزہ" کہلائیں گی۔ اور اگر ان چیزوں کا ظہور کسی ولی کی جانب سے ہو تو ان کو "کرامت" کہا جائے گا۔ چنانچہ حضرت امام یافعی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "نشر المحاسن الغالیہ" میں تحریر فرمایا ہے کہ امام الحرمین و ابو بکر باقلانی و ابو بکر بن فورک و حجۃ الاسلام امام غزالی و امام فخر الدین رازی و ناصر الدین بیضاوی و محمد بن عبد الملک سُلمی و ناصر الدین طوسی و حافظ الدین نسفی و ابو القاسم قُشیری ان تمام اکابر علماء اہل سنت و محققین ملت نے متفقہ طور پر یہی تحریر فرمایا کہ معجزہ اور کرامت میں یہی فرق ہے کہ خوارقِ عادات کا صدور و ظہور کسی نبی کی طرف سے ہو تو اس کو معجزہ کہا جائے گا۔ اور اگر کسی ولی کی طرف سے ہو تو اس کو کرامت کے نام سے یاد کیا جائے گا۔ حضرت امام یافعی نے ان دس اماموں کے نام اور ان کی کتابوں کی عبارتیں نقل فرمانے کے بعد یہ ارشاد فرمایا کہ ان اماموں کے علاوہ دوسرے بزرگانِ ملت کا بھی یہی قول ہے۔ لیکن علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے

ان پہاڑوں کے نام ذکر کر دینے کے بعد مزید محققین کے ناموں کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۴۹)

معجزہ ضروری، کرامت ضروری نہیں

معجزہ اور کرامت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ ہر ولی کے لئے کرامت کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ مگر ہر نبی کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ولی کے لئے یہ لازم نہیں ہے کہ وہ اپنی ولایت کا اعلان کرے یا اپنی ولایت کا ثبوت دے بلکہ ولی کے لئے تو یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ خود بھی جانے کہ میں ولی ہوں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ بہت سے اولیاء کرام سے عمر بھر میں ایک بھی کرامت کا ظہور نہیں ہوا۔ اور بہت سے اولیاء اللہ ایسے بھی ہوئے کہ ان کو اپنے بارے میں یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ وہ ولی ہیں۔ بلکہ دوسرے اولیاء کرام نے اپنے کشف و کرامت سے ان کی ولایت کو جانا پہچانا۔ اور ان کے ولی ہونے کا چرچا کیا۔ مگر نبی کے لئے اپنی نبوت کا اعلان و اثبات ضروری ہے۔ اور چونکہ انسانوں کے سامنے نبوت کا اثبات بغیر معجزہ دکھائے ہو نہیں سکتا۔ اس لئے ہر نبی کے لئے معجزہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے۔

کرامت کی قسمیں

اولیاء کرام سے صادر و ظاہر ہونے والی کرامتیں کتنے اقسام کی ہیں؟ اور ان کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "طبقات" میں تحریر فرمایا کہ میرے خیال میں اولیاء کرام سے جتنی قسموں کی کرامتیں صادر ہوئی ہیں اُن قسموں کی تعداد ایک سو سے بھی زائد ہے۔ اس کے بعد علامہ موصوف الصدر

نے قدرے تفصیل کے ساتھ کرامت کی پچیس قسموں کا بیان فرمایا ہے جن کو
ہم ناظرین کی خدمت میں کچھ مزید تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

(۱) مُردوں کو زندہ کرنا

یہ وہ کرامت ہے کہ بہت سے اولیاء کرام سے اس کا صدور ہو چکا ہے۔ چنانچہ روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ ابو عُبَید بُسری جو اپنے دور کے مشاہیر اولیاء میں سے ہیں۔ ایک مرتبہ جہاد میں تشریف لے گئے۔ جب اُنھوں نے وطن کی طرف واپسی کا ارادہ فرمایا تو ناگہاں اُن کا گھوڑا مر گیا۔ مگر اُن کی دعا سے اچانک اُن کا مرا ہوا گھوڑا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اور وہ اس پر سوار ہو کر اپنے وطن "بُسر" پہنچ گئے۔ اور خادم کو حکم دیا کہ اس کی زین اور لگام اُتار لے۔ خادم نے جونہی زین اور لگام کو گھوڑے سے جُدا کیا۔ فوراً ہی گھوڑا مر کر گر پڑا۔ اسی طرح حضرت شیخ مُفرِّج جو علاقہ مصر میں "سعید" کے باشندہ تھے اُن کے دسترخوان پر ایک پرند کا بچہ بُھنا ہوا رکھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ "تو خدا کے حکم سے اُڑ کر چلا جا" ان الفاظ کا ان کی زبان سے نکلنا تھا کہ ایک لمحہ میں وہ پرند کا بچہ زندہ ہو گیا۔ اور اُڑ کر چلا گیا۔

اسی طرح حضرت شیخ اَہدل علیہ الرحمۃ نے اپنی مری ہوئی بلی کو پکارا تو وہ دوڑتی ہوئی شیخ کے سامنے حاضر ہو گئی۔

اسی طرح حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی علیہ الرحمۃ نے دسترخوان پر پکی ہوئی مُرغی کو تناول فرما کر اس کی ہڈیوں کو جمع فرمایا۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ اے مُرغی! تو اس اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر کھڑی ہو جا۔

جو بڑی گلی ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔ زبان مبارک سے اِن الفاظ کے نکلتے ہی مُرغی زندہ ہو کر چلنے پھرنے لگی۔

اسی طرح حضرت شیخ زین الدین شافعی مدرّس مدرسہ شامیہ نے اس بچّے کو جو مدرسہ کی چھت سے گر کر مر گیا تھا زندہ کر دیا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۵۶)

اسی طرح عام طور پر یہ مشہور ہے کہ بغداد شریف میں چار بزرگ ایسے ہوئے جو مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو خُدا کے حکم سے شفا دیتے تھے اور اپنی دُعاؤں سے مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔ شیخ ابوسعد قیلوی و شیخ بقا بن بطو و شیخ علی بن ابی نصر ہیتی و شیخ عبدالقادر جیلانی۔ (بہجۃ الاسرار شریف)

(۲) مُردوں سے کلام کرنا

کرامت کی یہ قسم بھی حضرت شیخ ابوسعید خرّاز اور حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہما وغیرہ بہت سے اولیاء کرام سے بارہا اور بکثرت منقول ہے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۵۶)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی کا بیان ہے کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے ہمراہ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک پر گیا اور سلام کیا، تو قبر انور سے آواز آئی کہ وعلیک السلام یا سید اہل الزمان۔ (بہجۃ الاسرار)

شیخ علی بن ابی نصر ہیتی اور بقا بن بطویہ دونوں بزرگ حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے ساتھ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ کے مزار پُرانوار پر حاضر ہوئے تو ناگہاں حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

قبر شریف سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ اے عبدالقادر جیلانی! میں علم شریعت و طریقت اور علم قال و حال میں تمہارا محتاج ہوں۔ (بہجۃ الاسرار)

(۳) دریاؤں پر تصرف دریا کا پھٹ جانا۔ دریا کا خشک ہو جانا۔ دریا پر چلنا بہت سے اولیاء سے ان کرامتوں کا ظہور ہوا۔ بالخصوص سید المتاخرین حضرت تقی الدین بن دقیق العید علیہ الرحمۃ کے لئے تو ان کرامتوں کا بار بار ظہور عام طور پر مشہور خلائق ہے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۶)

(۴) انقلاب ماہیت کسی چیز کی حقیقت کا ناگہاں بدل جانا یہ کرامت بھی اکثر اولیاء کرام سے منقول ہے۔ چنانچہ شیخ عیسیٰ ہتار یمنی علیہ الرحمۃ کے پاس بطور مذاق کے کسی بد باطن نے شراب سے بھری ہوئی دو مشکیں تحفہ میں بھیج دیں۔ آپ نے دونوں مشکوں کا منہ کھول کر ایک دوسرے میں شراب کو انڈیل دیا۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ آپ لوگ اس کو تناول فرمائیں۔ حاضرین نے کھایا تو اتنا نفیس اور اس قدر عمدہ گھی تھا کہ عمر بھر لوگوں نے اتنا عمدہ گھی نہیں کھایا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۶)

(۵) زمین کا سمٹ جانا سیکڑوں ہزاروں میل کی مسافت کا چند لمحوں میں طے ہونا یہ کرامت بھی اس قدر زیادہ اللہ والوں سے منقول ہے کہ اس کی روایات حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں۔ چنانچہ طرطوس کی جامع مسجد میں ایک ولی تشریف فرما تھے۔ اچانک انھوں نے اپنا سر گریبان میں ڈالا۔ اور پھر چند لمحوں میں گریبان سے سر نکالا تو وہ ایک دم حرم کعبہ میں پہنچ گئے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۶)

(۶) نباتات سے گفتگو بہت سے حیوانات ونباتات اور جمادات نے اولیاء کرام سے گفتگو کی جن کی حکایات بکثرت کتابوں میں مذکور ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ادہم علیہ الرحمۃ بیت المقدس کے راستہ میں ایک چھوٹے سے انار کے درخت کے سایہ میں اُتر پڑے تو اس درخت نے بہ آواز بلند کہا کہ اے ابو اسحٰق! آپ مجھے یہ شرف عطا فرمایئے کہ میرا ایک پھل کھا لیجئے۔ اس درخت کا پھل کھٹا تھا۔ مگر درخت کی تمنا پوری کرنے کے لئے آپ نے اس کا ایک پھل توڑ کر کھایا۔ تو وہ نہایت ہی میٹھا ہو گیا۔ اور آپ کی برکت سے وہ درخت سال میں دو بار پھلنے لگا۔ اور وہ درخت اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ اس کو رُمَّانَةُ الْعَابِدِيْن (عابدوں کا انار) کہنے لگے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۵۶)

(۷) شفائے امراض اولیائے کرام کے لئے اس کرامت کا ثبوت بھی بکثرت کتابوں میں مرقوم ہے۔ چنانچہ حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ ایک پہاڑ پر میں نے ایک ایسے بزرگ سے ملاقات کی جو اپاہجوں اور اندھوں اور دوسرے قسم قسم کے مریضوں کو خدا کے حکم سے شفایاب فرماتے تھے۔ (حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۵۷)

(۸) جانوروں کا فرماں بردار ہو جانا بہت سے بزرگوں نے اپنی کرامت سے خطرناک درندوں کو اپنا فرماں بردار بنا لیا تھا۔ چنانچہ حضرت ابو سعید بن ابی الخیر مِہینی علیہ الرحمۃ نے شیروں کو اپنا اطاعت گزار بنا رکھا تھا۔ اور دوسرے

بہت سے اولیاء شیروں پر سواری فرماتے تھے جن کی حکایات مشہور ہیں۔
(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۷)

(۹) زمانہ کا مختصر ہو جانا یہ کرامت بہت سے بزرگوں سے منقول ہے کہ ان کی صحبت میں لوگوں کو ایسا محسوس ہوا کہ پورا دن اس قدر جلدی گزر گیا کہ گویا گھنٹہ دو گھنٹہ کا وقت گزر گیا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۷)

(۱۰) زمانہ کا طویل ہو جانا اس کرامت کا ظہور سیکڑوں علماء و مشائخ سے اس طرح ہوا کہ ان بزرگوں نے مختصر سے مختصر وقتوں میں اس قدر زیادہ کام کر لیا کہ دنیا والے اتنا کام مہینوں بلکہ برسوں میں بھی نہیں کر سکتے۔ چنانچہ عمر شافعی و امام حجۃ الاسلام غزالی و علامہ جلال الدین سیوطی و امام الحرمین شیخ محی الدین نووی وغیرہ علماء دین نے اس قدر کثیر تعداد میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کہ اگر ان کی عمروں کا حساب لگایا جائے تو روزانہ اتنے زیادہ اوراق ان بزرگوں نے تصنیف فرمائے ہیں کہ کوئی اتنے زیادہ اوراق کو اتنی قلیل مدت میں نقل بھی نہیں کر سکتا۔ حالانکہ یہ اللہ والے تصنیف کے علاوہ دوسرے مشاغل بھی رکھتے تھے اور نفلی عبادتیں بھی بکثرت کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح منقول ہے کہ بعض بزرگوں نے دن رات میں آٹھ آٹھ ختم قرآن مجید کی تلاوت کر لی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان بزرگوں کے اوقات میں اس قدر اور اتنی زیادہ برکت ہوئی ہے کہ جس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟
(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۷)

(۱۱) مقبولیت دعاء یہ کرامت بھی بہت زیادہ بزرگوں سے منقول ہے۔

(۱۲) خاموشی و کلام پر قدرت

بعض بزرگوں نے برسوں تک کسی انسان سے کلام نہیں کیا۔ اور بعض بزرگوں نے نمازوں اور ضروریات کے علاوہ کئی کئی دنوں تک مسلسل وعظ فرمایا اور درس دیا ہے۔

(۱۳) دلوں کو اپنی طرف کھینچ لینا

سیکڑوں اولیائے کرام سے یہ کرامت صادر ہوئی کہ جن بستیوں یا مجلسوں میں لوگ ان سے عداوت و نفرت رکھتے تھے جب ان حضرات نے وہاں قدم رکھا تو ان کی توجہات سے ناگہاں سب کے دل ان کی محبت سے لبریز ہو گئے اور سب کے سب پروانوں کی طرح ان کے قدموں پر نثار ہونے لگے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۷)

(۱۴) غیب کی خبریں

اس کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ اولیاء کرام نے دلوں میں چھپے ہوئے خیالات و خطرات کو جان لیا۔ اور لوگوں کو غیب کی خبریں دیتے رہے۔ اور ان کی پیشین گوئیاں سو فیصدی صحیح ہوتی رہیں۔

(۱۵) دانہ پانی کے بغیر زندہ رہنا

ایسے بزرگوں کی فہرست بہت طویل ہے جو ایک مدتِ دراز تک بغیر کچھ کھائے پیئے زندہ رہ کر عبادتوں میں مصروف رہے اور انھیں کھانا یا پانی چھوڑ دینے سے ذرہ برابر کوئی ضعف بھی لاحق نہیں ہوا۔

(۱۶) نظامِ عالم میں تصرفات

منقول ہے کہ بہت سے بزرگوں نے شدید

قحط کے زمانوں میں آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ فرمایا تو ناگہاں آسمان سے موسلا دھار بارش ہونے لگی اور مشہور ہے کہ حضرت شیخ ابو العباس شاطر علیہ الرحمۃ تو درہموں کے بدلے بارش فروخت کیا کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۷)

(۱۷) بہت زیادہ مقدار میں کھالینا

بعض بزرگوں نے جب چاہا بیسیوں آدمیوں کی خوراک اکیلے کھا گئے، اور انھیں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوئی۔

(۱۸) حرام غذاؤں سے محفوظ

بہت سے اولیاء کی یہ کرامت مشہور ہے کہ حرام غذاؤں سے وہ ایک خاص قسم کی بدبو محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ حارث محاسبی علیہ الرحمۃ کے سامنے جب بھی کوئی حرام غذا لائی جاتی تھی تو انھیں اس غذا سے ایسی ناگوار بدبو محسوس ہوتی تھی کہ وہ اس کو ہاتھ نہیں لگا سکتے تھے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ حرام غذا کو دیکھتے ہی ان کی ایک رگ پھڑکنے لگتی تھی۔ چنانچہ منقول ہے کہ حضرت شیخ ابو العباس مرسی کے سامنے لوگوں نے امتحان کے طور پر حرام کھانا رکھ دیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر حرام غذا کو دیکھ کر حارث محاسبی کی ایک رگ پھڑکنے لگتی تھی تو میرا یہ حال ہے کہ حرام غذا کے سامنے میری ستّر رگیں پھڑکنے لگتی ہیں۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۷)

(۱۹) دور کی چیزوں کو دیکھ لینا

چنانچہ شیخ ابو اسحٰق شیرازی علیہ الرحمۃ کی یہ مشہور کرامت ہے کہ وہ بغداد شریف میں بیٹھے ہوئے کعبۂ مکرمہ کو دیکھا کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۷)

(۲۰) ہیبت و دبدبہ بعض اولیاء کرام سے اس کرامت کا صدور اس طور پر ہوا کہ ان کی صورت دیکھ کر بعض لوگوں پر اس قدر خوف و ہراس طاری ہوا کہ ان کا دم نکل گیا۔ چنانچہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کی ہیبت سے ان کی مجلس میں ایک شخص مر گیا۔

(حجۃ اللہ جلد ۲ صـ۸۵۷)

(۲۱) مختلف صورتوں میں ظاہر ہو جانا اس کرامت کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں "خلع و لُبس" کہتے ہیں۔ یعنی ایک شکل کو چھوڑ کر دوسری شکل میں ظاہر ہو جانا۔ حضرات صوفیہ کا قول ہے کہ عالم ارواح اور عالمِ اجسام کے درمیان ایک تیسرا عالم بھی ہے جسکو عالمِ مثال کہتے ہیں۔ اس عالمِ مثال میں ایک ہی شخص کی روح مختلف جسموں میں ظاہر ہو جایا کرتی ہے۔ چنانچہ ان لوگوں نے قرآن مجید کی آیت کریمہ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ؕ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام حضرت بی بی مریم کے سامنے ایک تندرست جوان آدمی کی صورت میں ظاہر ہو گئے تھے۔ یہ واقعہ عالمِ مثال میں ہوا تھا۔

یہ کرامت بہت سے اولیاء نے دکھائی ہے۔ چنانچہ حضرت قضیب البان موصلی علیہ الرحمۃ جن کا اولیاء کے طبقۂ ابدال میں شمار ہے۔ کسی نے آپ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ نماز نہیں پڑھتے۔ یہ سن کر آپ جلال میں آگئے۔ اور فوراً ہی اپنے کو اس کے سامنے چند صورتوں میں ظاہر کیا اور پوچھا کہ بتا تو نے کس صورت میں مجھ کو نماز ترک کرتے ہوئے دیکھا ہے۔؟ (حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۵۸)

اسی طرح منقول ہے کہ حضرت مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ جو مشائخ نقشبندیہ

میں بہت ہی ممتاز بزرگ ہیں ۔جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ ان کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت خواجہ مولانا یعقوب چرخی علیہ الرحمۃ کے چہرۂ اقدس پر ان کو داغ دھبے نظر آئے جس سے ان کے دل میں کچھ کراہت پیدا ہوئی۔ تو اچانک آپ ان کے سامنے ایک ایسی نورانی شکل میں ظاہر ہو گئے کہ بے اختیار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار علیہ الرحمۃ کا دل ان کی طرف مائل ہو گیا۔ اور وہ فوراً ہی بیعت ہو گئے۔ (رشحات العیون)

(۲۲) دشمنوں کے شر سے بچنا خداوند قدوس نے بعض اولیاء کرام کو یہ کرامت بھی عطا فرمائی ہے کہ ظالم امراء و سلاطین نے جب اُن کے قتل یا ایذا رسانی کا ارادہ کیا۔ تو غیب سے ایسے اسباب پیدا ہو گئے کہ وہ اُن کے شر سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کو خلیفۂ بغداد ہارون رشید نے ایذا رسانی کے خیال سے دربار میں طلب کیا۔ مگر جب وہ سامنے گئے تو خلیفہ خود ایسی پریشانیوں میں مبتلا ہو گیا کہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۵۸)

(۲۳) زمین کے خزانوں کو دیکھ لینا بعض اولیائے کرام کو یہ کرامت ملی ہے کہ وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ اور اس کو اپنی کرامت سے باہر نکال لیتے تھے۔ چنانچہ شیخ ابو تراب علیہ الرحمۃ نے ایک ایسے مقام پر جہاں پانی نایاب تھا۔ زمین پر ایک ٹھوکر مار کر پانی کا چشمہ جاری کر دیا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۵۸)

(۲۴) مشکلات کا آسان ہو جانا یہ کرامت بزرگانِ دین سے

بار بار اور بے شمار مرتبہ ظاہر ہو چکی ہے۔ جس کی سیکڑوں مثالیں تذکرۃ الاولیاً وغیرہ مستند کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۲۵) مہلکات کا اثر نہ کرنا

چنانچہ مشہور ہے کہ ایک بد باطن بادشاہ نے کسی خدا رسیدہ بزرگ کو گرفتار کیا۔ اور انھیں مجبور کردیا کہ وہ کوئی تعجب خیز کرامت دکھائیں ورنہ اُنھیں اور ان کے ساتھیوں کو قتل کر دیا جائے گا۔ آپ نے اونٹ کی مینگنیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان کو اٹھالاؤ اور دیکھو کہ وہ کیا ہیں؟ جب لوگوں نے ان کو اٹھا کر دیکھا تو وہ خالص سونے کے ٹکڑے تھے۔ پھر آپ نے ایک خالی پیالے کو اٹھا کر گھُمایا اور اوندھا کر کے بادشاہ کو دیا تو وہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔ اور اوندھا ہونے کے باوجود اس میں سے ایک قطرہ بھی پانی نہیں گرا۔ یہ دو کرامتیں دیکھ کر یہ بدعقیدہ بادشاہ کہنے لگا کہ یہ سب نظر بندی کے جادو کا کرشمہ ہے۔ پھر بادشاہ نے آگ جلانے کا حکم دیا۔ جب آگ کے شعلے بلند ہو گئے تو بادشاہ نے سماع کی مجلس منعقد کرائی۔ جب ان درویشوں کو سماع سُن کر جوشِ وجد میں حال آگیا تو یہ سب لوگ جلتی ہوئی آگ کے شعلوں میں داخل ہو کر رقص کرنے لگے۔ پھر ایک درویش بادشاہ کے بچّے کو گود میں لے کر آگ میں کود پڑا۔ اور تھوڑی دیر تک بادشاہ کی نظروں سے غائب ہو گیا۔ بادشاہ اپنے بچّے کے فراق میں بے قرار ہو گیا۔ مگر پھر چند منٹوں میں درویش نے بادشاہ کے بچّے کو اس حال میں بادشاہ کی گود میں ڈال دیا کہ بچّے کے ایک ہاتھ میں سیب اور دوسرے ہاتھ میں انار تھا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ بیٹا! تم کہاں چلے گئے تھے؟ تو اس نے کہا کہ میں ایک باغ میں

تھا جہاں سے میں یہ پھل لایا ہوں۔ یہ دیکھ کر بھی ظالم و بد عقیدہ بادشاہ کا دل نہیں پسیجا۔ اور اس نے ان بزرگ کو بار بار زہر کا پیالہ پلایا۔ مگر ہر مرتبہ زہر کے اثر سے ان بزرگ کے کپڑے پھٹتے رہے۔ اور ان کی ذات پر زہر کا کوئی اثر نہیں ہوا۔
(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۵۵)

کرامت کی یہ وہ پچیس ۲۵ قسمیں اور ان کی چند مثالیں ہیں جن کو حضرت علامہ تاج الدین سُبکی علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا ہے۔ ورنہ اس کے علاوہ کرامات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ اور ان کی مثالیں اس قدر زیادہ تعداد میں ہیں کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو۔ ہزاروں اوراق کا ایک ضخیم دفتر تیار ہو سکتا ہے۔ مگر بطور مثال کے جس قدر ہم نے یہاں تحریر کر دیا وہ طالبِ حق کی تسکینِ روح و اطمینانِ قلب کے لئے بہت کافی ہے۔ رہ گئے بد عقیدہ منکرین تو ان کی ہدایت کے لئے دلائل تو کیا؟ دورِ رسالت میں ان کے لئے معجزہ "شَقُّ الْقَمَر" بھی سود مند نہیں ہوا۔ مثل مشہور ہے کہ ؎

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلامِ نرم و نازک بے اثر

صحابی

جو مسلمان بحالتِ ایمان حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے سرفراز ہوئے اور ایمان ہی پر ان کا خاتمہ ہوا۔ ان خوش نصیب مسلمانوں کو "صحابی" کہتے ہیں۔ ان صحابیوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔ چنانچہ امام بیہقی کی

روایت ہے کہ حَجّۃُ الوداع میں ایک لاکھ چودہ ہزار صحابۂ کرام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرّمہ میں جمع ہوئے۔ اور بعض دوسری روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حَجّۃُ الوداع میں صحابۂ کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تھی۔

(واللہ تعالیٰ اعلم) (زُرقانی ج ۳ ص۱۰۶ و مدارج جلد ۲ ص۳۸۷)

اَفضَلُ الاَولیاء

تمام علماءِ ملّت و اکابرِ اُمّت کا اِس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم "اَفضَلُ الْاَوْلیاء" ہیں۔ یعنی قیامت تک کے تمام اولیاء اگرچہ وہ درجۂ ولایت کی بلند ترین منزل پر فائز ہو جائیں۔ مگر ہرگز ہرگز کبھی بھی وہ کسی صحابی کے کمالاتِ ولایت تک نہیں پہنچ سکتے۔ خداوند قدوس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شمعِ نبوّت کے پروانوں کو مرتبۂ ولایت کا وہ بلند و بالا مقام عطا فرمایا ہے۔ اور ان مقدّس ہستیوں کو ایسی ایسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرمایا ہے کہ دوسرے تمام اولیاء کے لئے اس معراجِ کمال کا تصوّر بھی نہیں کیا جا سکتا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس قدر زیادہ کرامتوں کا صدور نہیں ہوا جس قدر کہ دوسرے اولیائے کرام سے کرامتیں منقول ہیں۔ لیکن واضح رہے کہ کثرتِ کرامت افضلیتِ ولایت کی دلیل نہیں۔ کیونکہ ولایت درحقیقت قربِ الٰہی کا نام ہے۔ یہ قربِ الٰہی جس کو جس قدر زیادہ حاصل ہوگا۔ اُسی قدر اس کی ولایت کا درجہ بلند سے بلند تر ہوگا۔ صحابۂ کرام چونکہ نگاہِ نبوّت کے انوار اور فیضانِ رسالت

کے فیوض و برکات سے مستفیض ہیں اس لئے بارگاہِ خداوندی میں ان بزرگوں کو جو قرب و تقرب حاصل ہے وہ دوسرے اولیاء اللہ کو حاصل نہیں۔ اس لئے اگرچہ صحابۂ کرام سے بہت کم کرامتیں صادر ہوئیں لیکن پھر بھی صحابۂ کرام کا درجۂ ولایت دوسرے اولیاء کرام سے بہت زیادہ افضل و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔

بہرحال اگرچہ تعداد میں کم سہی لیکن پھر بھی بہت سے صحابۂ کرام سے کرامتوں کا صدور و ظہور ہوا ہے۔ چنانچہ ہم اپنی اس مختصر کتاب میں بعض بعض صحابۂ کرام کی چند کرامات کا تذکرہ تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ تاکہ اہل ایمان اپنے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شمعِ نبوت کے ان پروانوں کی ولایت و کرامت کے ایمان افروز تذکروں سے اپنی دُنیائے دل کو محبت و عقیدت کے شجرات الخلد کی جنت بنائیں اور دشمنانِ صحابہ یا تو آفتابِ رسالت کے نور سے چمکنے والے ان روشن ستاروں سے ہدایت کی روشنی حاصل کریں یا پھر اپنی آتشِ بغض و عناد میں جل بھن کر جہنم کا ایندھن بن جائیں۔

عَشرۂ مُبَشَّرہ

یوں تو حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بہت سے صحابیوں کو مختلف اوقات میں جنت کی بشارت دی۔ اور دُنیا ہی میں اُن کے جنتی ہونے کا اعلان فرما دیا۔ مگر دس ایسے جلیل القدر اور خوش نصیب

صحابۂ کرام ہیں جن کو آپ نے مسجد نبوی کے منبر شریف پر کھڑے ہو کر ایک ساتھ ان کا نام لے کر جنّتی ہونے کی خوش خبری سُنائی۔ تاریخ صحابہ میں ان خوش نصیبوں کا لقب "عَشْرَۂ مُبَشَّرَہ" ہے۔ جن کی مبارک فہرست یہ ہے:-

(۱) حضرت ابو بکر صدّیق ۔ (۲) حضرت عمر فاروق
(۳) حضرت عثمان غنی (۴) حضرت علی مرتضیٰ
(۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ (۶) حضرت زُبیر بن العوّام
(۷) حضرت عبد الرحمٰن بن عوف (۸) حضرت سعد بن ابی وقّاص
(۹) حضرت سعید بن زید (۱۰) حضرت ابو عُبیدہ بن الجرّاح

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ ط

(ترمذی ج ۲ ص ۲۱۶ مناقب عبد الرحمٰن بن عوف)

ہم سب سے پہلے ان دس جنّتی صحابیوں کی چند کرامتوں کا تذکرہ تحریر کرتے ہیں۔ اس کے بعد دوسرے صحابۂ کرام کی کرامتیں بھی تحریر کی جائیں گی۔ اور اصحاب کرام کی کرامتوں کے ساتھ ساتھ ان چند مقدس خواتینِ اسلام کی کرامات بھی پیش کی جائیں گی جو شرفِ صحابیت سے سرفراز ہو کر ساری دُنیا کی مومناتِ صالحات میں "صحابیات" کے معزز خطاب کے ساتھ ممتاز ہیں تاکہ اہلِ ایمان پر اس حقیقت کا آفتاب عالم تابِ طلوع ہو جائے کہ فیضانِ نبوّت کے انوار و برکات اور

آفتابِ رسالت کی تجلّیات سے صرف مردوں ہی کا طبقہ مُستفیض و مُستنیر نہیں ہوا۔ بلکہ صنفِ نازک کی پردہ نشین خواتین پر بھی آفتابِ نبوّت کی نورانی شعاعیں اس طرح جلوہ ریز ہوئیں کہ وہ بھی مَردوں کے دوش بدوش مظہرِ کمالات و صاحبِ کرامات ہو گئیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! سچ ہے کہ ؎

ظلمت کو اُن کے نور نے کافور کر دیا
جس پر نگاہ ڈالی اُسے نور کر دیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

کراماتِ صحابہ

سرکارِ دو عالم سے ملاقات کا عالم | عالم میں ہے معراج کمالات کا عالم
یہ راضی خدا سے ہیں، خدا ان سے ہے راضی | کیا کہیے، صحابہ کی کرامات کا عالم

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خلیفۂ اوّل جانشینِ پیغمبر امیر المومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نامِ نامی "عبداللہ"، "ابوبکر" آپ کی کنیت اور "صدیق و عتیق" آپ کا لقب ہے۔ آپ قریشی ہیں۔ اور ساتویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شجرہ سے مل جاتا ہے۔ آپ عام الفیل کے ڈھائی برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ آپ اس قدر جامع الکمالات اور مجمع الفضائل ہیں کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام اگلے اور پچھلے

انسانوں میں سب سے افضل واعلیٰ ہیں۔ آزاد مردوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اور سفر و وطن کے تمام مشاہد و اسلامی جہادوں میں مجاہدانہ کارناموں کے ساتھ شامل ہوئے۔ اور صلح و جنگ وغیرہ کے تمام فیصلوں میں آپ حضور شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر بن کر مراحلِ نبوت کے ہر ہر موڑ پر آپ کے رفیق و جاں نثار رہے۔ دو برس تین ماہ گیارہ دن مسندِ خلافت پر رونق افروز رہ کر ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ منگل کی رات میں آپ نے وفات پائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور روضۂ منورہ میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے مقدس میں دفن ہوئے۔

(اکمال و تاریخ الخلفاء)

کرامات

کھانے میں عظیم برکت

حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بارگاہِ رسالت کے تین مہمانوں کو اپنے گھر لائے۔ اور خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور گفتگو میں مصروف رہے۔ یہاں تک کہ رات کا کھانا آپ نے دسترخوانِ نبوت پر کھالیا۔ اور بہت زیادہ رات گزر جانے کے بعد مکان پر واپس تشریف لائے۔ ان کی بیوی نے عرض کیا کہ آپ اپنے گھر پر مہمانوں کو بلا کر

کہاں غائب رہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا اب تک تم نے مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا؟ بیوی صاحبہ نے کہا کہ میں نے کھانا پیش کیا مگر ان لوگوں نے صاحب خانہ کی غیر موجودگی میں کھانا کھانے سے انکار کردیا۔ یہ سُن کر آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ خفا ہوئے اور وہ خوف و دہشت کی وجہ سے چھپ گئے، اور آپ کے سامنے نہیں آئے۔ پھر جب آپ کا غصّہ فرو ہو گیا تو آپ مہمانوں کے ساتھ کھانے کے لیے بیٹھ گئے، اور سب مہمانوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھالیا۔

ان مہمانوں کا بیان ہے کہ جب ہم کھانے کے برتن میں سے لقمہ اٹھاتے تھے تو جتنا کھانا ہاتھ میں آتا تھا اُس سے کہیں زیادہ کھانا برتن میں نیچے سے اُبھر کر بڑھ جاتا تھا اور جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو کھانا بجائے کم ہونے کے برتن میں پہلے سے بہت زیادہ ہو گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے متعجب ہو کر اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ برتن میں کھانا پہلے سے کچھ زائد نظر آتا ہے۔ بیوی صاحبہ نے قسم کھا کر کہا کہ واقعی یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا بڑھ گیا ہے۔ پھر آپ اس کھانے کو اٹھا کر بارگاہِ رسالت میں لے گئے، جب صبح ہوئی تو ناگہاں مہمانوں کا ایک قافلہ دربارِ رسالت میں اُترا۔ جس میں بارہ ۱۲ قبیلوں کے بارہ ۱۲ سردار تھے اور ہر سردار کے ساتھ بہت سے دوسرے شتر سوار بھی تھے۔ ان سب لوگوں نے یہی کھانا کھایا اور قافلے کے تمام مہمانوں کا گروہ اس کھانے کو شکم سیر کھا کر آسودہ ہو گیا۔ لیکن پھر بھی اس برتن میں کھانا ختم نہیں ہوا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۶ مختصراً)

ماں کی بچہ دانی میں کیا ہے؟

حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت اَبوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے مرضِ وفات میں اپنی صاحبزادی ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی —! آج تک میرے پاس جو میرا مال تھا وہ آج وارثوں کا مال ہو چکا ہے اور میری اولاد میں تمھارے دونوں بھائی عبدالرحمٰن و محمد اور تمھاری دونوں بہنیں ہیں۔ لہٰذا تم لوگ میرے مال کو قرآن مجید کے حکم کے مطابق تقسیم کرکے اپنا اپنا حصہ لے لینا۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! میری تو ایک ہی بہن "بی بی اسماء" ہیں۔ یہ میری دوسری بہن کون ہے؟۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری بیوی "بنت خارجہ" جو حاملہ ہے اس کے شکم میں لڑکی ہے وہ تمھاری دوسری بہن ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لڑکی پیدا ہوئی۔ جن کا نام "اُم کلثوم" رکھا گیا + (تاریخ الخلفاء، ص۵۷)

اس حدیث کے بارے میں علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث سے امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دو کرامتیں ثابت ہوتی ہیں۔

اوّل یہ کہ آپ کو قبلِ وفات یہ علم حاصل ہو گیا کہ میں اسی مرض میں دُنیا سے رحلت کروں گا اس لئے کہ بوقتِ وصیت آپ نے یہ فرمایا کہ "میرا مال آج میرے وارثوں کا مال ہو چکا ہے۔"

دوم یہ کہ حاملہ کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اور ظاہر ہے کہ ان

دونوں باتوں کا علم یقیناً غیب کا علم ہے۔ جو بلا شبہہ و بالیقین پیغمبر کے جانشین حضرت امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دو عظیم الشان کرامتیں ہیں۔ (ازالۃ الخفا مقصد۲ صفحہ ۲۱ و حجۃ اللہ ج ۲ ص ۲۰۸)

ضروری انتباہ حدیث مذکور بالا اور علامہ تاج الدین سبکی علیہ الرحمۃ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ مَافِي الْأَرْحَامِ (جو کچھ ماں کی بچہ دانی میں ہے) اس کا علم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حاصل ہو گیا تھا۔ لہٰذا یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ قرآن مجید کی سورۂ لقمٰن میں جو یَعْلَمُ مَافِي الْأَرْحَامِ آیا ہے یعنی خدا کے سوا کوئی اس بات کو نہیں جانتا کہ ماں کی بچہ دانی میں کیا ہے؟" اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ بغیر خدا کے بتائے ہوئے کوئی اپنی عقل و فہم سے نہیں جان سکتا کہ ماں کی بچہ دانی میں کیا ہے، لیکن خداوند تعالیٰ کے بتا دینے سے دوسروں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وحی کے ذریعہ اور اولیائے امت کشف و کرامت کے طور پر خداوندِ قدوس کے بتا دینے سے یہ جان لیتے ہیں کہ ماں کے شکم میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ مگر اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی، ازلی و ابدی اور قدیم ہے اور انبیاء و اولیاء کا علم عطائی و فانی اور حادث ہے۔ اللہ اکبر! کہاں خداوند قدوس کا علم اور کہاں بندوں کا علم؟ — دونوں میں بے انتہا فرق ہے!

نگاہِ کرامت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ حسرت آیات کے بعد جو قبائلِ عرب مرتد ہو کر اسلام سے پھر گئے تھے اُن میں

قبیلہ "کِندہ" بھی تھا۔ چنانچہ امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اِس قبیلہ والوں سے بھی جہاد فرمایا اور مجاہدینِ اسلام نے اس قبیلہ کے سردارِ اعظم یعنی اَشعث بن قیس کو گرفتار کرلیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر اس کو دربارِ خلافت میں پیش کیا۔ امیرالمومنین کے سامنے آتے ہی اشعث بن قیس نے باآوازِ بلند اپنے جُرمِ ارتداد کا اقرار کرلیا۔ اور پھر فوراً ہی توبہ کرکے صدقِ دل سے اسلام قبول کرلیا۔ امیرالمومنین نے خوش ہوکر اس کا قصور معاف فرمادیا اور اپنی بہن حضرت "اُمّ فروہ" رضی اللہ عنہا سے اس کا نکاح کرکے اس کو اپنی قسم قسم کی عنایتوں اور نوازشوں سے سرفراز کردیا۔

تمام حاضرینِ دربار حیران رہ گئے کہ مُرتدّین کا سردار جس نے مُرتد ہوکر امیرالمومنین سے بغاوت اور جنگ کی اور بہت سے مجاہدینِ اسلام کا خونِ ناحق کیا۔ ایسے خونخوار، باغی اور اتنے بڑے خطرناک مُجرم کو امیرالمومنین نے اس قدر کیوں نوازا؟ لیکن جب حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ نے صادق الاسلام ہوکر عراق کے جہادوں میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر ایسے ایسے مجاہدانہ کارنامے انجام دیے کہ عراق کی فتح کا سہرا انھیں کے سر رہا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جنگ قادسیہ اور قلعۂ مدائن و جلولا، و نہاوند کی اسلامی لڑائیوں میں انھوں نے سرفروشی و جانبازی کے جو حیرتناک مناظر پیش کیے ان کو دیکھ کر سب کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ واقعی امیرالمومنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نگاہِ کرامت نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ کی ذات میں چھپے ہوئے کمالات کے جن انمول جوہروں کو برسوں پہلے دیکھ لیا تھا وہ کسی کو

نظر نہیں آئے تھے۔ یقیناً یہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
کی ایک بہت بڑی کرامت ہے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صد ۳۹)

اسی لیے مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عام طور پر یہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے علم میں تین ہستیاں ایسی گزری ہیں جو فراست کی بلند ترین منزل پر پہونچی ہوئی تھیں۔

اوّل امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ ان کی نگاہِ کرامت کی نوری فراست نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کمالات کو تاڑ لیا اور آپ نے ان کو اپنے بعد خلافت کے لیے منتخب فرمایا جس کو تمام دُنیا کے مؤرخین اور دانشوروں نے بہترین انتخاب قرار دیا۔

دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بیوی حضرت صفوراء رضی اللہ عنہا کہ انھوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے روشن مستقبل کو اپنی فراست سے بھانپ لیا اور اپنے والد حضرت شعیب علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اُس جوان کو بطور اجیر کے اپنے گھر پر رکھ لیں۔ جب کہ انتہائی کس مپرسی کے عالم میں فرعون کے ظلم سے بچنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اکیلے ہجرت کر کے مصر سے "مدین" پہونچ گئے تھے۔ چنانچہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو اپنے گھر پر رکھا اور ان کی خوبیوں کو دیکھ کر اور اُن کے کمالات سے متاثر ہو کر اپنی صاحبزادی حضرت بی بی صفوراء کا ان سے نکاح کر دیا۔ اور اس کے بعد خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت و رسالت کے شرف سے سرفراز فرما دیا۔

سوم عزیز مصر کہ انھوں نے اپنی بیوی حضرت زلیخا کو حکم دیا کہ اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام ہمارے زرخرید غلام بن کر ہمارے گھر آئے ہیں مگر خبردار! تم ان کے اعزاز و اکرام کا خاص طور پر اہتمام و انتظام رکھنا۔ کیونکہ عزیز مصر نے اپنی نگاہِ فراست سے حضرت یوسف علیہ السلام کے شاندار مستقبل کو سمجھ لیا تھا۔ کہ گو یہ آج غلام ہیں مگر یہ ایک دن مصر کے بادشاہ ہوں گے + (تاریخ الخلفاء ص۵۷ و ازالۃ الخفا مقصد ۲ ص۳۳)

کلمۂ طیبہ سے قلعہ مسمار

امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں قیصرِ روم سے جنگ کے لیے مجاہدینِ اسلام کی ایک فوج روانہ فرمائی اور حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر فرمایا۔ یہ اسلامی فوج قیصرِ روم کی لشکری طاقت کے مقابلہ میں صفر کے برابر تھی۔ مگر جب اس فوج نے رومی قلعہ کا محاصرہ کیا اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ کا نعرہ مارا تو کلمۂ طیبہ کی آواز سے قیصرِ روم کے قلعہ میں ایسا زلزلہ آگیا کہ پورا قلعہ مسمار ہو کر اس کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور دم زدن میں قلعہ فتح ہو گیا۔ بلاشبہ یہ امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بہت ہی شاندار کرامت ہے۔ کیونکہ آپ نے اپنے دستِ مبارک سے جھنڈا باندھ کر اور فتح کی بشارت دے کر اس فوج کو جہاد کے لیے روانہ فرمایا تھا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۴۰)

خون میں پیشاب کرنے والا

ایک شخص نے امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین!

میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں خون میں پیشاب کر رہا ہوں۔ آپ نے انتہائی غیظ و غضب اور جلال میں تڑپ کر فرمایا کہ تو اپنی بیوی سے حیض کی حالت میں صحبت کرتا ہے لہٰذا اس گناہ سے توبہ کر اور خبردار آئندہ ہرگز ہرگز کبھی ایسا مت کرنا۔ وہ شخص اپنے اس چھپے ہوئے گناہ پر نادم و شرمندہ ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تائب ہو گیا۔ (تاریخ الخلفاء ص۷۳)

سلام سے دروازہ کھل گیا

جب امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مقدس جنازہ لے کر لوگ حجرۂ منورہ کے پاس پہونچے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ یہ عرض کرتے ہی روضۂ منورہ کا بند دروازہ ایک دم خود بخود کھل گیا۔ اور تمام حاضرین نے قبرِ انور سے یہ غیبی آواز سُنی کہ:—— اَدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ یعنی حبیب کو حبیب کے دربار میں داخل کر دو۔ (تفسیر کبیر ج ۵ ص۴۷۸)

کشفِ مستقبل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات اقدس سے صرف چند دن پہلے رومیوں سے جنگ کے لیے ایک لشکر کی روانگی کا حکم فرمایا۔ اور اپنی علالت ہی کے دوران اپنے دستِ مبارک سے جنگ کا جھنڈا باندھا اور حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاتھ میں یہ نشانِ اسلام دے کر انھیں اس لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ ابھی یہ لشکر مقام "جُرف" میں خیمہ زن تھا اور عساکرِ اسلامیہ کا اجتماع ہو ہی رہا تھا کہ وفاتِ اقدس کی خبر پھیل گئی اور یہ لشکر مقام "جُرف" سے مدینۂ منورہ

واپس آ گیا۔ وفاتِ اقدس کے بعد ہی بہت سے قبائلِ عرب مرتد اور اسلام سے منحرف ہو کر کافر ہو گئے اور مُسَیلمۃُ الکذّاب نے اپنی نبوّت کا دعویٰ کر کے قبائلِ عرب میں اِرتداد کی آگ بھڑکا دی اور بہت سے قبائل مُرتد ہونے پر تیار ہو گئے۔ اِس انتشار کے دَور میں امیرالمؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی سب سے پہلے یہ حکم فرمایا کہ "جَیشِ اُسامَہ" یعنی اسلام کا وہ لشکر جس کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ قیادت روانہ فرمایا تھا اور وہ واپس لوٹ آیا تھا۔ دوبارہ اس کو جہاد کے لیے روانہ کیا جائے۔ حضرات صحابۂ کرام بارگاہِ خلافت کے اس اعلان سے انتہائی متوحّش ہو گئے اور کسی طرح بھی یہ معاملہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ایسی خطرناک صورتِ حال میں جب کہ بہت سے قبائل اسلام سے منحرف ہو کر مدینہ منوّرہ پر حملوں کی تیاریاں کر رہے ہیں اور جھوٹے مدعیانِ نبوّت نے جزیرۃُ العرب بھر میں لوٹ مار اور بغاوت کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اتنی بڑی اسلامی فوج کا جس میں بڑے بڑے نامور اور جنگ آزما صحابۂ کرام موجود ہیں ملک کے باہر بھیج دینا اور مدینہ منوّرہ کو بالکل عساکرِ اسلامیہ سے خالی چھوڑ کر خطرات کا مول لینا کسی طرح بھی عقلِ سلیم کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کبارِ صحابہ کی ایک منتخب جماعت جس کے ایک فرد حضرت عمر بن الخطّاب رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اے جانشینِ پیغمبر! ایسے مخدوش اور پُر خطر ماحول میں جبکہ مدینہ منوّرہ کے چاروں طرف مُرتدین نے شورش پھیلا رکھی ہے۔ یہاں تک کہ

مدینہ منورہ پر حملہ کے خطرات درپیش ہو رہے ہیں۔ آپ حضرت اُسامہ کے لشکر کو روانگی سے روک دیں تاکہ اس فوج کی مدد سے مُرتدّین کا مقابلہ کیا جائے اور ان کا قلع قمع کر دیا جائے۔ یہ سُن کر آپ نے جوشِ غضب میں تڑپ کر فرمایا کہ "خدا کی قسم! مجھے پرندے اُچک لے جائیں یہ مجھے گوارا ہے۔ لیکن میں اس فوج کو روانگی سے روک دوں جس کو اپنے دستِ مبارک سے جھنڈا باندھ کر حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا۔ یہ ہرگز ہرگز کسی حال میں بھی میرے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا اور اس میں ایک دن کی بھی تاخیر برداشت نہیں کروں گا۔ چنانچہ آپ نے تمام صحابۂ کرام کے منع کرنے کے باوجود اس لشکر کو روانہ فرما دیا ___ خُدا کی شان کہ جب جوشِ جہاد میں بھرا ہوا عساکرِ اسلامیہ کا یہ سمندر موجیں مارتا ہوا روانہ ہوا تو اطراف و جوانب کے تمام قبائل میں شوکتِ اسلام کا سکّہ بیٹھ گیا اور مُرتد ہو جانے والے قبائل یا وہ قبیلے جو مُرتد ہونے کا ارادہ رکھتے تھے، مسلمانوں کا یہ دَل بادَل لشکر دیکھ کر خوف و دہشت سے لرزہ براندام ہو گئے، اور کہنے لگے کہ اگر خلیفۂ وقت کے پاس بہت بڑی ریزرو فوج موجود نہ ہوتی تو وہ بھلا اتنا بڑا لشکر ملک کے باہر کس طرح بھیج سکتے تھے؟ اس خیال کے آتے ہی ان جنگجو قبائل نے جنھوں نے مُرتد ہو کر مدینہ پر حملہ کرنے کا پلان بنایا تھا خوف و دہشت سے سہم کر اپنا پروگرام ختم کر دیا۔ بلکہ بہت سے پھر تائب ہو کر آغوشِ اسلام میں آ گئے۔ اور مدینہ منورہ مرتدّین کے حملوں سے محفوظ رہا اور حضرت اُسامہ

رضی اللہ عنہ کا لشکر مقام "اُبنی" میں پہنچ کر رومیوں کے لشکر سے مصروفِ پیکار ہو گیا اور وہاں بہت ہی خون ریز جنگ کے بعد لشکرِ اسلام فتحیاب ہو گیا۔ اور حضرتِ اسامہ بے شمار مالِ غنیمت لے کر چالیس دن کے بعد فاتحانہ شان و شوکت کے ساتھ مدینہ منورہ واپس تشریف لائے۔ اور اب تمام صحابۂ کرام انصار و مہاجرین پر اس راز کا انکشاف ہو گیا کہ حضرتِ اُسامہ کے لشکر کو روانہ کرنا عین مصلحت کے مطابق تھا۔ کیونکہ اس لشکر نے ایک طرف تو رومیوں کی عسکری طاقت کو تہس نہس کر دیا اور دوسری طرف مُرتدین کے حوصلوں کو بھی پست کر دیا۔

یہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک عظیم کرامت ہے کہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات آپ پر قبل از وقت منکشف ہو گئے اور آپ نے اس فوج کشی کے مبارک انجام کو اس وقت اپنی نگاہِ کرامت سے دیکھ لیا تھا جب کہ وہاں تک دوسرے صحابۂ کرام کا وہم و گمان بھی نہیں پہونچ سکتا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص۱۵ مدارج النبوۃ ج ۲ ص۴۰۹ تا ص۴۱۱ وغیرہ)

مدفن کے بارے میں غیبی آواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ بعض لوگوں نے کہا کہ ان کو شہدائے کرام کے قبرستان میں دفن کرنا چاہیے۔ اور بعض حضرات چاہتے تھے کہ آپ کی قبر شریف جنت البقیع میں بنائی جائے۔ لیکن میری دلی خواہش یہی تھی کہ آپ میرے اسی

حُجرہ میں سپردِ خاک کیے جائیں جس میں حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبرِ مُنوّر ہے۔ یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ اچانک مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا اور خواب میں یہ آواز میں نے سُنی کہ کوئی کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ ضُمُّوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ ط یعنی حبیب کو حبیب سے ملا دو۔ خواب سے بیدار ہو کر میں نے لوگوں سے اس آواز کا ذکر کیا تو بہت سے لوگوں نے کہا کہ یہ آواز ہم لوگوں نے بھی سُنی ہے۔ اور مسجد نبوی شریف کے اندر بہت سے لوگوں کے کانوں میں یہ آواز آئی ہے۔ اس کے بعد تمام صحابۂ کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا کہ آپ کی قبرِ اطہر روضۂ منورہ کے اندر بنائی جائے۔ اس طرح آپ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اقدس میں مدفون ہو کر اپنے حبیب کے قُربِ خاص سے سرفراز ہو گئے ۔

(شواہد النبوۃ صفحہ ۱۵۰)

دشمن خنزیر و بندر بن گئے

امام مُستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ثقات سے نقل کیا ہے کہ ہم لوگ تین آدمی ایک ساتھ یمن جا رہے تھے۔ ہمارا ایک ساتھی جو کوفی تھا وہ خبیث حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی شان میں بدزبانی کیا کرتا تھا۔ ہم لوگ اس کو بار بار منع کرتے تھے مگر وہ اپنی اس حرکت سے باز نہیں آتا تھا۔ جب ہم لوگ یمن کے قریب پہنچ گئے اور ہم نے اس کو نمازِ فجر کے لئے جگایا تو وہ کہنے لگا کہ میں نے ابھی ابھی یہ خواب دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سرہانے تشریف فرما ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ "اے فاسق! خداوندِ تعالیٰ نے تجھ فاسق کو ذلیل و خوار فرما دیا اور تو

اسی منزل میں مسخ ہو جائے گا"۔ اس کے بعد فوراً ہی اس کے دونوں پاؤں بندر جیسے ہو گئے اور تھوڑی دیر میں اس کی صورت بالکل ہی بندر جیسی ہو گئی۔ ہم لوگوں نے نمازِ فجر کے بعد اس کو پکڑ کر اونٹ کے پالان کے اوپر رسیوں سے جکڑ کر باندھ دیا اور وہاں سے روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے وقت جب ہم ایک جنگل میں پہونچے تو چند بندر وہاں جمع تھے۔ جب اس نے بندروں کو دیکھا تو رسی توڑا کر یہ اونٹ کے پالان سے کود پڑا اور بندروں کے غول میں شامل ہو گیا۔ ہم لوگ حیران ہو کر تھوڑی دیر وہاں ٹھہر گئے تاکہ ہم یہ دیکھ سکیں کہ بندروں کا غول اس کے ساتھ کس طرح پیش آتا ہے۔ تو ہم نے یہ دیکھا کہ یہ بندروں کے پاس بیٹھا ہوا ہم لوگوں کی طرف بڑی حسرت سے دیکھتا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ گھڑی بھر کے بعد جب سب بندر وہاں سے دوسری طرف جانے لگے تو یہ بھی ان بندروں کے ساتھ چلا گیا + (شواہد النبوۃ ص۱۵۳)

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مردِ صالح سے نقل کیا ہے کہ کوفہ کا ایک شخص جو حضرات ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ ہر چند ہم لوگوں نے اس کو منع کیا مگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا۔ تنگ آکر ہم لوگوں نے اس سے کہہ دیا کہ تم ہمارے قافلہ سے الگ ہو کر سفر کرو۔ چنانچہ وہ ہم لوگوں سے الگ ہو گیا۔ جب ہم لوگ منزلِ مقصود پر پہونچ گئے اور کام پورا کر کے وطن کی واپسی کا قصد کیا تو اس شخص کا غلام ہم لوگوں سے ملا۔ جب ہم نے اُس سے کہا کہ کیا تم اور تمہارا مولیٰ ہمارے قافلہ

کے ساتھ وطن جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟ یہ سُن کر غلام نے کہا کہ میرے مولیٰ کا حال تو بہت ہی بُرا ہے۔ ذرا آپ لوگ میرے ساتھ چل کر اس کا حال دیکھ لیجئے۔ غلام ہم لوگوں کو ساتھ لے کر ایک مکان میں پہونچا۔ وہ شخص اُداس ہو کر ہم لوگوں سے کہنے لگا کہ مجھ پر تو بہت بڑی افتاد پڑ گئی۔ پھر اس نے اپنی آستین سے دونوں ہاتھوں کو نکال کر دکھایا تو ہم لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کے دونوں ہاتھ خنزیر کے ہاتھوں کی طرح ہو گئے تھے۔ آخر ہم لوگوں نے اس پر ترس کھا کر اپنے قافلہ میں شامل کر لیا۔ لیکن دورانِ سفر ایک جگہ چند خنزیروں کا ایک جھنڈ نظر آیا اور یہ شخص بالکل ہی ناگہاں مسخ ہو کر آدمی سے خنزیر بن گیا اور خنزیروں کے ساتھ مل کر دوڑنے بھاگنے لگا۔ مجبوراً ہم لوگ اس کے غلام اور سامان کو اپنے ساتھ کوفہ تک لائے۔

(شواہد النبوۃ ص۱۶۲)

شیخین کا دشمن کُتّا ہو گیا

اسی طرح امام مستغفری رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ سے ناقل ہیں کہ میں نے ملکِ شام میں ایک ایسے امام کے پیچھے نماز ادا کی جس نے نماز کے بعد حضراتِ ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بددُعا کی۔ جب دوسرے سال میں نے اُسی مسجد میں نماز پڑھی تو نماز کے بعد امام نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بہترین دعا مانگی۔ میں نے مصلیوں سے پوچھا کہ تمہارا پُرانا امام کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ ہمارے ساتھ چل کر اس کو دیکھ لیجیے! میں جب ان لوگوں کے ساتھ ایک مکان میں پہونچا تو یہ دیکھ کر مجھ کو بڑی عبرت ہوئی کہ ایک کتا بیٹھا ہوا ہے

اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تم وہی امام ہو جو حضرات شیخین کے لیے بد دعا کیا کرتا تھا تو اس نے سر ہلا کر جواب دیا کہ ہاں + (شواہد النبوۃ صفحہ ۱۵۶)

اللہ اکبر! سبحان اللہ۔ کیا عظیم الشان ہے شان صحابہ کرام کی۔ بالخصوص یارِ غارِ رسول حضرت امیر المومنین ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی۔ کیا خوب کہا کسی مدّاحِ صحابہ نے ؎

بیچ میں شمع تھی اور چار۔دل طرف پروانے
ہر کوئی اس کے لئے جان جلانے والا
دعوئ الفتِ احمد تو سبھی کرتے ہیں
کوئی نکلے تو ذرا رنج اٹھانے والا
کام اُلفت کے تھے وہ جن کو صحابہ نے کیا
کیا نہیں یاد تمھیں "غار میں جانے والا"

تبصرہ کسی کام کے انجام اور مستقبل کے حالات کو جان لینا ہر شخص جانتا ہے کہ یقیناً یہ غیب کا علم ہے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا کرامات سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ نے کشف و الہام کے طور پر ان غیبوں کا علم عطا فرما دیا تھا۔

للہ! انصاف کیجئے کہ جب خلیفہ پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے الہام و کشف کے ذریعہ علم غیب کی کرامت عطا فرمائی۔ تو کیا اُس نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مقدس وحی کے ذریعہ علم غیب کا معجزہ نہ عطا فرمایا ہوگا؟ کیا معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو علم غیب بتانے کی قدرت نہیں؟ یا نعوذ باللہ! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام

میں علمِ غیب حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں۔ بتائیے دُنیا میں کون ایسا احمق ہے جو خدا کی قدرت اور اُس کے نبی کی صلاحیت سے انکار کر سکتا ہے؟ جب خدا کی قدرت مُسلّم اور نبی کی صلاحیت تسلیم ہے۔ تو پھر بھلا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کا انکار کس طرح ممکن ہو سکتا ہے۔؟ مگر افسوس۔ صد ہزار افسوس کہ وہابی علماء جو عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھٹانے کے لئے لنگر لنگوٹ کس کر بلکہ برہنہ ہو کر میدان میں اُتر پڑے ہیں۔ سب کچھ جانتے ہوئے۔ اور سیکڑوں آیاتِ بیّنات اور دلائل و شواہد کو دیکھتے ہوئے بھی آنکھ مینچ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کا چلاّ چلاّ کر انکار کرتے رہتے ہیں اور اپنے پیروؤں اور ہوا خواہوں کو اس درجہ گمراہ کر چکے ہیں کہ ان کے عوام گمراہی کی بھول بھلیوں سے نکل کر صراطِ مستقیم کی شاہراہ پر آنے کے لیے کسی طرح تیار ہی نہیں ہوتے۔ اور مثل مشہور ہے کہ سوتے کو جگانا بہت آسان ہے۔ مگر جاگتے کو جگانا انتہائی مشکل ہے ؎

اس لئے اب ہم ان لوگوں کی ہدایت سے تقریباً مایوس ہو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ جاہل نہیں ہیں بلکہ مُتجاہل ہیں۔ یعنی سب کچھ جانتے ہوئے بھی جاہل بنے ہوئے ہیں۔ اور یہ لوگ طالبِ حق نہیں ہیں بلکہ مُعاند ہیں۔ یعنی حق کے ظاہر ہونے کے بعد بھی حق کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔

اس لیے ہم اپنے سُنّی حنفی بھائیوں کو یہی مخلصانہ مشورہ بلکہ حکم دیتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب داں ہونے کے عقیدہ پر خود پہاڑ کی طرح مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں اور ان گمراہوں کی تقریروں، تحریروں اور

صحبتوں سے بالکل قطعی طور پر پرہیز کریں۔ کیونکہ گمراہی کے جراثیم بہت جلد اثر کرجاتے ہیں اور ہدایت کا نور بڑی مشکل اور بجد جد و جہد کے بعد ملتا ہے۔ خداوند کریم ہمارے برادران اہل سنّت کے ایمان وعقائد کی حفاظت فرمائے اور تمام گمراہوں، بددینوں اور بیدینوں کے شر سے بچائے رکھے۔

(آمین)

آخرالذکر مذکورہ بالا تین روایتوں سے ظاہر ہے کہ حضرات ابوبکر و عُمر رضی اللہ عنہما کی مقدّس شان میں بدگوئی اور بدزبانی کا انجام کتنا خطرناک وعبرتناک ہے؟ زمانۂ حال کے تبرّائی روافض کے لیے یہ روایات تازیانۂ عبرت ہیں کہ وہ لوگ اپنی تبرّابازیوں سے باز آجائیں ورنہ ہلاکتوں اور بربادیوں کا سگنل ڈاؤن ہو چکا ہے اور قریب ہے کہ عذاب الٰہی کی ریل گاڑی ان ظالموں کو روند کر چور چور کر ڈالے گی۔اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ خُبثاء بھی دونوں جہان کی لعنتوں میں گرفتار ہو کر دُنیا میں مسخ ہو کر خنزیر و بندر اور کُتے بنادیئے جائیں گے۔اور آخرت میں قہرِ جبّار و غضبِ جبّار میں گرفتار ہو کر عذابِ نار پاکر ذلیل وخوار ہو جائیں گے۔

حضراتِ اہل سُنّت کو لازم ہے کہ تمام گمراہ فرقوں کی طرح روافض و خوارج سے بھی اسی طرح مقاطعہ رکھیں اور ان سے بالکل الگ تھلگ رہیں۔ کیونکہ یہ سب فرقے جو شانِ رسالت و دربارِ صحابیت و بارگاہِ اہلبیت میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ یقیناً بلاشبہہ یہ سب کے سب جہنّمی ہیں اور یہ لوگ جہاں بھی اور جس مجلس میں بھی رہیں گے ان پر خدا کی پھٹکار پڑتی رہے گی۔اور

ظاہر ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھے گا اور ان سے میل جول رکھے گا ان پر اُترنے والی پھٹکار سے اس کو بھی ضرور کچھ نہ کچھ حصّہ مل جائے گا۔ لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ آگ سے دور ہی رہیئے ورنہ اگر جلنے سے بچیں گے تو کم از کم اس کی آنچ سے نہ بچ سکیں گے۔ خداوند کریم حضرات اہلِ سُنّت کے ایمان کی حفاظت فرمائے! آمین!

●

⑵ حضرت عُمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفۂ دوم جانشینِ پیغمبر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو حفص اور لقب "فاروق اعظم" ہے۔ آپ اشرافِ قریش میں اپنی ذاتی وخاندانی وجاہت کے لحاظ سے بہت ہی ممتاز ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا خاندانی شجرہ رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے شجرۂ نسب سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ برس بعد مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ اور اعلانِ نبوّت کے چھٹے سال ستائیس برس کی عمر میں مشرّف بہ اسلام ہوئے۔ جب کہ ایک روایت میں آپ سے پہلے کُل اُنتالیس آدمی اسلام قبول کر چکے تھے۔ آپ کے مسلمان ہو جانے سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی اور اُن کو ایک بہت بڑا سہارا مل گیا۔ یہاں تک کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ خانۂ کعبہ کی مسجد میں علانیہ نماز ادا فرمائی۔

آپ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے۔ اور پیغمبرِ اسلام صلیّ اللہ علیہ وسلم کی تمام اسلامی تحریکات، اور صلح و جنگ وغیرہ کی تمام منصوبہ بندیوں میں حضور سلطانِ مدینہ صلیّ اللہ علیہ وسلم کے وزیر و مشیر کی حیثیت سے وفادار و رفیقِ کار رہے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد آپ کو خلیفہ منتخب فرمایا۔ اور دس برس چھ ماہ چار دن آپ نے تختِ خلافت پر رونق افروز ہو کر جانشینیِ رسول کی تمام ذمہ داریوں کو باحسن وجوہ انجام دیا۔ ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ چہار شنبہ کے دن نمازِ فجر میں ابو لؤلؤ فیروز مجوسی کافر نے آپ کے شکم میں خنجر مارا۔ اور آپ یہ زخم کھا کر تیسرے دن شرفِ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ بوقت وفات آپ کی عمر شریف ترسٹھ برس کی تھی۔ حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور روضۂ منورہ کے اندر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلوئے انور میں مدفون ہوئے۔ (تاریخ الخلفاء و ازالۃ الخفاء وغیرہ)

کرامات

قبر والوں سے گفتگو

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ ایک نوجوان صالح کی قبر پر تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ "وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ" یعنی جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لئے دو جنتیں ہیں۔ اے نوجوان! بتا تیرا قبر میں کیا حال ہے؟

اُس نوجوانِ صالح نے قبر کے اندر سے آپ کا نام لے کر پکارا۔ اور بہ آوازِ بلند دو مرتبہ جواب دیا کہ میرے رب نے یہ دونوں جنتیں مجھے عطا فرما دی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۰ بحوالہ حاکم)

مدینہ کی آواز نہاوند تک

امیرالمومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر نہاوند کی سرزمین میں جہاد کے لئے روانہ فرمایا۔ آپ جہاد میں مصروف تھے کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجدِ نبوی کے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے ناگہاں یہ ارشاد فرمایا کہ "یَا سَارِیَۃُ اَلْجَبَلُ" یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کر لو۔ حاضرینِ مسجد حیران رہ گئے کہ حضرت ساریہ تو سرزمینِ نہاوند میں مصروفِ جہاد ہیں۔ اور مدینہ منورہ سے سیکڑوں میل کی دوری پر ہیں۔ آج امیرالمومنین نے انھیں کیونکر اور کیسے پکارا؟ لیکن نہاوند سے جب حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا تو اُس نے یہ خبر دی کہ میدانِ جنگ میں جب کفار سے ہمارا مقابلہ ہوا تو ہم کو شکست ہونے لگی۔ اتنے میں ناگہاں ایک چیخنے والے کی آواز آئی جو چلا چلا کر یہ کہہ رہا تھا کہ اے ساریہ! تم پہاڑ کی طرف اپنی پیٹھ کر لو۔ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو امیرالمومنین حضرت فاروقِ اعظم کی آواز ہے۔ یہ کہا اور فوراً ہی انھوں نے اپنے لشکر کو پہاڑ کی طرف پُشت کر کے صف بندی کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد جو ہمارے لشکر کی کفار سے ٹکر ہوئی تو ایک دم اچانک جنگ کا پانسہ ہی پلٹ گیا۔ اور دم زدن میں اسلامی لشکر نے کفار کی فوجوں کو روند ڈالا۔ اور

عساکرِ اسلامیہ کے قاہرانہ حملوں کی تاب نہ لاکر کفار کا لشکر میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ اور افواجِ اسلام نے فتح مبین کا پرچم لہرا دیا +

(مشکوٰۃ باب الکرامات ص۵۴۶ وحجۃ اللہ ج ۲ ص۸۶۰ وتاریخ الخلفاء ص۸۵)

تبصرہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اس حدیثِ کرامت سے چند باتیں معلوم ہوئیں جو طالبِ حق کے لئے روشنی کا مینارہ ہیں۔

(۱) یہ کہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم اور آپ کے سپہ سالار دونوں صاحبِ کرامت ہیں۔ کیونکہ مدینہ منورہ سے نہاوند تک سیکڑوں میل کی دوری پر آواز کو پہنچا دینا یہ امیر المومنین کی کرامت ہے۔ اور سیکڑوں میل کی دوری سے کسی آواز کو سُن لینا یہ حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے۔

(۲) یہ کہ امیر المومنین نے مدینہ طیبہ سے سیکڑوں میل کی دوری پر نہاوند کے میدانِ جنگ اور اُس کے احوال و کیفیات کو دیکھ لیا۔ اور پھر عساکرِ اسلامیہ کے مشکلات کا حل بھی منبر پر کھڑے کھڑے لشکر کے سپہ سالار کو بتا دیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے کان اور آنکھ اور ان کی سمع و بصر کی طاقتوں کو عام انسانوں کے کان و آنکھ اور ان کی قوتوں پر ہرگز ہرگز قیاس نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں کے کان اور آنکھ کو عام انسانوں سے بہت زیادہ طاقت عطا فرمائی ہے اور ان کی آنکھوں، کانوں اور دوسرے اعضاء کی طاقت اس قدر بے مثل و بے مثال

ہے۔ اور اُن سے ایسے ایسے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) حدیث مذکورِ بالا سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امیرالمومنین حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی حکومت ہوا پر بھی تھی۔ اور ہوا بھی ان کے کنٹرول میں تھی۔ اس لئے کہ آوازوں کو دوسروں کے کانوں تک پہنچانا درحقیقت ہوا کا کام ہے کہ ہوا کے تموّج ہی سے آوازیں لوگوں کے کانوں کے پردوں سے ٹکرا کر سُنائی دیا کرتی ہیں۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے جب چاہا اپنے قریب والوں کو اپنی آواز سُنادی اور جب چاہا تو سیکڑوں میل دُور والوں کو بھی سُنادی۔ اس لیے کہ ہوا آپ کے زیرِ فرمان تھی۔ جہاں تک آپ نے چاہا ہوا سے آواز پہنچانے کا کام لے لیا۔

سُبحان اللہ! سچ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ یعنی جو خدا کا بندۂ فرماں بردار بن جاتا ہے تو خدا اس کا کارساز و مددگار بن جاتا ہے۔ اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا کہ ؎

تو ہم گردن از حکمِ داور میپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

یعنی تو خدا کے حکم سے سرتابی نہ کر۔ تاکہ تیرے حکم سے دُنیا کی کوئی چیز روگردانی نہ کرے۔

دریا کے نام خط روایت ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ مصر کا دریائے نیل خشک ہو گیا۔ مصری باشندوں نے مصر کے گورنر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فریاد کی۔ اور یہ کہا کہ مصر کی تمام ترپیداوار کا دارومدار اسی دریائے نیل کے پانی پر ہے۔ اے امیر! اب تک ہمارا یہ دستور رہا ہے کہ جب کبھی بھی یہ دریا سوکھ جاتا تھا تو ہم لوگ ایک خوبصورت کنواری لڑکی کو اس دریا میں زندہ دفن کر کے دریا کی بھینٹ چڑھایا کرتے تھے۔ تو یہ دریا جاری ہو جایا کرتا تھا۔ اب ہم کیا کریں؟ گورنر نے جواب دیا کہ ارحم الراحمین اور رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن کا رحمت بھرا دین ہمارا اسلام ہرگز ہرگز کبھی بھی اس بے رحمی اور ظالمانہ فعل کی اجازت نہیں دے سکتا۔ لہٰذا تم لوگ انتظار کرو۔ میں دربارِ خلافت میں خط لکھ کر دریافت کرتا ہوں۔ وہاں سے جو حکم ملے گا ہم اس پر عمل کریں گے۔

چنانچہ ایک قاصد گورنر کا خط لے کر مدینہ منوّرہ دربارِ خلافت میں حاضر ہوا۔ امیر المومنین نے گورنر کا خط پڑھ کر دریائے نیل کے نام ایک خط تحریر فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

> اے دریائے نیل! اگر تو خود بخود جاری ہوا کرتا تھا تو ہم کو تیری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہوتا تھا تو پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جاری ہو جا!

امیر المومنین نے اس خط کو قاصد کے حوالہ فرمایا۔ اور حکم دیا کہ میرے اس خط کو دریائے نیل میں دفن کر دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق گورنر

مصرنے اس خط کو دریائے نیل کے خشک ریت میں دفن کر دیا۔ خدا کی شان کہ جیسے ہی امیر المومنین کا خط دریا میں دفن کیا گیا فوراً ہی دریا جاری ہو گیا۔ اور اس کے بعد پھر کبھی خشک نہیں ہوا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۱ و ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۶۶)

تبصرہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ جس طرح ہوا پر امیر المومنین حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی حکومت تھی اسی طرح دریاؤں کے پانیوں پر بھی آپ کی حکمرانی کا پرچم لہرا رہا تھا۔ اور دریاؤں کی روانی بھی آپ کی فرماں بردار و خدمت گزار تھی۔

چادر دیکھ کر آگ بجھ گئی

روایت ہے کہ آپ کی خلافت کے دَور میں ایک مرتبہ ناگہاں ایک پہاڑ کے غار سے ایک بہت ہی خطرناک آگ نمودار ہوئی جس نے آس پاس کی تمام چیزوں کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا۔ جب لوگوں نے دربارِ خلافت میں فریاد کی تو امیر المومنین نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو اپنی چادر مبارک عطا فرمائی۔ اور ارشاد فرمایا کہ تم میری یہ چادر لے کر آگ کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ اس مقدس چادر کو لے کر روانہ ہو گئے اور جیسے ہی آگ کے قریب پہنچے یکایک وہ آگ بجھنے اور پیچھے ہٹنے لگی۔ یہاں تک کہ وہ آگ غار کے اندر چلی گئی۔ اور جب یہ چادر لے کر غار کے اندر داخل ہو گئے تو وہ آگ بالکل ہی بجھ گئی اور پھر کبھی بھی ظاہر نہیں ہوئی۔

(ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۷۲)

تبصرہ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ہوا اور پانی کی طرح آگ پر بھی

امیرالمومنین کی حکمرانی تھی۔ اور آگ بھی آپ کے تابعِ فرمان تھی۔

مار سے زلزلہ ختم

"امام الحرمین" نے اپنی کتاب "الشامل" میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا۔ اور زمین زوروں کے ساتھ کانپنے اور ہلنے لگی۔ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جلال میں بھر کر زمین پر ایک دُرّہ مارا اور بلند آواز سے تڑپ کر فرمایا کہ قِرِّیْ اَلَمْ اَعْدِلْ عَلَیْکِ اے زمین! ساکن ہو جا۔ کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا ہے؟ آپ کا یہ فرمان جلالت نشان سنتے ہی زمین ساکن ہو گئی اور زلزلہ ختم ہو گیا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۱ و ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۷۲)

تبصرہ

اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حکومت جس طرح ہوا، پانی، آگ پر تھی اسی طرح زمین پر بھی آپ کے فرمانِ شاہی کا سکّہ چلتا تھا۔ مذکورہ بالا چاروں کرامتوں سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی حکومت ہوا، آگ، پانی اور مٹی سبھی پر ہے اور چونکہ یہ چاروں اربعہ عناصر کہلاتے ہیں یعنی انھیں چاروں سے تمام کائناتِ عالم کے مرکبات بنائے گئے ہیں، تو جب ان چاروں عناصر پر اولیاء کرام کی حکومت ثابت ہو گئی تو جو جو چیزیں ان چاروں عناصر سے مرکب ہوئی ہیں ظاہر ہے کہ ان پر بطریقِ اولیٰ اولیاءِ کرام کی حکومت ہو گی۔

دُور سے پکار کا جواب

حضرت امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سرزمینِ روم میں مجاہدینِ اسلام کا ایک لشکر بھیجا۔ پھر کچھ دنوں کے بعد بالکل ہی اچانک مدینہ منورہ میں نہایت ہی بلند آواز سے

آپ نے دو مرتبہ یہ فرمایا کہ یَا لَبَّیْکَاہُ! یَا لَبَّیْکَاہُ! یعنی اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں! اہل مدینہ حیران رہ گئے اور اُن کی سمجھ میں کچھ بھی نہ آیا کہ امیرالمومنین کس فریاد کرنے والے کی پُکار کا جواب دے رہے ہیں؟ لیکن جب کچھ دنوں کے بعد وہ لشکر مدینہ منورہ واپس لوٹا اور اس لشکر کا سپہ سالار اپنی فتوحات اور اپنے جنگی کارناموں کا ذکر کرنے لگا تو امیرالمومنین نے فرمایا کہ اِن باتوں کو چھوڑدو! پہلے یہ بتاؤ کہ جس مجاہد کو تم نے زبردستی دریا میں اُتارا تھا اور اُس نے یَا عُمَرَاہُ! یَا عُمَرَاہُ! (اے میرے عمر! میری خبر لیجیے!) پکارا تھا۔ اور اس کا کیا واقعہ تھا؟

سپہ سالار نے فاروقی جلال سے سہم کر کانپتے ہوئے عرض کیا کہ امیرالمومنین! مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار اُتارنا تھا اس لیے میں نے پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لیے اُس کو دریا میں اُترنے کا حکم دیا۔ چونکہ موسم بہت ہی سرد تھا اور زوردار ہوائیں چل رہی تھیں اس لیے اُس کو سردی لگ گئی۔ اور اس نے دو مرتبہ زور زور سے یَا عُمَرَاہُ! یَا عُمَرَاہُ! کہہ کر آپ کو پکارا۔ پھر یکایک اُس کی روح پرواز کر گئی۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز ہرگز اس کو ہلاک کرنے کے ارادہ سے دریا میں اُترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ جب اہل مدینہ نے سپہ سالار کی زبانی یہ قصّہ سُنا تو ان لوگوں کی سمجھ میں آ گیا کہ امیرالمومنین نے ایک دن جو دو مرتبہ یَا لَبَّیْکَاہُ! یَا لَبَّیْکَاہُ! فرمایا تھا۔ درحقیقت یہ اسی مظلوم مجاہد کی فریاد و پکار کا جواب تھا۔ امیرالمومنین سپہ سالار کا بیان سُن کر غیظ و غضب میں بھر گئے اور فرمایا کہ سرد موسم اور ٹھنڈی ہواؤں کے

جھونکوں میں اس مجاہد کو دریا کی گہرائی میں اُتارنا یہ قتلِ خطا کے حکم میں ہے۔ لہٰذا تم اپنے مال میں سے اس کے وارثوں کو اس کا خوں بہا ادا کرو۔ اور خبردار! خبردار! آئندہ کسی سپاہی سے ہرگز ہرگز کبھی کوئی ایسا کام نہ لینا جس میں اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہو۔ کیونکہ میرے نزدیک ایک مسلمان کا ہلاک ہوجانا بڑی سے بڑی ہلاکتوں سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر ہلاکت ہے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۷۲)

تبصرہ امیر المومنین نے اس وفات پانے والے سپاہی کی فریاد اور پکار کو سیکڑوں میل کی دوری سے سُن لیا اور اس کا جواب بھی دیا۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اولیاء کرام دور کی آوازوں کو سُن بھی لیتے ہیں اور ان کا جواب بھی دیتے ہیں۔

دو غیبی شیر روایت ہے کہ بادشاہِ روم کا بھیجا ہوا ایک عجمی کافر مدینہ منورہ آیا اور لوگوں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے بتادیا کہ وہ دوپہر کو کھجور کے باغوں میں شہر سے کچھ دور قیلولہ فرماتے ہوئے تم کو ملیں گے۔ یہ عجمی کافر ڈھونڈتے ڈھونڈتے آپ کے پاس پہونچ گیا اور یہ دیکھا کہ آپ اپنا چمڑے کا دُرّہ اپنے سر کے نیچے رکھ کر زمین پر گہری نیند سو رہے ہیں۔ عجمی کافر اس ارادے سے تلوار کو نیام سے نکال کر آگے بڑھا کہ امیر المومنین کو قتل کر کے بھاگ جائے۔ مگر وہ جیسے ہی آگے بڑھا بالکل ہی اچانک اس نے یہ دیکھا کہ دو شیر مُنہ پھاڑے ہوئے اس پر حملہ کرنے والے ہیں۔ یہ خوفناک

منظر دیکھ کر وہ خوف و دہشت سے بلبلا کر چیخ پڑا اور اس کی چیخ کی آواز سے امیرالمومنین بیدار ہو گئے۔ اور یہ دیکھا کہ عجمی کافر ننگی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تھر تھر کانپ رہا ہے۔ آپ نے اس کی چیخ اور دہشت کا سبب دریافت فرمایا تو اس نے سچ سچ سارا واقعہ بیان کر دیا اور پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اور امیرالمؤمنین نے اس کے ساتھ نہایت ہی مشفقانہ برتاؤ فرما کر اس کے قصور کو معاف فرما دیا۔

(ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۷۲ و تفسیر کبیر ج ۵ ص ۴۷۸)

تبصرہ

یہ روایت بتا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کی حفاظت کے لیے غیب سے ایسے سامان فراہم فرما دیتا ہے کہ جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا اور یہی غیبی سامان اولیاء اللہ کی کرامت کہلاتے ہیں۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ؎

محالست چوں دوست دارد ترا
کہ در دستِ دشمن گزارد ترا

یعنی اللہ تعالیٰ جب تم کو اپنا محبوب بندہ بنالے تو پھر یہ محال ہے کہ وہ تم کو تمہارے دشمن کے ہاتھ میں کس مپرسی کے عالم میں چھوڑ دے۔ بلکہ اس کی کبریائی ضرور دشمنوں سے حفاظت کے لیے اپنے محبوب بندوں کی غیبی طور پر امداد و نصرت کا سامان پیدا فرما دیتی ہے اور یہی نصرتِ ایمانی فضلِ ربانی بن کر اس طرح محبوبانِ الٰہی کی دشمنوں سے حفاظت کرتی ہے جس کو دیکھ کر

بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے کہ ع

"دشمن اگر قوی است نگہباں قوی تر است"

قبر میں بدن سلامت

ولید بن عبدالملک اموی کے دورِ حکومت میں جب روضۂ منورہ کی دیوار گر پڑی۔ اور بادشاہ کے حکم سے تعمیر جدید کے لئے بنیاد کھودی گئی۔ تو ناگہاں بنیاد میں ایک پاؤں نظر آیا۔ لوگ گھبرا گئے اور سب نے یہی خیال کیا کہ یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پائے اقدس ہے۔ لیکن جب عُروہ بن زُبیر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دیکھا اور پہچانا۔ پھر قسم کھا کر یہ فرمایا کہ یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقدس پاؤں نہیں ہے۔ بلکہ یہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم شریف ہے تو لوگوں کی گھبراہٹ اور بے چینی میں قدرے سکون ہوا۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۶)

تبصرہ

بخاری شریف کی یہ روایت اس بات کی زبردست شہادت ہے کہ بعض اولیائے کرام کے مقدس جسموں کو قبر کی مٹی برسوں گزر جانے کے بعد بھی نہیں کھا سکتی۔ بدن تو بدن ان کے کفن کو بھی مٹی میلا نہیں کر سکتی۔ جب اولیاء کرام کا یہ حال ہے تو بھلا حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کیا حال ہوگا۔ پھر حضور سید الانبیاء خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا کیا کہنا؟ جب کہ وہ اپنی قبر منور میں جسمانی لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ نَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ یعنی اللہ کے نبی زندہ ہیں اور ان کو روزی بھی دی جاتی ہے ✤

جو کہہ دیا وہ ہو گیا

رُبیعہ بن اُمیّہ بن خلف نے امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنا یہ خواب بیان کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میں ایک ہرے بھرے میدان میں ہوں۔ پھر میں اس سے نکل کر ایک ایسے چٹیل میدان میں آ گیا جس میں کہیں دور دور تک گھاس یا درخت کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ اور جب میں نیند سے بیدار ہوا تو واقعی میں ایک بنجر میدان میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو ایمان لائے گا۔ پھر اس کے بعد کافر ہو جائے گا۔ اور کفر ہی کی حالت میں مرے گا۔ اپنے خواب کی یہ تعبیر سن کر وہ کہنے لگا کہ میں نے کوئی خواب نہیں دیکھا ہے۔ میں نے تو یوں ہی جھوٹ موٹ آپ سے یہ کہہ دیا ہے۔ آپ نے یہ فرمایا کہ تو نے خواب دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو مگر میں نے جو تعبیر دی ہے وہ اب پوری ہو کر رہے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسلمان ہونے کے بعد اُس نے شراب پی۔ اور امیرالمومنین نے اُس کو دُرّہ مار کر سزا دی اور اس کو شہر بدر کر کے خیبر بھیج دیا۔ وہ ظالم وہاں سے بھاگ کر روم کی سرزمین میں چلا گیا اور وہاں جا کر وہ مردود نصرانی ہو گیا۔ اور مرتد ہو کر کفر ہی کی حالت میں مر گیا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۱۷۰)

لوگوں کی تقدیر میں کیا ہے؟

عبداللہ بن مَسْلَمہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبیلہ کا ایک وفد امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہِ خلافت میں آیا۔ تو اس جماعت میں "اُشتر" نام کا ایک شخص بھی تھا۔ امیرالمومنین اس کو سر سے پیر تک بار بار گرم گرم نگاہوں سے دیکھتے رہے۔ پھر مجھ سے دریافت فرمایا کہ کیا یہ شخص تمہارے ہی قبیلہ کا ہے؟

میں نے کہا کہ "جی ہاں"! اُس وقت آپ نے فرمایا کہ خدا اس کو غارت کرے اور اس کے شر و فساد سے اِس اُمت کو محفوظ رکھے۔ امیر المومنین کی اس دُعا کے بیس برس بعد جب باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ تو یہی اُشتر اس باغی گروہ کا ایک بہت بڑا لیڈر تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام کے کفّار سے جہاد کرنے کے لئے لشکر بھرتی فرما رہے تھے۔ ناگہاں ایک ٹولی آپ کے سامنے آئی تو آپ نے انتہائی کراہت کے ساتھ ان لوگوں کی طرف سے مُنہ پھیر لیا۔ پھر دوبارہ یہ لوگ آپ کے روبرو آئے تو آپ نے مُنہ پھیر کر ان لوگوں کو اسلامی فوج میں بھرتی کرنے سے انکار فرما دیا۔ لوگ آپ کے اس طرزِ عمل سے انتہائی حیران تھے۔ لیکن آخر میں یہ راز کُھلا کہ اِس ٹولی میں "اُسود تجیبی" بھی تھا جس نے اس واقعہ سے بیس برس بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کیا۔ اور اِس ٹولی میں عبدالرحمٰن بن مُلجم مُرادی بھی تھا جس نے اس واقعہ سے تقریباً چھبیس برس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار سے شہید کر ڈالا + (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ صـ ۱۶۹ و صـ ۱۷۲)

تبصرہ مذکورہ بالا کرامتوں میں آپ نے ربیعہ بن اُمیہ بن خلف کے خاتمہ کے بارے میں برسوں پہلے یہ خبر دی کہ وہ کافر ہو کر مرے گا۔ اور بیس برس پہلے آپ نے "اُشتر کے شر و فساد سے اُمت کے محفوظ رہنے کی دُعا مانگی۔ اور "اُسود تجیبی" سے اِس بنا پر مُنہ پھیر لیا اور اسلامی لشکر میں اس کو بھرتی کرنے سے انکار فرما دیا کہ یہ دونوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں سے تھے۔

اور چھبیس (۲۶) برس پہلے آپ نے عبدالرحمٰن بن مُلجم مرادی کو بہ نظرِ کراہت دیکھا اور اسلامی لشکر میں اِس بنا پر بھرتی نہیں فرمایا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قاتل تھا۔

اِن مستند روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ اولیاءِ کرام کو خداوند قُدوس کے بتا دینے سے آدمیوں کی تقدیروں کا حال معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی شریف میں فرمایا ہے کہ ؎

لوح محفوظ است پیشِ اَولیا

از چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی لوح محفوظ اولیاءِ کرام کے پیشِ نظر رہتی ہے جس کو دیکھ کر وہ انسانوں کی تقدیروں میں کیا لکھا ہے، اس کو جان لیتے ہیں۔ لوحِ محفوظ کو اس لئے لوحِ محفوظ کہتے ہیں کہ وہ غلطیوں اور خطاؤں سے محفوظ ہے۔

دُعا کی مقبولیت

ابو ہُدبہ حمصی کا بیان ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ عراق کے لوگوں نے آپ کے گورنر کو اُس کے مُنہ پر کنکریاں مار کر اور ذلیل و رُسوا کر کے شہر سے باہر نکال دیا ہے تو آپ کو اِس خبر سے انتہائی رنج و قلق ہوا۔ اور آپ بے انتہا غضبناک ہو کر مسجد نبوی میں تشریف لے گئے اور اسی غیظ و غضب کی حالت میں آپ نے نماز شروع کر دی لیکن چونکہ آپ فرطِ غضب سے مضطرب تھے اس لئے آپ کو نماز میں سہو ہو گیا اور آپ اِس رنج و غم سے اور بھی زیادہ بے تاب ہو گئے اور انتہائی رنج و غم کی حالت میں آپ نے یہ دُعا مانگی کہ یا اللہ! قبیلہء ثقیف کے لونڈے

(حجاج بن یوسف ثقفی) کو ان لوگوں پر مسلّط فرمادے جو زمانۂ جاہلیت کا حکم چلاکر ان عراقیوں کے نیک و بد کسی کو بھی نہ بخشے۔ چنانچہ آپ کی یہ دُعا مقبول ہو گئی۔ اور عبد الملک بن مروان اموی کے دورِ حکومت میں حجّاج بن یوسف ثقفی عراق کا گورنر بنا اور اُس نے عراق کے باشندوں پر ظلم وستم کا ایسا پہاڑ توڑا کہ عراق کی زمین بلبلا اُٹھی۔ حجّاج بن یوسفِ ثقفی اتنا بڑا ظالم تھا کہ اُس نے جن لوگوں کو رسّی میں باندھ کر اپنی تلوار سے قتل کیا۔ ان مقتولوں کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ زائد ہی ہے۔ اور جو لوگ اس کے حکم سے قتل کیے گئے اُن کی گنتی کا تو شمار ہی نہیں ہو سکا۔ حضرت ابن لَهِیعَہ محدّث نے فرمایا ہے کہ جس وقت امیر المومنین نے یہ دعا مانگی تھی اُس وقت تک حجّاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۷۲)

تبصرہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو غیب کی باتوں کا بھی علم عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ روایت مذکورہ بالا میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ابھی حجّاج بن یوسف ثقفی پیدا بھی نہیں ہوا تھا لیکن امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حجّاج بن یوسف ثقفی نامی ایک بچّہ پیدا ہو گا جو بڑا ہو کر گورنر بنے گا اور انتہائی ظالم ہو گا۔ ظاہر ہے کہ قبل از وقت اِن باتوں کا معلوم ہو جانا یقیناً یہ غیب کا علم ہے۔ اب یہ مسئلہ آفتابِ عالم تاب سے بھی زیادہ روشن ہو گیا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو غیب کا علم عطا فرماتا ہے تو پھر انبیاء کرام عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام خصوصًا حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اللہ تعالیٰ نے یقیناً

علوم غیبیہ کا خزانہ عطا فرمایا ہے۔ اور یہ حضرات بے شمار غیب کی باتوں کو خدا کے بتادینے سے جانتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی بتاتے ہیں۔ چنانچہ اہل حق حضرات علماء اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام بالخصوص حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بیشمار علوم غیبیہ کے خزانے عطا فرمائے ہیں۔ اور یہی عقیدہ حضرات تابعین و حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا بھی تھا۔ چنانچہ مواہب لدنیہ شریف میں ہے کہ :۔

قد اشتهر وانتشر امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بين اصحابه بالاطلاع على الغيب	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیوب پر مطلع ہیں۔ یہ بات صحابۂ کرام میں عام طور پر مشہور اور زبان زد خاص و عام تھی۔

اسی طرح مواہب لدنیہ کی شرح میں علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے، واصحابه صلى الله عليه وسلم جازمون باطلاعه على الغيب۔ یعنی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ پختہ عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کی باتوں پر مطلع ہیں۔ ان دو بزرگوں کے علاوہ دوسرے بہت ائمہ کرام نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں اس تصریح کو بیان فرمایا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھو ہماری کتاب "قرآنی تقریریں" اور "قیامت کب آئے گی؟"

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

خلیفہ سوم امیر المومنین حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ عنہ کی کنّیت "ابو عمرو" اور لقب "ذو النّورین" (دو نور والے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے: ——— عثمان بن عفّان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ——— آپ کا خاندانی شجرہ "عبد مناف" پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ نے آغازِ اسلام ہی میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے بیحد ستایا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس لیے آپ "صاحب الہجرتین" (دو ہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لیے آپ کا لقب "ذو النّورین" ہے۔ آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفّار سے جنگ فرماتے رہے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہو گئی تھیں اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرما دیا۔ لیکن ان کو مجاہدینِ بدر میں شمار فرما کر مالِ غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا۔ اور اجر و ثواب کی بشارت بھی دی۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تختِ خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔

آپ کے دورِ خلافت میں اسلامی حکومت کے حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی۔ اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہو کر خلافتِ راشدہ کے زیرنگیں ہوئے۔ بیاسی ۸۲ برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بارہ ۱۲ ذوالحجہ یا اٹھارہ ۱۸ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کردیا کہ آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور آپ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑے۔ آپ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زُبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

(تاریخ الخلفاء و ازالۃ الخفاء وغیرہ)

کرامات

زناکار آنکھیں

علامہ تاج الدین سُبکی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "طبقات" میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیرالمومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیرالمومنین نے نہایت ہی پُر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمھاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بُھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی

وحی اُترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں؟

امیر المومنین نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قولِ حق اور سچی بات ہے۔ اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کر لیا کرتا ہوں +

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲۔ ص ۸۶۲ وازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۲۷)

تبصرہ قرآن مجید میں خداوند قدوس کا ارشاد ہے کہ کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ط یعنی آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اُس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے۔ اور چونکہ قلب، پورے جسم کا بادشاہ ہے۔ اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اِس اثر سے متأثر ہو جاتا ہے۔ تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں نورِ بصارت کے ساتھ ساتھ نورِ بصیرت بھی ہوا کرتا ہے۔ وہ بدن کے ہر ہر حصّہ میں اِن اثرات کو اپنے نورِ فراست اور نگاہِ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحبِ باطن تھے اس لئے انھوں نے اپنی نگاہِ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا۔ اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زناکار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "زِنَا الْعَيْنَيْنِ النَّظَرُ"۔ یعنی کسی اجنبی عورت کو بُری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زِنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام "جہجاہ غفاری" تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دستِ مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم و حیاء کی وجہ سے اُس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا۔ لیکن خدا کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اُس مردود کو یہ سزا دی کہ اُس کے ہاتھ میں "کینسر" کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ سڑ گل کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲۔ ص ۸۶۲ و تاریخ الخلفاء ص ۱۱۳)

گستاخی کی سزا

ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سُنا کہ "ہائے افسوس میرے لیے جہنم ہے۔" میں اُٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اُس شخص کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ "ہائے افسوس میرے لیے جہنم ہے!" یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اُس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بنا پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سُن کر اُس نے یہ کہا کہ اے شخص میرا حال نہ پوچھ۔ میں اُن بدنصیب لوگوں میں سے ہوں۔ جو امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے اُن کے مکان میں گھس پڑے تھے۔

میں جب تلوار لے کر اُن کے قریب پہنچا تو اُن کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا۔ تو میں نے اُن کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا۔ یہ دیکھ کر امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دُعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پیروں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے۔ اور تجھ کو جہنّم میں جھونک دے"۔ اے شخص! میں امیر المومنین کے پُرجلال چہرے کو دیکھ کر اور اُن کی اِس قاہرانہ دُعا کو سُن کر کانپ اُٹھا۔ اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المومنین کی چار دُعاؤں میں سے تین دُعاؤں کی زد میں تو میں آچکا۔ تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ کٹ چکے۔ اور دونوں پاؤں کٹ چکے۔ اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں۔ اب صرف چوتھی دُعا یعنی میرا جہنّم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا۔ چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں۔ اور اپنے جہنّمی ہونے کا اقرار کر رہا ہوں۔

(ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۲۷)

تبصرہ مذکورۂ بالا دونوں روایتوں، اور کراستوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے۔ لیکن اگر کوئی بدنصیب اُس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اُس مردود کو ہرگز ہرگز معاف

نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دُنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے۔ اور وہ دونوں جہان میں قہرِ قہار و غضبِ جبار کا اس طرح سزاوار ہو جاتا ہے کہ دُنیا میں لعنتوں کی مار اور پھٹکار اور آخرت میں عذابِ نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔

رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بُنیاد ہی محبوبانِ خُدا کی بے ادبی پر ہے، ہم نے اِن گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہرِ الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ! الامان الامان"۔ اور مرتے وقت ان لوگوں کا اتنا بُرا حال ہوا ہے کہ" توبہ۔ توبہ۔ نعوذ باللہ منہ"۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ (آمین!)

خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر کے ان کے گھر میں پانی کی ایک ایک بُوند کا جانا بند کر دیا تھا۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیاس کی شدّت سے تڑپتے رہتے تھے۔ میں آپ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا۔ تو آپ اُس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج مَیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُر انوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! ظالموں نے

پانی بند کر کے تمھیں پیاس سے بے قرار بنا دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ "جی ہاں"

تو فوراً ہی آپ نے دریچے میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں

اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا۔ اور اب

اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں

چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمھاری خواہش ہو تو ان

باغیوں کے مقابلہ پر میں تمھاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو

ہمارے پاس آکر روزہ افطار کرو۔ اے عبد اللہ بن سلام! میں نے خوش

ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے دربار پُر انوار میں حاضر ہو کر روزہ

افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت

عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر

چلا آیا۔ اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۸۲)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ

کے قبرستان جنۃ البقیع کے اُس حصہ میں تشریف لے گئے، جو "حش کوکب"

کہلاتا ہے۔ تو آپ نے وہاں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک

مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہو گئی اور

باغیوں نے آپ کے جنازۂ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو

نہ روضۂ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا۔ نہ جنۃ البقیع کے اُس حصہ میں آپ مدفون کیے جا سکے جو کبارِ صحابہ کا قبرستان تھا۔ بلکہ سب سے دور الگ تھلگ "حش کوکب" میں آپ سپردِ خاک کیے گئے۔ جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر بنے گی۔ کیونکہ اس وقت تک یہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں ۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۲۲۷)

تبصرہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب ؟ اور کہاں وفات پائیں گے ؟ اور کس جگہ ان کی قبر بنے گی ؟ چنانچہ سیکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب ؟ اور کہاں ؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے ۔

ضروری انتباہ اس موقع پر بعض کج فہم اور بد عقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کون سی زمین میں مرے گا ۔ لہٰذا اولیاء کرام کے یہ سب قصے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے۔ اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے۔ مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل و فہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب ؟ اور کہاں ؟ مرے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کو بذریعہ وحی اور اولیاء کو بطریق کشف و کرامت ان چیزوں کا علم

پانی بند کر کے تمھیں پیاس سے بے قرار بنا دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ "جی ہاں" تو فوراً ہی آپ نے دریچہ میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا۔ میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا۔ اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمھاری خواہش ہو تو اِن باغیوں کے مقابلہ پر میں تمھاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے دربارِ پُر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا۔ اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ کو شہید کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۷، ص ۱۸۲)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع کے اُس حصہ میں تشریف لے گئے، جو "حش کوکب" کہلاتا ہے۔ تو آپ نے وہاں ایک جگہ پر کھڑے ہو کر فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مردِ صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہو گئی اور باغیوں نے آپ کے جنازۂ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہُلّڑ بازی کی کہ آپ کو

نہ روضۂ منوّرہ کے قریب دفن کیا جا سکا۔ نہ جنّتہ البقیع کے اُس حصّہ میں آپ مدفون کیے جا سکے جو کبارِ صحابہ کا قبرستان تھا۔ بلکہ سب سے دور الگ تھلگ "حش کوکب" میں آپ سپرد خاک کئے گئے۔ جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیرالمومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر بنے گی۔ کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں ۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۲۲۷)

تبصرہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں وفات پائیں گے؟ اور کس جگہ ان کی قبر بنے گی؟ چنانچہ سیکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پاکر مدفون ہوں گے۔

ضروری انتباہ اس موقع پر بعض کج فہم اور بد عقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ط یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کون سی زمین میں مرے گا۔ لہٰذا اولیاء کرام کے یہ سب قصّے غلط ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے۔ اور ہر مومن کا اس پر ایمان ہے۔ مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل و فہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب! اور کہاں؟ مرے گا۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کو بذریعہ وحی اور اولیاء کو بطریق کشف و کرامت ان چیزوں کا علم

عطا فرمادے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کب؟ اور کہاں؟ ان کا انتقال ہوگا؟
خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا. لیکن اللہ تعالیٰ کے بتادینے سے خاصانِ خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا؟ مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم. اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی اور قدیم ہے۔ اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے. اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے۔ اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔ اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہوگیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہلِ حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں۔ اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں۔ کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا۔ اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء و اولیاء جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء و اولیاء خدا کے بتادینے سے جان لیتے ہیں۔ اب ناظرینِ کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کون سا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سو فیصدی صحیح اور درست ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ط

شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی

رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سُنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا کہ "اَبْشِرْ اِبْنَ عَفَّان بِرَوْحٍ وَّرَیْحَان وَبِرَبٍّ غَیْرِ غَضْبَان اَبْشِرْ اِبْنَ عَفَّان بِغُفْرَان وَّرِضْوَان" یعنی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران و رضوان کی بھی بشارت دے دو ـــــ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس آواز کو سُن کر اِدھر اُدھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ (شواہد النبوۃ ص۱۵۸)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور و کفن پڑی رہی۔ پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازۂ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہونچا دیا۔ اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔ اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنۃ البقیع میں داخل ہوئی۔ ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازۂ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے باآواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں۔ ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سُن کر لوگوں کا خوف دُور ہو گیا اور اطمینان و سکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ

فرشتوں کی جماعت تھی + (شواہد النبوۃ ص۱۵۸)

گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہونچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کی قبرِ انور پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لیے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض رکھتا تھا توہین و اہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لیے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لیے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس لوٹنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر و عافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہونچ گئے۔ لیکن وہ شخص جو آپ کی قبرِ انور پر زیارت کے لیے نہیں گیا تھا اُس کا یہ انجام ہوا کہ درمیانِ راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دَہاڑتا اور غُرّاتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ یہ منظر دیکھ کر تمام اہلِ قافلہ نے ایک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی و بے حُرمتی کا انجام ہے۔

(شواہد النبوۃ ص۱۵۱)

تبصرہ مذکورہ بالا تینوں روایتوں سے امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی جلالتِ شان اور دربارِ خداوندی میں ان کی مقبولیت اور ولایت و کرامت کا ایسا عظیم الشان نشان ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے مراتب کی بلندیوں کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اور آخری روایت

تو ان گستاخوں کے لیے بہت ہی عبرت خیز و خوفناک نشان ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں بدزبان ہو کر خُلفاءِ ثلٰثہ پر تبرّابازی کیا کرتے ہیں۔ جیساکہ ہمارے دور کے شیعوں کا مذموم و ناپاک طریقہ ہے۔ اہلسنّت کو لازم ہے کہ ان کی مجالس میں ہرگز ہرگز قدم نہ رکھیں۔ وِرنہ قہرِ الٰہی میں مبتلا ہونے کا خطرناک اندیشہ ہے۔ خداوندِ کریم ہر مسلمان کو اپنے قہر و غضب سے بچائے رکھے اور حضراتِ خلفاءِ کرام اور تمام صحابۂ کرام کی محبّت و عقیدت کی دولت عطا فرمائے + + آمین!

۴ حضرت علی مُرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خلیفۂ چہارم جانشینِ رسول و زوجِ بتول حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیّت "ابوالحسن" اور "ابوتراب" ہے۔ آپ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب کے فرزند ارجمند ہیں۔ عام الفیل کے تیس برس بعد جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تیس ۳۰ برس کی تھی۔ ۱۳ ر رجب کو جمعہ کے دن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانۂ کعبہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ کا نام حضرت فاطمہ بنت اسد ہے۔ (رضی اللہ عنہا) آپ نے اپنے بچپن ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا۔ اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیرِ تربیت ہر وقت آپ کی امداد و نُصرت میں لگے رہتے تھے۔ آپ مہاجرین اوّلین اور عشرۂ مبشّرہ میں اپنے بعض خصوصی درجات کے لحاظ سے بہت زیادہ ممتاز

ہیں۔ جنگ بدر، جنگ اُحُد، جنگِ خندق وغیرہ تمام اسلامی لڑائیوں میں اپنی بے پناہ شجاعت کے ساتھ کفار سے جنگ فرماتے رہے۔ اور کفار عرب کے بڑے بڑے نامور بہادر اور سورما آپ کی مقدس تلوار ذوالفقار کی مار سے مقتول ہوئے۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انصار و مہاجرین وغیرہ نے آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا۔ اور چار برس، آٹھ ماہ نو دن تک آپ مسندِ خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔ ۱۷ رمضان ۴۰ھ کو عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی خارجی مردود نے نمازِ فجر کو جاتے ہوئے آپ کی مقدس پیشانی اور نورانی چہرے پر ایسی تلوار ماری جس سے آپ شدید طور پر زخمی ہو گئے۔ اور دو دن زندہ رہ کر جامِ شہادت سے سیراب ہو گئے۔ اور بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ ۱۹ رمضان جمعہ کی رات میں آپ زخمی ہوئے اور ۲۱ رمضان شب یکشنبہ آپ کی وفات ہوئی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

آپ کے بڑے فرزند حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ کو دفن فرمایا۔ (تاریخ الخلفاء و ازالۃ الخفاء وغیرہ)

کرامات

قبر والوں سے سوال و جواب

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کے قبرستان جنۃ البقیع میں گئے تو آپ نے قبروں کے سامنے کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا کہ اے قبر والو! السلام علیکم

ورحمۃ اللہ، کیا تم لوگ اپنی خبریں ہمیں سناؤ گے یا ہم تم لوگوں کو تمھاری خبریں سنائیں؟ اس کے جواب میں قبروں کے اندر سے آواز آئی "وَعَلَیْکَ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ" اے امیرالمومنین! آپ ہی ہمیں یہ سنائیے کہ ہماری موت کے بعد ہمارے گھروں میں کیا کیا معاملات ہوئے؟۔ حضرت امیرالمومنین نے یہ فرمایا کہ اے قبر والو! تمھارے بعد تمھارے گھروں کی خبر یہ ہے کہ تمھاری بیویوں نے دوسروں سے نکاح کر لیا اور تمھارے مال و دولت کو تمھارے وارثوں نے آپس میں تقسیم کر لیا۔ اور تمھارے چھوٹے چھوٹے بچے یتیم ہو کر در بدر پھر رہے ہیں اور تمھارے مضبوط اور اونچے اونچے محلوں میں تمھارے دشمن آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے جواب میں قبروں میں سے ایک مردہ کی یہ دردناک آواز آئی کہ اے امیرالمومنین! ہماری خبر یہ ہے کہ ہمارے کفن پرانے ہو کر پھٹ چکے ہیں اور جو کچھ ہم نے دنیا میں خرچ کیا تھا اس کو ہم نے یہاں پا لیا ہے۔ اور جو کچھ ہم دنیا میں چھوڑ آئے تھے اس میں ہمیں گھاٹا ہی گھاٹا اٹھانا پڑا ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۳)

تبصرہ اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو یہ طاقت و قدرت عطا فرماتا ہے کہ قبر والے ان کے

سوالوں کا باآواز بلند اس طرح جواب دیتے ہیں کہ دوسرے حاضرین بھی سُن لیتے ہیں۔ یہ قدرت و طاقت عام انسانوں کو حاصل نہیں ہے۔ لوگ اپنی آوازیں تو مُردوں کو سُنا سکتے ہیں اور مُردے اُن کی آوازوں کو سُن بھی لیتے ہیں مگر قبر کے اندر سے مُردوں کی آوازوں کو سُن لینا یہ عام انسانوں کے بس کی بات نہیں ہے، بلکہ یہ خاصانِ خُدا کا خاص حصّہ اور خاصّہ ہے۔ جس کو ان کی کرامت کے سوا اور کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ قبر والوں کا یہ اقبالی بیان ہے کہ مرنے والے دُنیا میں جو مال و دولت چھوڑ کر مرجاتے ہیں اس میں مرنے والوں کے لئے سراسر گھاٹا ہی گھاٹا ہے۔ اور جس مال و دولت کو وہ مرنے سے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کرجاتے ہیں وہی اُن کے کام آنے والا ہے۔

فالج زدہ اچھا ہو گیا

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”طبقات“ میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے دونوں شاہزادگان حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما کے ساتھ حرمِ کعبہ میں حاضر تھے کہ درمیانی رات میں ناگہاں یہ سُنا کہ ایک شخص بہت ہی گڑگڑا کر اپنی حاجت کے لیے دُعا مانگ رہا ہے اور زار زار رو رہا ہے۔ آپ نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس لاؤ۔ وہ شخص اس حال میں حاضرِ خدمت ہوا کہ اس کے بدن کی ایک کروٹ فالج زدہ تھی اور وہ زمین پر گھسٹتا ہوا آپ کے سامنے آیا۔ آپ نے اس کا قصہ دریافت فرمایا تو اس نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! میں

بہت ہی بے باکی کے ساتھ قسم قسم کے گناہوں میں دن رات منہمک رہتا تھا اور میرا باپ جو بہت ہی صالح اور پابندِ شریعت مسلمان تھا بار بار مجھ کو ٹوکتا اور گناہوں سے منع کرتا رہتا تھا۔ میں نے ایک دن اپنے باپ کی نصیحت سے ناراض ہو کر اس کو مار دیا۔ میری مار کھا کر میرا باپ رنج و غم میں ڈوبا ہوا حرمِ کعبہ میں آیا اور میرے لیے بددُعا کرنے لگا۔ ابھی اس کی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بالکل ہی اچانک میری ایک کروٹ پر فالج کا اثر ہو گیا۔ اور میں زمین پر گھسٹ کر چلنے لگا۔ اس غیبی سزا سے مجھے بڑی عبرت حاصل ہوئی اور میں نے رو رو کر اپنے باپ سے اپنے جُرم کی معافی طلب کی اور میرے باپ نے اپنی شفقت پدری سے مجبور ہو کر مجھ پر رحم کھایا اور مجھے معاف کر دیا اور کہا کہ بیٹا چل! جہاں میں نے تیرے لیے بدُعا کی تھی اُسی جگہ اب میں تیرے لیے صحت و سلامتی کی دُعا مانگوں گا۔ چنانچہ میں اپنے باپ کو اونٹنی پر سوار کر کے مکہ معظمہ لا رہا تھا کہ بالکل ہی ناگہاں اونٹنی ایک مقام پر بدک کر بھاگنے لگی اور میرا باپ اس کی پیٹھ سے گر کر دو چٹانوں کے درمیان ہلاک ہو گیا۔ اب میں اکیلا حرمِ کعبہ میں آ کر رات دن رو رو کر خُدا سے اپنی تندرستی کے لیے دُعائیں مانگتا رہتا ہوں۔ امیرالمومنین نے اس کی ساری سرگذشت سُن کر فرمایا کہ اے شخص! اگر واقعی تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تھا تو اطمینان رکھ کہ خداوند تعالیٰ بھی تجھ سے خوش ہو گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ اے امیرالمومنین! میں بحلفِ شرعی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا باپ مجھ سے خوش ہو گیا تھا۔ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے

اس شخص کی حالتِ زار پر قسم کھاکر اس کو تسلّی دی اور چند رکعت نماز پڑھ کر اُس کی تندرستی کے لیے دُعا مانگی۔ پھر فرمایا کہ اے مبارک شخص! اُٹھ کھڑا ہو جا! یہ سُنتے ہی وہ بلا تکلّف اُٹھ کر کھڑا ہو گیا اور چلنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر تو نے قسم کھا کر یہ نہ کہا ہوتا کہ تیرا باپ تجھ سے خوش ہو گیا تھا تو میں کبھی ہرگز تیرے لیے دُعا نہ کرتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۳)

گرتی ہوئی دیوار تھم گئی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دیوار کے سایے میں ایک مقدمہ کا فیصلہ فرمانے کے لیے بیٹھ گئے۔ درمیانِ مقدمہ میں لوگوں نے شور مچایا کہ اے امیر المومنین! یہاں سے اُٹھ جائیے۔ یہ دیوار گر رہی ہے۔ آپ نے نہایت ہی سکون و اطمینان کے ساتھ فرمایا کہ مقدمہ کی کارروائی جاری رکھو۔ اللہ تعالیٰ بہترین حافظ و نگہبان ہے۔ چنانچہ اطمینان کے ساتھ آپ اِس مقدمہ کا فیصلہ فرما کر جب وہاں سے چل دیے تو فوراً ہی وہ دیوار گر گئی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۲۷۳)

تبصرہ یہ روایت اِس بات کی دلیل ہے کہ خداوندِ قدّوس اپنے اولیاء کو ایسی ایسی روحانی طاقتیں عطا فرماتا ہے کہ ان کے اشاروں سے گرتی ہوئی دیوار تو کیا چیز ہے؟ بہتے ہوئے دریاؤں کی روانی بھی ٹھہر جاتی ہے۔ سچ ہے۔ ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپ کو جھوٹا کہنے والا اندھا ہو گیا

علی بن زازان کا بیان ہے کہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کوئی بات ارشاد فرمائی۔ تو ایک بدنصیب نے نہایت ہی بے باکی کے ساتھ یہ کہہ دیا کہ اے امیر المومنین! آپ جھوٹے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے شخص! اگر میں سچا ہوں تو ضرور تو قہرِ الٰہی میں گرفتار ہو جائے گا۔ اس گستاخ نے یہ کہہ دیا کہ آپ میرے لیے بددعا کر دیجئے۔ مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ اس کے منہ سے ان الفاظ کا نکلنا تھا کہ بالکل ہی اچانک وہ شخص دونوں آنکھوں سے اندھا ہو گیا اور اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا + (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۲۷۳)

کون کہاں مرے گا؟ کہاں دفن ہو گا؟

حضرت اُصبغ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر میں میدانِ کربلا کے اندر ٹھیک اس جگہ پہنچے جہاں آج حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی قبر انور بنی ہوئی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس جگہ آئندہ زمانے میں ایک آلِ رسول کا قافلہ ٹھہرے گا اور اِس جگہ ان کے اونٹ بندھے ہوں گے۔ اور اسی میدان میں جوانانِ اہلِ بیت کی شہادت ہوگی اور اسی جگہ ان شہیدوں کا مدفن بنے گا۔ اور اُن لوگوں پر آسمان وزمین روئیں گے +

(ازالۃ الخفاء مقصد دوم ص۲۷۳ بحوالہ الریاض النضرۃ)

تبصرہ روایت بالا سے پتہ چلتا ہے کہ اولیاء اللہ کو بذریعہ کشف برسوں بعد ہونے والے واقعات، اور لوگوں کے حالات، یہاں تک کہ لوگوں کی موت اور مدفن کی کیفیات کا علم حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ درحقیقت علمِ غیب ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے اولیاء کرام کو حاصل ہوا کرتا ہے۔ اور یہ اولیاء کی کرامت ہوا کرتی ہے

فرشتوں نے چکی چلائی

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے اُن کے مکان پر بھیجا۔ تو میں نے وہاں یہ دیکھا کہ ان کے گھر میں چکی بغیر کسی چلانے والے کے خود بخود چل رہی ہے۔

جب میں نے بارگاہِ رسالت میں اس عجیب کرامت کا تذکرہ کیا۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوذر! اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے بھی ہیں جو زمین میں سیر کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی یہ بھی ڈیوٹی مقرر فرمادی ہے کہ وہ میری آل کی امداد و اعانت کرتے رہیں۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۲۷۳)

تبصرہ اِس روایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کو بارگاہِ خداوندی میں اس قدر قُرب اور مقبولیت حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرشتوں کو ان کی امداد و نصرت اور حاجت برآری کے لیے خاص طور پر مقرر فرما دیا ہے۔ یہ شرف حضرات اہلِ بیت کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبتِ خاصّہ کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ سُبحان اللہ

سلطانِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت اور اُن کے وقار و اقتدار کا کیا کہنا؟ کہ آپ کے گھر والوں کی چکی فرشتے چلایا کرتے تھے!

میں کب وفات پاؤں گا؟

حضرت فضالہ بن فضالہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ مقام "ینبع" میں بہت سخت بیمار ہو گئے۔ تو میں اپنے والد کے ہمراہ اُن کی عیادت کے لئے گیا۔ دورانِ گفتگو میں میرے والد نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! آپ اس وقت ایسی جگہ علالت کی حالت میں مقیم ہیں۔ کہ اگر اس جگہ آپ کی وفات ہو گئی۔ تو قبیلہ "جہینہ" کے گنواروں کے سوا اور کون آپ کی تجہیز و تکفین کرے گا۔؟ اس لیے میری گزارش ہے کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے چلیں۔ کیونکہ وہاں اگر یہ حادثہ رونما ہوا تو وہاں آپ کے جاں نثار مہاجرین و انصار اور دوسرے مقدس صحابہ آپ کی نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ اور یہ مقدس ہستیاں آپ کے کفن و دفن کا انتظام کریں گی۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ اے فضالہ! تم اطمینان رکھو کہ میں اپنی اس بیماری میں ہرگز ہرگز وفات نہیں پاؤں گا۔ سُن لو اس وقت تک ہرگز ہرگز میری موت نہیں آ سکتی جب تک کہ مجھے تلوار مار کر میری اس پیشانی اور ڈاڑھی کو خون سے رنگین نہ کر دیا جائے۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص۲۷۳)

تبصرہ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ بدبخت عبدالرحمٰن بن مُلجم مُرادی خارجی نے آپ کی مقدس پیشانی پر تلوار چلا دی جو آپ کی

پیشانی کو کاٹتی ہوئی جبڑے تک پیوست ہوگئی۔ اس وقت آپ کی زبانِ مبارک سے یہ جملہ ادا ہوا کہ "فُزْتُ بِرَبِّ الْکَعْبَۃِ" یعنی کعبہ کے رب کی قسم کہ میں کامیاب ہوگیا۔ اس زخم میں آپ شہادت کے شرف سے سرفراز ہوگئے اور آپ نے حضرت فضالہ رضی اللہ عنہ سے مقام ینبع میں جو فرمایا تھا وہ حرف بحرف پورا ہو کر رہا۔

درِ خیبر کا وزن

جنگ خیبر میں جب گھمسان کی جنگ ہونے لگی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ڈھال کٹ کر گر پڑی۔ تو آپ نے جوشِ جہاد میں آگے بڑھ کر قلعۂ خیبر کا پھاٹک اُکھاڑ ڈالا۔ اور اس کے ایک کواڑ کو ڈھال بنا کر اس پر دشمنوں کی تلواروں کو روکتے رہے۔ یہ کواڑ اتنا بھاری اور وزنی تھا کہ جنگ کے خاتمہ کے بعد چالیس آدمی مل کر بھی اس کو نہ اُٹھا سکے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۲۳۰)

تبصرہ

کیا فاتح خیبر کے اس کارنامہ کو انسانی طاقت کی کارگزاری کہا جا سکتا ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ انسانی طاقت کا کارنامہ نہیں ہے۔ بلکہ یہ روحانی طاقت کا ایک شاہکار ہے۔ جو فقط اللہ والوں ہی کا حصّہ ہے۔ جس کو عُرف عام میں کرامت کہا جاتا ہے۔

کٹا ہوا ہاتھ جوڑ دیا

روایت ہے کہ ایک حبشی غلام جو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتہائی مخلص مُحب تھا۔ شامتِ اعمال سے اس نے ایک مرتبہ چوری کرلی۔ لوگوں نے اُس کو پکڑ کر دربارِ خلافت میں پیش کر دیا۔ اور غلام نے اپنے جُرم کا اقرار

بھی کر لیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ کاٹ لیا۔ جب وہ اپنے گھر کو روانہ ہوا تو راستہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابن الکراء سے اُس کی ملاقات ہو گئی۔ ابن الکراء نے پوچھا کہ تمھارا ہاتھ کس نے کاٹا؟ تو غلام نے کہا کہ امیر المومنین ویعسوب المسلمین، داماد رسول و زوجِ بتول نے۔ ابن الکراء نے کہا کہ حضرت علی نے تمھارا ہاتھ کاٹ ڈالا۔ پھر بھی تم اس قدر اعزاز و اکرام اور مدح و ثنا کے ساتھ ان کا نام لیتے ہو؟ غلام نے کہا کہ کیا ہوا؟ انھوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹا۔ اور مجھے عذاب جہنم سے بچا لیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے دونوں گفتگو سُن کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو امیر المومنین نے اس غلام کو بلوا کر اس کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی کلائی پر رکھ کر رومال سے چھپا دیا۔ پھر کچھ پڑھنا شروع کر دیا۔ اتنے میں ایک غیبی آواز آئی کہ رومال کو ہٹاؤ۔ جب لوگوں نے رومال ہٹایا تو غلام کا کٹا ہوا ہاتھ اس طرح کلائی سے جُڑ گیا تھا کہ کہیں کٹنے کا نشان بھی نہیں تھا۔

(تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۷۹)

شوہر عورت کا بیٹا نکلا

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کاشانۂ خلافت سے کچھ دور ایک مسجد کے پہلو میں دو میاں بیوی رات بھر جھگڑا کرتے رہے۔ صبح کو امیر المومنین نے دونوں کو بلا کر جھگڑے کا سبب دریافت فرمایا۔ شوہر نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! میں کیا کروں۔ نکاح کے بعد اچانک مجھے اِس عورت سے بے انتہا

نفرت ہو گئی۔ یہ دیکھ کر بیوی مجھ سے جھگڑا کرنے لگی۔ پھر بات بڑھ گئی اور رات بھر لڑائی ہوتی رہی۔ آپ نے تمام حاضرینِ دربار کو باہر نکال دیا اور عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں تجھ سے جو سوال کروں اس کا سچ سچ جواب دینا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے عورت تیرا نام یہ ہے تیرے باپ کا نام یہ ہے۔ عورت نے کہا کہ بالکل ٹھیک آپ نے بتایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے عورت! تو یاد کر کہ تو زنا کاری سے حاملہ ہو گئی تھی اور ایک مدت تک تو اور تیری ماں اس حمل کو چھپاتی رہی۔ جب دردِ زِہ شروع ہوا تو تیری ماں تجھے گھر سے باہر لے گئی۔ اور جب بچہ پیدا ہوا تو اس کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر تو نے میدان میں ڈال دیا۔ اتفاق سے ایک کتا اس بچے کے پاس آیا۔ تیری ماں نے اس کتے کو پتھر مارا۔ لیکن وہ پتھر بچے کو لگا اور اس کا سر پھٹ گیا۔ تیری ماں کو بچے پر رحم آگیا اور اس نے بچے کے زخم پر پٹی باندھ دی۔ پھر تم دونوں وہاں سے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اس کے بعد اس بچے کی تم دونوں کو کچھ بھی خبر نہیں ملی۔ کیا یہ واقعہ سچ ہے؟ عورت نے کہا کہ ہاں۔ اے امیر المومنین! یہ پورا واقعہ حرف بحرف صحیح ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اے مرد تو اپنا سر کھول کر اس کو دکھا دے۔ مرد نے سر کھولا تو اس زخم کا نشان موجود تھا۔ اس کے بعد امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عورت! یہ مرد تیرا شوہر نہیں ہے۔ بلکہ تیرا بیٹا ہے۔ تم دونوں اللہ تعالیٰ کا شکر کرو کہ اس نے تم دونوں کو حرام کاری سے بچا لیا۔ اب تو اپنے اس بیٹے کو لے کر اپنے گھر چلی جا + (شواہد النبوۃ ص۱۶۱)

تبصرہ مذکورہ بالا دونوں مستند کرامتوں کو بغور پڑھئے اور ایمان رکھئے کہ خداوند قدوس کے اولیار عام انسانوں کی طرح نہیں ہوا کرتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے ان محبوب بندوں کو ایسی ایسی روحانی طاقتوں کا بادشاہ بلکہ شہنشاہ بنادیتا ہے کہ ان بزرگوں کے تصرّفات، اور ان کی روحانی طاقتوں اور قدرتوں کی منزلِ بلند تک کسی بڑے سے بڑے فلسفی کی عقل و فہم کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی !

خدا کی قسم! میں حیران ہوں کہ کتنے بڑے جاہل یا متجاہل ہیں وہ لوگ جو اولیار کرام کو بالکل اپنے ہی جیسا مُلاّ سمجھ کر ان کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور اولیاء کے تصرّفات کا چلاّ چلاّ کر انکار کرتے پھرتے ہیں۔ تعجّب ہے کہ ایسے ایسے واقعات جو نور ہدایت کے چاند تارے ہیں ان منکروں کی نگاہ سے آج تک اوجھل ہی ہیں۔ مگر اس میں کوئی تعجّب کی بات نہیں۔ جو دونوں ہاتھوں سے اپنی آنکھوں کو بند کرلے اُس کو چاند تارے تو کیا سورج کی روشنی بھی نظر نہیں آسکتی۔ درحقیقت اولیار کے منکرین کا یہی حال ہے ۔

ذرا دیر میں قرآن ختم کرلیتے یہ کرامت روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت ایک پاؤں رکاب میں رکھتے۔ اور قرآن مجید شروع کرتے۔ اور دوسرا پاؤں رکاب میں رکھ کر گھوڑے کی زین پر بیٹھتے اتنی دیر میں ایک ختم قرآن مجید پڑھ لیا کرتے تھے ۔ (شواہد النبوۃ ص ۱۶۰)

اشارہ سے دریا کی طُغیانی ختم

ایک مرتبہ نہر فرات میں ایسی خوفناک طغیانی آگئی کہ سیلاب میں تمام کھیتیاں غرقاب ہو گئیں۔ لوگوں نے آپ کے دربار میں فریاد کی۔ آپ فوراً ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ مبارکہ، وعمامہ مقدسہ وچادرِ مبارکہ زیب تن فرما کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور آدمیوں کی ایک جماعت جس میں حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ آپ کے ساتھ پیدل چل پڑے۔ آپ نے پُل پر پہنچ کر اپنے عصا سے نہر فرات کی طرف اشارہ فرمایا تو نہر کا پانی ایک گز کم ہو گیا۔ پھر دوسری مرتبہ اشارہ فرمایا تو مزید ایک گز کم ہو گیا۔ جب تیسری بار اشارہ فرمایا تو تین گز پانی اُتر گیا۔ اور سیلاب ختم ہو گیا۔ لوگوں نے شور مچایا کہ امیرالمومنین! بس کیجیے۔ یہی کافی ہے ۔ (شواہد النبوۃ ص۱۶۲)

جاسوس اندھا ہو گیا

ایک شخص آپ کے پاس رہ کر جاسوسی کیا کرتا تھا۔ اور آپ کی خُفیہ خبریں آپ کے مخالفین کو پہنچایا کرتا تھا۔ آپ نے جب اُس سے دریافت فرمایا۔ تو وہ شخص قسمیں کھانے لگا۔ اور اپنی برائت ظاہر کرنے لگا۔ آپ نے جلال میں آکر فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تیری آنکھوں کی روشنی چھین لے۔ ایک ہفتہ نہیں گزرا کہ یہ شخص اندھا ہو گیا اور لوگ اس کو لاٹھی پکڑا کر چلانے لگے ۔

(شواہد النبوۃ ص۱۶۷)

تمھاری موت کس طرح ہوگی؟

ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے اس کو اُس کے حالات بتا کر یہ بتایا کہ تم کو فلاں کھجور کے درخت پر پھانسی دی جائے گی۔ چنانچہ اس شخص کے بارے میں جو کچھ آپ نے فرمایا تھا وہ حرف بحرف صحیح نکلا۔ اور آپ کی پیشین گوئی پوری ہو کر رہی + (شواہد النبوۃ ص۱۶۲)

پتھر اُٹھایا تو چشمہ نکل پڑا

مقام صِفّین کو جاتے ہوئے آپ کا لشکر ایک ایسے میدان سے گزرا جہاں پانی نایاب تھا۔ پورا لشکر پیاس کی شدّت سے بے تاب ہو گیا۔ وہاں کے گرجا گھر میں ایک راہب رہتا تھا۔ اُس نے بتایا کہ یہاں سے دو کوس کے فاصلہ پر پانی مل سکے گا۔ کچھ لوگوں نے اجازت طلب کی تاکہ وہاں سے جا کر پانی لائیں۔ یہ سُن کر آپ اپنے خچّر پر سوار ہو گئے۔ اور ایک جگہ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس جگہ تم لوگ زمین کھودو۔ چنانچہ لوگوں نے زمین کی کُھدائی شروع کی تو ایک پتّھر ظاہر ہوا۔ لوگوں نے اس پتّھر کو نکالنے کی انتہائی کوشش کی۔ لیکن تمام آلات بیکار ہو گئے اور وہ پتّھر نہ نکل سکا۔ یہ دیکھ کر آپ کو جلال آگیا۔ اور آپ نے اپنی سواری سے اُتر کر آستین چڑھائی۔ اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو اس پتھر کی دراز میں ڈال کر زور لگایا تو وہ پتّھر نکل پڑا۔ اور اس کے نیچے ایک نہایت ہی صاف شفّاف اور شیریں پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ اور تمام لشکر اس پانی سے سیراب ہو گیا۔ لوگوں نے اپنے جانوروں کو بھی پلایا۔ اور لشکر کی تمام مشکوں کو بھی بھر لیا۔ پھر آپ نے اس پتّھر کو اس کی جگہ پر

رکھ دیا۔ گرجا گھر کا عیسائی راہب آپ کی یہ کرامت دیکھ کر سامنے آیا۔ اور آپ سے دریافت کیا کہ کیا آپ فرشتہ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اس نے پوچھا کہ کیا آپ نبی ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ اُس نے کہا کہ پھر آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں پیغمبرِ مُرسَل حضرت مُحَمَّد بن عبدُ الله خاتم النّبیّین صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی ہوں۔ اور مجھ کو حضور اَقدَس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند باتوں کی وصیّت بھی فرمائی ہے۔ یہ سُن کر وہ عیسائی راہب کلمہ پڑھ کر مشرّف بہ اسلام ہو گیا ـــــ آپ نے فرمایا کہ تم نے اتنی مدّت تک اسلام کیوں نہیں قبول کیا تھا؟ راہب نے کہا کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے کہ اِس گرجا گھر کے قریب میں ایک چشمہ پوشیدہ ہے۔ اور اِس چشمہ کو وہی شخص ظاہر کرے گا۔ جو یا تو نبی ہو گا۔ یا نبی کا صحابی ہو گا۔ چنانچہ مَیں اور مجھ سے پہلے بہت سے راہب اِس گرجا گھر میں اسی انتظار میں مقیم رہے۔ اب آج آپ نے یہ چشمہ ظاہر کر دیا۔ تو میری مُراد بر آئی۔ اس لیے میں نے آپ کے دین کو قبول کر لیا۔ راہب کی تقریر سُن کر آپ رو پڑے۔ اور اس قدر روئے کہ آپ کی ریشِ مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ الحمد للہ! کہ ان لوگوں کی کتابوں میں بھی میرا ذکر ہے۔ یہ راہب مسلمان ہو کر آپ کے خادموں میں شامل ہو گیا۔ اور آپ کے لشکر میں داخل ہو کر شامیوں سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔ اور آپ نے اس کو اپنے دستِ مبارک سے دفن کیا۔ اور اس کے لیے مغفرت کی دُعا فرمائی ✦

(شواہد النبوۃ ص۱۶۴)

(۵) حضرت طلحہ بن عُبَیداللہ رضی اللہ عنہ

آپ کا نام نامی بھی عشرۂ مبشرہ کی فہرست گرامی میں ہے۔ مکہ مکرمہ کے اندر خاندانِ قریش میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ ماں باپ نے "طلحہ" نام رکھا۔ مگر دربارِ نبوت سے ان کو "فیاض" "جواد" و "خیر" کے معزز القاب عطا ہوئے۔ یہ جماعتِ صحابہ میں سے سابقین اولین کے زمرہ میں ہیں۔ ان کے اسلام لانے کا واقعہ یہ ہے کہ یہ بسلسلۂ تجارت بصرہ گئے تو وہاں کے ایک عیسائی پادری نے ان سے دریافت کیا کہ کیا مکہ میں "احمد نبی" پیدا ہو چکے ہیں؟ انھوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ "کون احمد نبی؟" پادری نے کہا کہ:

"احمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب۔ وہ نبی آخرالزمان ہیں اور ان کی نبوت کے ظہور کا یہی زمانہ ہے۔ اور ان کی پہچان کا نشان یہ ہے کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے اور کھجوروں والے شہر (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کریں گے!"

چونکہ اس وقت تک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان نہیں فرمایا تھا اس لئے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پادری کو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کوئی جواب نہ دے سکے۔ لیکن بصرہ سے مکہ معظمہ آنے کے بعد جب ان کو پتہ چلا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرما دیا ہے تو یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ

بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ کفارِ مکہ نے ان کو بیحد ستایا۔ اور رسّی میں باندھ باندھ کر ان کو مارتے رہے مگر یہ پہاڑ کی طرح دینِ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ پھر ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ جنگ بدر کے سوا تمام اسلامی جنگوں میں کفار سے لڑتے رہے۔ جنگِ بدر میں ان کی غیر حاضری کا یہ سبب ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت سعید بن زید کو ابو سفیان کے قافلہ کی تلاش میں بھیج دیا تھا۔ ابو سفیان کا قافلہ ساحلِ سمندر کے راستوں سے مکہ مکرمہ چلا گیا۔ اور یہ دونوں حضرات جب واپس لوٹ کر میدانِ بدر میں پہنچے تو جنگ ختم ہو چکی تھی۔ جنگِ اُحد میں انھوں نے بڑی ہی جاں بازی اور سرفروشی کا مظاہرہ کیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے حملوں سے بچانے میں چونکہ یہ تلوار اور تیروں کی بوچھار کو اپنے ہاتھ پر روکتے رہے اس لیے آپ کی انگلی کٹ گئی۔ اور ہاتھ بالکل شل ہو گیا تھا۔ اور ان کے بدن پر تیر و تلوار اور نیزوں کے پچھتر زخم لگے تھے۔ ان کے فضائل و مناقب میں چند حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ جنگ اُحد کے دن جب جنگ رُک جانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چڑھنے لگے تو لوہے کی زرہ کے بوجھ کی وجہ سے چٹان پر چڑھنا دشوار ہو گیا۔ اُس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور ان کے بدن کے اوپر سے گزر کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چٹان پر چڑھے اور خوش ہو کر فرمایا۔ کہ "اَوْجَبَ طَلْحَةُ" یعنی طلحہ نے اپنے لئے جنت واجب کر لی۔ (مشکوٰۃ ص۵۶۶) اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ زمین پر چلتا پھرتا شہید "طلحہ" ہے۔ (کنز العمال ج ۱۲ ص ۲۷۵ مطبوعہ حیدر آباد)

۲۰ جمادی الاخری ۳۶ھ میں جنگ جمل کے دوران آپ کو ایک تیر لگا۔ اور آپ چونسٹھ برس کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

(اکمال ص ۶۰۱ وعشرہ مبشرہ ص ۲۴۵)

کرامت

ایک قبر سے دوسری قبر میں شہادت کے بعد آپ کو بصرہ کے قریب دفن کر دیا گیا مگر جس مقام پر آپ کی قبر شریف بنی وہ نشیب میں تھا۔ اس لئے قبر مبارک کبھی کبھی پانی میں ڈوب جاتی تھی۔ آپ نے ایک شخص کو بار بار متواتر خواب میں آکر اپنی قبر بدلنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اُس شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اپنا خواب بیان کیا تو آپ نے دس ہزار درہم میں ایک صحابی کا مکان خرید کر اس میں قبر کھودی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی مقدس لاش کو ان کی پُرانی قبر میں سے نکال کر اس قبر میں دفن کر دیا۔ کافی مدت گزر جانے کے باوجود آپ کا مقدس بدن سلامت اور بالکل ہی تر و تازہ تھا۔

(کتاب عشرہ مبشرہ ص ۲۴۵)

تبصرہ غور فرمائیے کہ کچی قبر میں جو پانی میں ڈوبی رہتی تھی ایک مدت گزر جانے کے باوجود ایک ولی اور شہید کی لاش خراب نہیں ہوئی۔ تو حضرات انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس جسموں کو قبر کی مٹی بھلا کس طرح خراب کر سکتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ

اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ ط (مشکوٰۃ ص۱۲۱ باب الجمعہ بحوالہ ابن ماجہ)

یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر حرام فرما دیا ہے۔ کہ زمین ان کو کبھی کھا نہیں سکتی۔

اسی طرح اس روایت سے اس مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنے لوازمِ حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں کیونکہ اگر وہ زندہ نہ ہوتے تو قبر میں پانی بھر جانے سے ان کو کیا تکلیف ہوتی؟ اسی طرح اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء کرام خواب میں آکر زندوں کو اپنے احوال و کیفیات سے مطلع کرتے رہتے ہیں۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے ان کو یہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ وہ خواب یا بیداری میں اپنی قبروں سے نکل کر زندوں سے ملاقات اور گفتگو کر سکتے ہیں۔ اب غور فرمائیے کہ جب شہیدوں کا یہ حال ہے اور ان کی جسمانی حیات کی یہ شان ہے تو پھر حضرات انبیاء علیہم السلام خاص کر حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی حیات اور ان کے تصرفات، اور ان کے اختیار و اقتدار کا کیا عالم ہوگا۔؟

غور فرمائیے کہ وہابیوں کے پیشوا مولوی اسمٰعیل دہلوی اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں یہ مضمون لکھ کر کہ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے"۔ (نعوذ باللہ) کتنا بڑا جرم اور ظلم عظیم کیا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَر! ان بے ادبوں اور گستاخوں نے اپنے نوکِ قلم سے محبینِ رسول کے قلوب کو کس قدر مجروح و زخمی کیا ہے۔ اس کو بیان کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں مل رہے ہیں +

فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَھُوَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَام

۶ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے فرزند ہیں، اس لئے یہ رشتہ میں شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی، اور حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد ہیں۔ یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی ان دس خوش نصیب صحابۂ کرام میں سے ہیں جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سنائی۔

بہت ہی بلند قامت، گورے، اور چھریرے بدن کے آدمی تھے۔ اور اپنی والدہ کی بہترین تربیت کی بدولت بچپن ہی سے نڈر، جفاکش، بلند حوصلہ اور نہایت اولوالعزم بہادر تھے۔ سولہ برس کی عمر میں اس وقت اسلام قبول کیا جب کہ صرف چھ یا سات آدمی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں دلاورانِ عرب کے مقابلہ میں آپ نے جس مجاہدانہ بہادری کا مظاہرہ فرمایا۔ تواریخِ جنگ میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔ آپ جس طرف تلوار لے کر بڑھتے تھے کفار کے پرے کے پرے کاٹ کر رکھ دیتے تھے۔ آپ کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ خندق کے دن "حواری" (مخلص و جاں نثار دوست) کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ جنگِ جمل سے بیزار ہو کر واپس تشریف لے جا رہے تھے کہ عمرو بن جرموز نے آپ کو دھوکا دے کر شہید کر دیا۔ وقتِ شہادت آپ کی عمر شریف چونسٹھ برس کی تھی۔ ۳۶ھ میں بمقام سفوان آپ کی شہادت ہوئی۔ پہلے یہ

"وادی السباع" میں دفن کئے گئے مگر پھر لوگوں نے ان کی مقدس لاش کو قبر سے نکالا۔ اور پورے اعزاز و احترام کے ساتھ لاکر آپ کو شہر بصرہ میں سپرد خاک کیا۔ جہاں آپ کی قبر شریف مشہور زیارت گاہ ہے۔ (اکمال ص۵۹۵ وغیرہ)

کرامات

کرامت والی برچھی

جنگ بدر میں سعید بن العاص کا بیٹا "عُبَید" سر سے پاؤں تک لوہے کا لباس پہنے ہوئے کفار کی صف میں سے نکلا اور نہایت ہی گھمنڈ اور غرور سے یہ بولا کہ اے مسلمانو! سُن لو۔ میں "ابو کرش" ہوں۔ اس کی یہ مغرورانہ للکار سُن کر حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ جوشِ جہاد میں بھرے ہوئے مقابلہ کے لئے اپنی صف سے نکلے۔ مگر یہ دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے سوا اس کے بدن کا کوئی حصّہ ایسا نہیں ہے جو لوہے سے چھپا ہوا نہ ہو۔ آپ نے تاک کر اس کی آنکھ میں اس زور سے برچھی ماری کہ برچھی اُس کی آنکھ کو چھیدتی ہوئی کھوپڑی کی ہڈی میں چُبھ گئی۔ اور وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرا اور فوراً ہی مر گیا۔ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے جب اُس کی لاش پر پاؤں رکھ کر برچھی کو پوری طاقت سے کھینچا۔ تو بڑی مشکل سے برچھی نکلی۔ لیکن برچھی کا سرا مُڑ کر خم ہو گیا۔ یہ برچھی ایک باکرامت یادگار بن کر برسوں تبرّک بنی رہی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ سے یہ برچھی طلب فرمالی۔ اور اس کو اپنے پاس رکھا۔ پھر آپ کے بعد خلفاء راشدین کے پاس یکے بعد دیگرے

منتقل ہوتی رہی اور یہ حضرات اعزاز و احترام کے ساتھ اس برچھی کی حفاظت فرماتے رہے۔ پھر حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما کے پاس آگئی۔ یہاں تک کہ ۷۳ھ میں جب بنواُمیہ کے ظالم گورنر حجّاج بن یوسف ثقفی نے ان کو شہید کر دیا۔ تو یہ برچھی بنواُمیہ کے قبضہ میں چلی گئی۔ پھر اس کے بعد لا پتہ ہو گئی +

(بخاری شریف جلد ۲ ص۵۷۰ غزوۂ بدر)

تبصرہ بخاری شریف کی یہ حدیث ہر دیندار مسلمان کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر متنبہ کر رہی ہے کہ بزرگانِ دین و علماء صالحین کے عصا، قلم، تلوار، تسبیح، لباس، برتن وغیرہ سامانوں کو یادگار کے طور پر بطور تبرک اپنے پاس رکھنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کی مقدس سنت ہے۔ غور فرمائیے کہ حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کی برچھی کو تبرک بنا کر رکھنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین نے کس قدر اہتمام کیا اور کس کس طرح اس برچھی کا اعزاز و اکرام کیا۔؟

بدعقیدہ لوگ جو بزرگانِ دین کے تبرکات اور ان کی زیارتوں کا مذاق اُڑایا کرتے ہیں اور اہلسنّت کو طعنہ دیا کرتے ہیں کہ یہ لوگ بزرگوں کی لاٹھیوں، تلواروں، قلموں کا اکرام و احترام کرتے ہیں۔ یہ حدیث اُن کی آنکھیں کھول دینے کے لیے سُرمۂ ہدایت سے کم نہیں بشرطیکہ ان کی آنکھیں پھوٹ نہ گئی ہوں +

فتحِ فُسطاط مصر کی جنگ میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے

لشکر کے ساتھ فُسطاط کے قلعہ کا کئی ماہ سے محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ لیکن اس مضبوط قلعہ کو فتح کرنے کی کوئی سبیل نظر نہیں آرہی تھی۔ آپ نے دربارِ خلافت میں مزید فوجوں سے امداد کے لیے درخواست بھیجی۔ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار مجاہدین اور چار افسروں کو بھیج کر یہ تحریر فرمایا کہ ان چار افسروں میں ہر افسر دس ہزار سپاہ کے برابر ہے۔ ان چار افسروں میں حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عَمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حملہ آور محاصرین کی فوج کا سپہ سالار بنا دیا۔ حضرت زُبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قلعہ کا چکّر لگا کر اندازہ فرمایا کہ اس قلعہ کو فتح کرنا نہایت ہی دشوار ہے۔ لیکن آپ نے اپنے فوجی دستہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اے بہادرانِ اسلام! دیکھو میں آج اپنی ہستی کو اسلام پر فدا اور قربان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ نے بالکل اکیلے قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگائی۔ اور تنہا قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر "اَللّٰہُ اَکْبَرْ" کا نعرہ مارا اور ایک دم فصیل سے نیچے قلعہ کے اندر کود کر اکیلے ہی قلعہ کی اندرونی فوج سے لڑتے ہوئے قلعہ کا پھاٹک کھول دیا۔ اور اسلامی فوج نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے قلعہ کے اندر داخل ہو گئی اور دم زدن میں قلعہ فتح ہو گیا۔

اس مضبوط و مستحکم قلعہ کو آپ نے جس بے مثال جرأت اور بہادری سے منٹوں میں فتح کر لیا۔ اس کو تاریخ جنگ میں کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ امیرِ لشکر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اِس کرامت کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ کیونکہ وہ کئی ماہ سے اس قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ مگر

باوجود اپنی جنگی مہارت اور اعلیٰ درجے کی کوششوں کے وہ اس قلعہ کو فتح نہیں کر سکے تھے۔ (کتاب عشرہ مبشرہ ص۲۲۲)

حضرت زُبیر کی شکل میں حضرت جبریل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنگ بَدْر کے دن حضرت جبریل علیہ السلام پیلے رنگ کا عمامہ باندھے ہوئے حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ کی شکل و صورت میں فرشتوں کی فوج لے کر اُترے تھے۔

(کنز العمال جلد ۱۲ ص۱۲۷ مطبوعہ حیدرآباد)

---

(۷) حضرت عبدُ الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی دس جنتی صحابہ کی فہرست میں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ سے دس سال بعد خاندانِ قریش میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت اسی طرح ہوئی جس طرح سردارانِ قریش کے بچوں کی ہوا کرتی تھی۔ ان کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ یمن کے ایک بوڑھے عیسائی راہب نے ان کو نبی آخرالزمان کے ظہور کی خبر دی۔ اور یہ بتایا کہ وہ مکہ میں پیدا ہوں گے۔ اور مدینہ کو ہجرت کریں گے۔ جب یہ یمن سے لوٹ کر مکہ مکرمہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ چنانچہ ایک دن انھوں نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ جب کہ آپ سے پہلے چند ہی آدمی آغوشِ اسلام میں آئے تھے۔ چونکہ

مسلمان ہوتے ہی آپ کے گھر والوں نے آپ پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنا شروع کر دیا۔ اس لیئے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔ پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس آئے۔ اور اپنا سارا مال واسباب چھوڑ کر بالکل خالی ہاتھ ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر آپ نے بازار کا رُخ کیا۔ اور چند ہی دنوں میں آپ کی تجارت میں اس قدر خیر و برکت ہوئی کہ آپ کا شمار دولتمندوں میں ہونے لگا۔ اور آپ نے قبیلۂ انصار کی ایک خاتون سے شادی بھی کر لی۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں آپ نے جان و مال کے ساتھ شرکت فرمائی۔ جنگ اُحد میں یہ ایسی جاں بازی اور سرفروشی کے ساتھ کفار سے لڑے کہ ان کے بدن پر اکیس ۲۱ زخم لگے تھے۔ اور ان کے پاؤں میں بھی ایک گہرا زخم لگ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے یہ لنگڑا کر چلا کرتے تھے۔ آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کا تجارتی قافلہ جو سات سَو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ آپ نے اپنا یہ پورا قافلہ مع اونٹوں اور ان پر لدے ہوئے سامانوں کے خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو صدقہ دینے کی ترغیب دی۔ تو آپ نے چار ہزار درہم پیش کر دیا۔ دوسری مرتبہ چالیس ہزار درہم۔ اور تیسری مرتبہ پانچ سو گھوڑے، پانچ سو اونٹ پیش کر دئے۔ بوقت وفات ایک ہزار گھوڑے، اور پچاس ہزار دیناروں کا صدقہ کیا۔ اور جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابۂ کرام کے لیے چار چار سو دینار کی وصیت فرمائی۔ اور اُم المومنین حضرت بی بی عائشہ رضی اللہ عنہا اور دوسری ازواج مُطہرات کے لیے ایک باغ کی وصیت کی جو چالیس ہزار درہم کی مالیت

کا تھا۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۷)

۳۲؁ھ میں کچھ دنوں بیمار رہ کر بہتّر۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور مدینہ منورہ کے قبرستان جنّۃ البقیع میں مدفون ہوئے اور ہمیشہ کے لیے سخاوت و شجاعت کا یہ آفتاب غروب ہو گیا۔

(عشرہ مبشرہ ص ۲۲۹ تا ص ۲۳۵ و اکمال ص ۶۰۳ و کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۰۴)

کرامات

یوں تو آپ کی مقدّس زندگی سراپا کرامت ہی کرامت تھی۔ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا مسئلہ آپ نے جس طرح طے فرمایا وہ آپ کی باطنی فراست، اور خداداد کرامت کا ایک بڑا ہی انمول نمونہ ہے۔

حضرت عثمان کی خلافت

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بوقتِ وفات چھ جنّتی صحابہ حضرت عثمان[۱] و حضرت علی[۲] و حضرت سعد[۳] بن ابی وقّاص و حضرت زُبیر[۴] بن العوّام و حضرت عبدالرحمٰن[۵] بن عوف و حضرت طلحہ[۶] بن عُبیداللہ رضی اللہ عنہم کا نام لے کر یہ وصیّت فرمائی کہ میرے بعد ان چھ شخصوں میں سے جس پر اتفاق ہو جائے اس کو خلیفہ مقرر کیا جائے۔ اور تین دن کے اندر خلافت کا مسئلہ ضرور طے کر دیا جائے اور ان تین دنوں تک حضرت صُہیب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں امامت کرتے رہیں گے۔ اس وصیّت کے مطابق یہ چھ حضرات ایک مکان میں جمع ہو کر دو۲ روز تک مشورہ کرتے رہے۔ مگر یہ مجلس شوریٰ کسی نتیجہ پر نہیں پہنچی۔ تیسرے دن حضرت

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم لوگ جانتے ہو کہ آج تقررِ خلافت کا تیسرا دن ہے۔ لہٰذا تم لوگ آج اپنے میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کر لو حاضرین نے کہا کہ اے عبدالرحمٰن! ہم لوگ تو اس مسئلہ کو حل نہیں کر سکے۔ اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہو تو پیش کیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ چھ آدمیوں کی یہ جماعت ایثار سے کام لے۔ اور تین آدمیوں کے حق میں اپنے اپنے حق سے دست بردار ہو جائے۔ یہ سُن کر حضرت زُبیر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرما دیا کہ مَیں حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کے حق میں اپنے حق سے دست بردار ہوتا ہوں۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں اپنے حق سے کنارہ کش ہو گئے۔ آخر میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو اپنا حق دے دیا۔ اب خلافت کے حق دار حضرت عثمان و حضرت علی و حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم تین ہی آدمی رہ گئے۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عثمان! و اے علی! میں تم دونوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہرگز ہرگز خلیفہ نہیں بنوں گا۔ اب تم دو ہی اُمیدوار رہ گئے ہو اس لئے تم دونوں خلیفہ کے انتخاب کا حق مجھے دے دو۔ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے انتخابِ خلیفہ کا مسئلہ خوشی خوشی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا۔ اس گفتگو کے مکمل ہو جانے کے بعد حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مکان سے باہر نکل آئے۔ اور پورے شہر مدینہ میں خفیہ طور پر گشت کر کے ان دونوں اُمیدواروں کے بارے میں رائے عامّہ معلوم کرتے رہے۔ پھر دونوں اُمیدواروں سے الگ الگ تنہائی میں یہ عہد لے لیا۔ کہ اگر میں تم کو خلیفہ

بنادوں تو تم عدل کروگے۔ اور اگر دوسرے کو خلیفہ مقرر کردوں تو تم اس کی اطاعت کروگے۔ جب دونوں اُمیدواروں سے یہ عہد لے لیا۔ تو پھر آپ نے مسجد نبوی میں آکر یہ اعلان فرمایا کہ اے لوگو! میں نے خلافت کے معاملہ میں خود بھی کافی غور و خوض کیا۔ اور اِس معاملہ میں انصار و مہاجرین کی رائے عامہ بھی معلوم کرلی ہے۔ چونکہ رائے عامہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں زیادہ ہے اس لیئے میں حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ منتخب کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر سب سے پہلے خود آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ اور آپ کے بعد حضرت علی اور دوسرے سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیعت کرلی۔ اس طرح خلافت کا مسئلہ بغیر کسی اختلاف و انتشار کے طے ہو گیا۔ جو بلاشبہہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ایک بہت بڑی کرامت ہے۔

(عشرہ مبشرہ ص۲۳۱ تا ص۲۳۲ و بخاری جلد ۱ ص۵۲۴ مناقبِ عثمان)

جنّت میں جانے والا پہلا مالدار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

اَوَّلُ مَنْ یَّدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اَغْنِیَاءِ اُمَّتِیْ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ ؕ

یعنی میری امت کے مالداروں میں سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن عوف جنّت میں داخل ہوں گے۔ (کنز العمال ج ۱۲ ص۲۹۳ بحوالہ ابو نعیم فی فضل الصحابۃ)

ماں کے پیٹ ہی سے سعید

ابراہیم بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک مرتبہ بے ہوش ہو گئے۔ اور کچھ دیر بعد جب وہ ہوش میں آئے

تو فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس دو بہت ہی خوفناک فرشتے آئے۔ اور مجھ سے کہا کہ تم اس خدا کے دربار میں چلو جو عزیز و امین ہے۔ اتنے میں ایک دوسرا فرشتہ آگیا۔ اور اس نے کہا کہ ان کو چھوڑ دو۔ یہ تو جب اپنی ماں کے شکم میں تھے اُسی وقت سعادت آگے بڑھ کر ان سے وابستہ ہو چکی ہے۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۰۳ مطبوعہ حیدر آباد۔)

---

⑧ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو اسحاق ہے اور یہ خاندانِ قریش کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں جو کہ مکرمہ کے رہنے والے ہیں۔ یہ اُن خوش نصیبوں میں سے ایک ہیں جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں جب کہ ابھی اِن کی عمر سترہ برس کی تھی دامنِ اسلام میں آگئے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام معرکوں میں حاضر رہے۔ یہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے اللہ کی راہ میں کفار پر تیر چلایا۔ اور ہم لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ کر اس حال میں جہاد کیا کہ ہم لوگوں کے پاس سوائے ببول کے پتوں اور ببول کی پھلیوں کے کوئی کھانے کی چیز نہ تھی۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ ہم لوگ بکریوں کی طرح مینگنی کرتے تھے جو علٰحدہ علٰحدہ ہوتی تھیں۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۶۶)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خاص طور پر ان کے لیے یہ دعا فرمائی کہ

"اَللّٰھُمَّ سَدِّدْ سَھْمَہٗ وَاَجِبْ دَعْوَتَہٗ" یعنی اے اللہ! ان کے تیر کے نشانہ کو درست فرمادے۔ اور ان کی دعا کو مقبول فرما۔

خلافتِ راشدہ کے زمانے میں بھی یہ فارس اور روم کے جہادوں میں سپہ سالار رہے۔ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ پھر اس عہدہ سے معزول کردیا۔ اور یہ برابر جہادوں میں کفار سے کبھی سپاہی بن کر اور کبھی اسلامی لشکر کے سپہ سالار بن کر لڑتے رہے۔ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ امیرالمومنین ہوئے تو انھوں نے دوبارہ ان کو کوفہ کا گورنر بنادیا۔ یہ مدینہ منورہ کے قریب مقام "عتیق" میں اپنا ایک مکان بناکر اس میں رہتے تھے اور ۵۵ھ میں جب کہ ان کی عمر شریف ۷۴ چوہتر برس کی ہوگئی تھی اسی مکان کے اندر ان کی وفات ہوئی۔ آپ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی تھی کہ میرے کفن میں میرا اُون کا وہ پرانا جبّہ ضرور پہنایا جائے جس کو پہن کر میں نے جنگ بدر میں کفّار سے جہاد کیا تھا۔ چنانچہ وہ جُبّہ آپ کے کفن میں شامل کیا گیا۔ لوگ فرطِ عقیدت سے آپ کے جنازہ کو کندھوں پر اُٹھا کر مقام "عتیق" سے مدینہ منورہ لائے۔ اور حاکمِ مدینہ مروان بن الحکم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور جنّۃ البقیع میں آپ کی قبر منوّر بنائی گئی۔

"عشرہ مُبشّرہ" یعنی جنّت کی خوشخبری پانے والے دس صحابیوں میں سے یہی سب سے اخیر میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ اور ان کے بعد دُنیا عشرہ مبشّرہ کے وجود سے خالی ہوگئی۔

(اکمال فی اسماء الرجال و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۲ وغیرہ)

کرامات

آپ کی کرامتوں میں سے چند کرامات مندرجِ ذیل ہیں :۔

بدنصیب بڈّھا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوفہ کے کچھ لوگ حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکایات لے کر امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربارِ خلافت مدینہ منوّرہ میں پہنچے۔ حضرت امیر المومنین نے ان شکایات کی تحقیقات کے لیے چند معتمد صحابیوں کو حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ بھیجا اور یہ حکم فرمایا کہ کوفہ شہر کی ہر مسجد کے نمازیوں سے نماز کے بعد یہ پوچھا جائے کہ حضرت سعد بن ابی وقّاص کیسے آدمی ہیں؟ چنانچہ تحقیقات کرنے والوں کی اس جماعت نے جن جن مسجدوں میں نمازیوں کو قسم دے دیکر حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو تمام مسجدوں کے نمازیوں نے ان کے بارے میں کلمۂ خیر کہا اور مدح و ثنا کی۔ مگر ایک مسجد میں فقط ایک آدمی جس کا نام "ابو سعدہ" تھا۔ اُس نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی تین شکایات پیش کیں اور یہ کہا کہ لَا یَقْسِمُ بِالسَّوِیَّۃِ وَلَا یَسِیْرُ بِالسَّرِیَّۃِ وَلَا یَعْدِلُ فِی الْقَضِیَّۃِ۔ یعنی یہ مالِ غنیمت برابری کے ساتھ تقسیم نہیں کرتے۔ اور خود لشکروں کے ساتھ جہاد میں نہیں جاتے۔ اور مقدمات کے فیصلوں میں عدل نہیں کرتے۔

یہ سُن کر حضرت سعد بن ابی وقّاص رضی اللہ عنہ نے فوراً ہی یہ دعا مانگی

کہ اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے تو اس کی عمر لمبی کر دے اور اس کی محتاجی کو دراز کر دے۔ اور اس کو فتنوں میں مبتلا کر دے۔ عبدالملک بن عُمیر تابعی کا بیان ہے کہ اِس دُعا کا میں نے یہ اثر دیکھا کہ "ابو سعدہ" اس قدر بوڑھا ہو گیا تھا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اس کی دونوں بھویں اس کی دونوں آنکھوں پر لٹک پڑی تھیں اور وہ در بدر بھیک مانگ کر انتہائی فقیری اور محتاجی کی زندگی بسر کرتا تھا اور اِس بڑھاپے میں وہ راستہ چلتی ہوئی جوان جوان لڑکیوں کو چھیڑتا تھا اور ان کے بدن میں چٹکیاں بھرتا رہتا تھا۔ اور جب کوئی اس سے اس کا حال پوچھتا تھا تو وہ کہا کرتا تھا کہ میں کیا بتاؤں۔ میں ایک بڈھا ہوں جو فتنوں میں مبتلا ہوں کیونکہ مجھ کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بد دعا لگ گئی ہے +

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۲ بحوالہ بخاری و مسلم و بیہقی)

دُشمنِ صحابہ کا انجام

ایک شخص حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے سامنے صحابۂ کرام کی شان میں گستاخی و بے ادبی کے الفاظ بکنے لگا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تم اپنی اس خبیث حرکت سے باز رہو ورنہ میں تمھارے لیے بددُعا کر دوں گا۔ اُس گستاخ و بے باک نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کی بد دعا کی کوئی پرواہ نہیں۔ آپ کی بددُعا سے میرا کچھ بھی نہیں بگڑ سکتا۔ یہ سُن کر آپ کو جلال آ گیا۔ اور آپ نے اس وقت یہ دُعا مانگی کہ یا اللہ! اگر اس شخص نے تیرے پیارے نبی کے پیارے صحابیوں کی توہین کی ہے تو آج ہی اس کو اپنے قہر و غضب کی کوئی نشانی دکھا دے تاکہ دوسروں کو اس سے عبرت

حاصل ہو۔ اس دُعا کے بعد جیسے ہی وہ شخص مسجد سے باہر نکلا۔ تو بالکل ہی اچانک ایک پاگل اونٹ کہیں سے دوڑتا ہوا آیا۔ اور اس کو دانتوں سے پکڑ کر پچھاڑ دیا۔ اور اس کے اوپر بیٹھ کر اس کو اس قدر زور سے دبایا کہ اسکی پسلیوں کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں اور وہ فوراً ہی مر گیا۔ یہ منظر دیکھ کر لوگ دوڑ دوڑ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دینے لگے کہ آپ کی دُعا مقبول ہو گئی اور صحابہ کرام کا دشمن ہلاک ہو گیا۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۷ وحجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۶)

گُستاخ کی زبان کٹ گئی

جنگِ قادسیہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلامی لشکروں کے سپہ سالار تھے۔ لیکن چونکہ آپ زخموں سے نڈھال تھے۔ اس لیے میدانِ جنگ میں نکل کر جنگ نہیں کر سکے۔ بلکہ سینہ کے نیچے ایک تکیہ رکھ کر اور پیٹ کے بل لیٹ کر فوجوں کی کمان کرتے رہے۔ بڑی خوں ریز اور گھمسان کی جنگ کے بعد جب مسلمانوں کی فتح مُبین ہو گئی تو ایک مسلمان سپاہی نے یہ گستاخی اور بے ادبی کی۔ کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے ان کی شان میں ہجو اور بے ادبی کے اشعار لکھ ڈالے جو یہ ہیں ؎

نُقَاتِلُ حَتّٰی یُنْزِلَ اللّٰہُ نَصْرَہٗ ۔۔۔ وَسَعْدٌ بِبَابِ الْقَادِسِیَّۃِ مُعْصَمٖ

(ہم لوگ جنگ کرتے ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی مدد نازل فرما دیتا ہے۔ اور حضرت سعد کا یہ حال ہے کہ وہ قادسیہ کے پھاٹک پر محفوظ ہو کر بیٹھے ہی رہتے ہیں۔)

فَأُبْنَا وَقَدْ اُمَتْ نِسَاءُ كَثِيْرَةُ وَنِسْوَةُ سَعْدٍ لَيْسَ فِيْهِنَّ اَيِّمْ

ہم جب جنگ سے واپس لوٹے تو بہت سی عورتیں بیوہ ہو چکی تھیں۔ لیکن سعد کی کوئی بیوی بھی بیوہ نہیں ہوئی۔

اس دل خراش ہجو سے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے قلب نازک پر بڑی زبردست چوٹ لگی۔ اور آپ نے اس طرح دُعا مانگی۔ کہ یا اللہ! اس شخص کی زبان اور ہاتھ کو میری ہجو کرنے سے روک دے۔ آپ کی زبان مبارک سے ان کلمات کا نکلنا تھا کہ یکایک بالکل ہی اچانک کسی نے اس گستاخ سپاہی کو اس طرح تیر مارا کہ اس کی زبان کٹ کر گر پڑی۔ اور اس کا ہاتھ بھی کٹ گیا۔ اور وہ شخص ایک لفظ بھی نہ بول سکا۔ اور اس کا دم نکل گیا۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص۲۰۷ والبدایہ والنہایہ ج ۷ ص۷۵)

چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا

ایک عورت کی یہ عادت بد تھی کہ وہ ہمیشہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مکان میں جھانک جھانک کر آپ کے گھریلو حالات کی تلاش و جستجو کیا کرتی تھی۔ آپ نے بار بار اس کو سمجھایا اور منع کیا مگر وہ کسی طرح باز نہیں آئی۔ یہاں تک ایک دن نہایت جلال میں آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکل پڑے کہ "تیرا چہرہ بگڑ جائے"۔ ان لفظوں کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کی گردن گھوم گئی۔ اور اس کا چہرہ پیٹھ کی طرف ہو گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص۸۶۶ بحوالہ ابن عساکر)

ایک خارجی کی ہلاکت

ایک گستاخ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

گالی دی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ سُن کر رنج وغم میں ڈوب گئے۔ اور جوش میں آکر یہ دعا کردی کہ "یا اللہ! اگر یہ تیرے اولیاء میں سے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے تو اس مجلس کے برخاست ہونے سے قبل ہی اس شخص کو اپنا قہر وغضب دکھادے"۔

آپ کی زبان اقدس سے اس دُعا کا نکلنا تھا کہ اس مردود کا گھوڑا بدک گیا اور وہ پتھروں کے ڈھیر میں مُنہ کے بل گر پڑا۔ اور اس کا سر پاش پاش ہوگیا جس سے وہ ہلاک ہوگیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۸ بحوالہ حاکم)

تبصرہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا پانچ کرامتوں سے ہم کو دو سبق ملتے ہیں۔ **اوّل** یہ کہ محبوبان بارگاہِ الٰہی یعنی انبیاء وصدیقین اور شہداء کرام وصالحین کی شان میں ادنیٰ درجے کی بھی گستاخی اور بے ادبی یہ قہر الٰہی کا سگنل ہے۔ ان خدا کے مقدس اور محبوب بندوں کی ذراسی بھی بے ادبی کو خداوند قدوس کی شانِ قہاری و جباری معاف نہیں فرماتی۔ بلکہ ضرور ان گستاخوں کو دونوں جہان کے عذاب میں گرفتار کردیتی ہے۔

دوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں علماء واولیاء اور تمام صالحین کی بددُعائیں بہت ہی خطرناک اور ہلاکت آفریں بلائیں ہیں۔ ان بزرگوں کی بددُعا اور پھٹکار وہ تلوار ہے جس کی کوئی ڈھال نہیں اور یہ تباہی و بربادی کا وہ زہر آلود تیر ہے جس کا نشانہ کبھی خطا نہیں کرتا۔ لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ زندگی بھر ہر ہر قدم پر یہ دھیان رکھے کہ کبھی بھی اللہ

کے نیک بندوں کی شان میں ذرہ بھر بھی بے ادبی نہ ہونے پائے اور بزرگان دین میں سے کسی کی بھی بددُعا نہ لے بلکہ ہمیشہ اس کوشش میں لگا رہے کہ خدا کے نیک بندوں کی دُعائیں ملتی رہیں۔ کیونکہ نیک بندوں کی بد دعائیں بربادی کا خوفناک سگنل اور ان کی دعائیں آبادی کا شیریں پھل ہیں۔

ساٹھ ہزار کا لشکر دریا میں

جنگِ فارس میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر کے سپہ سالار تھے۔ دورانِ سفر راستہ میں دریائے دجلہ کو پار کرنے کی ضرورت پیش آگئی اور کشتیاں موجود نہیں تھیں۔ آپ نے لشکر کو دریا میں چل دینے کا حکم دے دیا۔ اور خود سب سے آگے آگے آپ یہ دُعا پڑھتے ہوئے دریا پر چلنے لگے کہ نَسْتَعِیْنُ بِاللّٰہِ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَحَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ؕ لوگ آپس میں ایک دوسرے سے باتیں کرتے ہوئے گھوڑوں والے گھوڑوں پر سوار، اونٹوں والے اونٹوں پر سوار، پیدل چلنے والے پاپیادہ اپنے اپنے سامانوں کے ساتھ دریا پر اس طرح چلنے لگے جس طرح میدانوں میں قافلے گزرتے رہتے ہیں۔ عثمان نہدی تابعی کا بیان ہے کہ اس موقع پر ایک صحابی کا ایک پیالہ دریا میں گر پڑا۔ تو دریا کی موجوں نے اس پیالہ کو کنارے پر پہنچا دیا اور اُن کو اُن کا وہ پیالہ مل گیا۔ اس لشکر کی تعداد ساٹھ ہزار پاپیادہ اور سوار کی تھی ✦ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۹ و طبری ج ۴ ص ۱۷۱)

تبصرہ

یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ دریا بھی اولیاء اللہ کے احکام کا فرماں بردار ہے اور اِن اللہ والوں کی حکومت خداوند قدوس کی

کی عطا سے جس طرح خشکی پر ہے اسی طرح دریاؤں پر بھی ان کی حکومت کا سکہ چلتا ہے۔ کاش وہ بدعقیدہ لوگ جو اولیاء کرام کے ادب و احترام سے محروم، اور ان بزرگوں کی خداداد طاقتوں اور ان کے تصرفات کی قدرتوں کے منکر ہیں ان روایات کو بغور پڑھتے۔ اور اُن روشنی کے میناروں سے ہدایت کا نور حاصل کرتے۔

ڈاکٹر اقبال نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی اسی کرامت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی نظم میں یہ شعر لکھا ہے کہ ؎

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیے گھوڑے ہم نے

نعرۂ تکبیر سے زلزلہ

جنگِ قادسیہ میں فتح حاصل ہو جانے کے بعد حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے "حمص" پر چڑھائی کی۔ یہ رومیوں کا بہت ہی مضبوط قلعہ تھا۔ بادشاہِ روم نے اس شہر کی حفاظت کے لیے ایک بہت ہی زبردست فوج بھیج دی تھی۔ مگر جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس شہر کے قریب پہنچے تو آپ نے اپنے لشکر کو حکم فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کا بلند آواز سے نعرہ ماریں۔ چنانچہ جب پوری فوج نے ایک ساتھ نعرہ مارا تو اس شہر میں اس زور کا زلزلہ آ گیا کہ تمام عمارتیں ہلنے لگیں۔ پھر دوسری مرتبہ نعرہ مارا تو قلعہ اور شہر کی دیواریں گرنے لگیں اور رومی فوج پر ایسی دہشت سوار ہو گئی کہ وہ ہتھیار بھی نہ اُٹھا سکی۔ بلکہ ایک گراں قدر رقم بطور جزیہ کے دے کر رومیوں نے

مسلمانوں سے صلح کر لی + (ازالۃ الخفار مقصد ۲ ص۹)

تبصرہ کلمۂ طیبہ اور تکبیر کا نعرہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔ مگر تجربہ یہ ہے کہ اگر اس زمانے کے لاکھوں مسلمان بھی ایک ساتھ مل کر یہ نعرہ ماریں تو گھاس کا ایک پتہ، اور بھُس کا ایک تنکا بھی نہیں ہل سکتا۔ مگر صحابہ کرام کے اس نعرہ سے پتھروں کی چٹانوں سے بنے ہوئے محلات اور قلعے چکنا چور ہو کر زمین پر بکھر گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگرچہ کلمہ تکبیر کے الفاظ و معانی میں تو ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ لیکن اللہ والوں کی زبانوں، آوازوں اور لہجوں میں، اور ہماری زبانوں، آوازوں، اور لہجوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ کہاں وہ اللہ کے نیک اور پاکباز بندے ؟ اور کہاں ہم دلوں کے میلے اور زبانوں کے گندے ؟ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک ہی آیت، ایک ہی دُعا، ایک اللہ والا پڑھ دے تو اس کی تاثیر کچھ اور ہوتی ہے۔ اور ایک گناہوں والا پڑھ دے تو اس کی تاثیر کچھ اور ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے اسی مضمون کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کیا خوب کہا ہے :۔ ؎

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں
کرگس کا مقام اور ہے شاہیں کا جہاں اور

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
مُلّا کی اذاں اور مجاہد کی اذاں اور

بہر حال اس نکتہ سے ہرگز ہرگز غافل نہیں رہنا چاہیئے کہ اولیاء کرام اور عام انسانوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ جو لوگ صرف پانچ وقت نماز پڑھ کر اولیاء کرام کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتے پھرتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ لوگ گمراہی کے اتنے گہرے اور اس قدر اندھیرے غار میں گر پڑے ہیں کہ انھیں توفیق

الٰہی کی سیڑھی مل سکتی ہے۔ نہ وہاں تک آفتابِ ہدایت کی روشنی پہنچ سکتی ہے۔ خداوند کریم ان گمراہوں کے قرب اور ان کے مکر و فریب کے کالے جادو سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (آمین)

عُمر دراز ہو گئی

ایک شخص نہایت ہی خطرناک اور جان لیوا بیماری میں مبتلا ہو کر اپنی زندگی سے ناامید ہو چکا تھا۔ وہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ اور رو رو کر فریاد کرنے لگا کہ اے صحابیِ رسول! میرے بچے ابھی بہت ہی چھوٹے ہیں۔ میرے مرنے کے بعد اُن کی پرورش کرنے والا مجھے کوئی نظر نہیں آتا۔ لہٰذا آپ یہ دُعا کر دیجئے کہ ان بچوں کے بالغ ہونے تک میں زندہ رہوں۔ آپ کو اس مریض کے حالِ زار پر رحم آگیا۔ اور آپ نے اس کی تندرستی اور سلامتی کے لئے دُعا کر دی۔ تو وہ شخص شفایاب ہو گیا۔ اور بیس برس زندہ رہا۔ حالانکہ کسی کو بھی یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس بیماری سے بچ کر زندہ رہ سکے گا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۶ بحوالہ بیہقی)

تبصرہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ان کرامتوں میں آپ نے ان کی بد دُعاؤں کا ثمرہ بھی دیکھ لیا۔ اور ان کی دُعاؤں کا جلوہ بھی دیکھ لیا۔ اس لیے اس سے سبق حاصل کیجیے۔ اور ہمیشہ اللہ والوں کی بد دعاؤں سے بچتے رہیئے۔ اور ان بزرگوں سے نیک دعاؤں کی ہر وقت بھیک مانگتے رہیے۔ اگر آپ کا یہ طرزِ عمل رہا تو اِن شاء اللہ تعالیٰ زندگی بھر آپ سعادت اور خوش بختی کے بادشاہ بنے رہیں گے۔ (واللہ تعالیٰ اَعْلَمُ)

(۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

یہ بھی عشرہ مبشرہ یعنی اُن دس صحابیوں میں سے ہیں جن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی خوشخبری سُنائی ہے۔ یہ خاندان قریش میں سے ہیں اور زمانۂ جاہلیت کے مشہور مُوَحِّد زید بن عَمرو بن نُفَیل کے فرزند اور امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بہنوئی ہیں۔ یہ جب مسلمان ہوئے تو ان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسّی سے باندھ کر مارا۔ اور ان کے گھر میں جاکر ان کو اور اپنی بہن فاطمہ بنت الخطاب رضی اللہ عنہا کو بھی مارا۔ مگر یہ یہ دونوں استقامت کا پہاڑ بن کر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جنگ بدر میں ان کو اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کا پتہ لگانے کے لئے بھیج دیا تھا۔ اس لیے یہ جنگ بدر کے معرکہ میں حصہ نہ لے سکے۔ مگر اس کے بعد کی تمام لڑائیوں میں یہ شمشیر بکف ہو کر کفّار سے ہمیشہ جنگ کرتے رہے۔ گندمی رنگ کے بہت ہی دراز قد، خوبصورت اور بہادر جوان تھے۔ تقریباً ۵۰ھ میں ستّر برس کی عمر پاکر مقام "عقیق" میں وفات پائی۔ اور لوگوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کو مدینہ منورہ لاکر آپ کو جنۃ البقیع میں مدفون کیا۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص۵۹۶ وبخاری شریف ج۱ ص۵۴۵ مع حاشیہ)

کرامت

کنواں قبر بن گیا

ایک عورت جس کا نام اَروٰی بنت اُویس تھا ان کے اوپر حاکمِ مدینہ مَروان بن الحکمؔ کی کچہری میں یہ دعویٰ دائر کر دیا کہ انھوں نے میری ایک زمین لے لی ہے۔ مَروان نے جب ان سے جواب طلب کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ جو شخص ایک بالشت کے برابر بھی کسی کی زمین لے لے گا۔ تو قیامت کے دن اُس کو ساتوں زمینوں کا طوق پہنایا جائے گا تو اس حدیث کو سُن لینے کے بعد بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ میں کسی کی زمین لے لوں گا۔ آپ کا یہ جواب سُن کر مروان نے کہا اے عورت! اب میں تجھ سے کوئی گواہ نہیں طلب کروں گا۔ جا۔ تو اُس زمین کو لے لے۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے یہ فیصلہ سُن کر یہ دُعا مانگی کہ یا اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے۔ تو اس کی آنکھیں اندھی ہو جائیں اور اِسی زمین میں یہ مرے۔ چنانچہ اس کے بعد یہ عورت اندھی ہو گئی۔ محمد بن زید بن عمرو رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ میں نے اس عورت کو دیکھا ہے کہ وہ عورت اندھی ہو گئی تھی۔ اور دیواریں پکڑ کر اِدھر اُدھر چلتی پھرتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ اسی زمین کے ایک کنوئیں میں گر کر مر گئی اور کسی نے اس کو نکالا بھی نہیں۔ اس لیے وہی کنواں اس کی قبر بن گیا۔ اور ایک اللہ والے کی دُعا کی مقبولیت کا جلوہ نظر آگیا۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴۶ و حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۶ بحوالہ بخاری و مسلم)

تبصرہ اللہ والوں کی یہ کرامت ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی ہیں۔ اور ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کا ثمرہ خداوند کریم ضرور عالم وجود میں لاتا ہے۔ سچ ہے ؎

جو جذب کے عالم میں نکلے لبِ مومن سے وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الٰہی ہے

(۱۰) حضرت ابو عُبَیدہ بن الجرّاح رضی اللہ عنہ

یہ خاندانِ قریش کے بہت ہی نامور اور معزز شخص ہیں۔ فہر بن مالک پر ان کا خاندانی شجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مل جاتا ہے۔ یہ بھی عشرہ مُبشّرہ میں سے ہیں۔ ان کا اصلی نام "عامر" ہے۔ ابو عُبیدہ ان کی کنیت ہے اور ان کو بارگاہِ رسالت سے "اَمِینُ الْاُمَّۃ" کا لقب ملا ہے۔

ابتداءِ اسلام ہی میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا تو آپ فوراً ہی اسلام قبول کر کے جاں نثاری کے لئے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو گئے۔ پہلے آپ نے حبشہ ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔ جنگِ بدر وغیرہ تمام اسلامی جنگوں میں انتہائی جاں بازی کے ساتھ کفار سے معرکہ آرائی کرتے رہے۔ جنگِ اُحد میں لوہے کی ٹوپی کی دو کڑیاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رُخسارِ مُنور میں چبھ گئی

تھیں۔ آپ نے اپنے دانتوں سے پکڑ کر ان کڑیوں کو کھینچ کر نکالا۔ اسی میں آپ کے اگلے دو۲ دانت ٹوٹ گئے تھے۔ بہت ہی شیر دل، بہادر، بلند قامت اور بارعب چہرے والے پہلوان تھے۔ ۱۸ھ میں بمقام "اردن" طاعونِ عمواس میں وفات پا گئے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور مقام "بیسان" میں مدفون ہوئے۔ بوقت وفات اٹھاون برس کی عمر شریف تھی۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص۶۰۵)

کرامت

آپ کی کرامتوں میں سے ایک بہت ہی مشہور اور عجیب کرامت یہ ہے جو درج ذیل ہے:۔

بے مثال مچھلی

آپ تین سو مجاہدینِ اسلام کے لشکر پر سپہ سالار بن کر "سیف البحر" میں جہاد کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں فوج کا راشن ختم ہو گیا۔ یہاں تک کہ یہ چوبیس۲۴ چوبیس۲۴ گھنٹے میں ایک ایک کھجور بطور راشن کے مجاہدین کو دینے لگے۔ پھر وہ کھجوریں بھی ختم ہو گئیں۔ اب بھکمری کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ اس موقع پر آپ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اچانک سمندر کی طوفانی موجوں نے ساحل پر ایک بہت بڑی مچھلی کو پھینک دیا۔ اس مچھلی کو یہ تین سو۳۰۰ مجاہدین کی فوج اٹھارہ۱۸ دنوں تک شکم سیر ہو کر کھاتی رہی۔ اور اس کی چربی کو اپنے جسموں پر ملتی رہی۔ یہاں تک کہ سب لوگ تندرست اور خوب فربہ ہو گئے۔ پھر چلتے وقت اس مچھلی

کا کچھ حصّہ کاٹ کر اپنے ساتھ لے کر مدینہ منوّرہ واپس لوٹے۔ اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بھی اس مچھلی کا ایک ٹکڑا پیش کیا۔ جس کو آپ نے تناول فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس مچھلی کو اللہ تعالیٰ نے تمھارا رزق بنا کر بھیج دیا۔ یہ مچھلی کتنی بڑی تھی لوگوں کو اس کا اندازہ بتانے کے لیے امیرِ لشکر حضرت ابو عُبیدہ بن الجرّاح نے حکم دیا کہ اس مچھلی کی دو ۲ پسلیوں کو زمین میں گاڑدیں۔ چنانچہ دونوں پسلیاں زمین پر گاڑ دی گئیں۔ تو اتنی بڑی محراب بن گئی کہ اس کے نیچے سے کجاوہ بندھا ہوا اونٹ گزر گیا۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۶۲۶ باب غزوۂ سیف البحر)

تبصرہ ایسے وقت میں جب کہ لشکر میں خوراک کا سارا سامان ختم ہو چکا تھا اور لشکر کے سپاہیوں کے لیے بھکری کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ بالکل ہی ناگہاں بغیر کسی محنت و مشقّت کے اس مچھلی کا خشکی میں مل جانا اس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ پھر اتنی بڑی مچھلی کہ تین سَو بھوکے سپاہیوں نے اس مچھلی کو کاٹ کاٹ کر اٹھارہ دنوں تک خوب خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ یہ ایک دوسری کرامت ہے۔ کیونکہ اتنی بڑی مچھلی بہت ہی نادرالوجود ہے۔ کہ اتنا بڑا لشکر اس کو اتنے دنوں تک کھاتا رہے۔ اور پھر اس کے ٹکڑوں کو کاٹ کاٹ کر اونٹوں پر لاد کر مدینہ تک لے جائے۔ مگر پھر بھی مچھلی ختم نہیں ہوئی بلکہ اس کا کچھ حصّہ لوگ چھوڑ کر چلے گئے۔ اتنی بڑی مچھلی کا وجود دُنیا میں بہت ہی کمیاب ہے۔ پھر مچھلی ایک ایسی چیز ہے کہ مرنے کے بعد دو چار دنوں میں سڑ گل کر اور پانی بن کر بہہ جاتی ہے۔

مگر عادت جاریہ کے خلاف مہینوں تک یہ مری ہوئی مچھلی زمین پر دھوپ میں پڑی رہی۔ پھر بھی بالکل تازہ ہی رہی۔ نہ اس میں بدبو پیدا ہوئی نہ اس کا مزہ تبدیل ہوا۔ یہ تیسری کرامت ہے۔

غرض اس عجیب و غریب مچھلی کا مل جانا اس ایک کرامت کے ضمن میں چند کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ جو بلا شبہہ امیر لشکر حضرت ابوعُبَیدہ بن الجرّاح جنتی صحابی کی بہت ہی عظیم اور نادر الوجود کرامتیں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۱۱) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اور چونکہ انھوں نے بھی حضرت ثُوَیبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا اس لیے دودھ کے رشتہ سے یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ صرف چار سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں زیادہ تھے۔ اور بعض کا قول ہے کہ صرف دو ہی سال کا فرق تھا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے انتہائی والہانہ محبت رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ابوجہل نے حرمِ کعبہ میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ بُرا بھلا کہا، تو یہ باوجودیکہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے لیکن جوشِ غضب میں آپے سے باہر ہو گئے۔ اور حرمِ کعبہ میں جاکر ابوجہل کے سر پر اس زور کے ساتھ اپنی کمان

سے ضرب لگائی کہ اس کا سر پھٹ گیا اور ایک ہنگامہ مچ گیا۔ آپ نے ابو جہل کا سر پھاڑ کر پھر بلند آواز سے کلمہ پڑھا اور قریش کے سامنے زور زور سے اعلان کرنے لگے کہ میں بھی مسلمان ہو چکا ہوں۔ اب کسی کی مجال نہیں ہے کہ میرے بھتیجے کو آج سے کوئی بُرا بھلا کہہ سکے۔ اس میں اختلاف ہے کہ اعلانِ نبوّت کے دوسرے سال آپ مسلمان ہوئے یا چھٹے سال۔ بہرحال آپ کے مسلمان ہوجانے سے بہت زیادہ اسلام اور مسلمانوں کی تقویت کا سامان ہو گیا۔ کیونکہ آپ کی بہادری اور جنگی کارناموں کا سکہ تمام بہادرانِ قریش کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ دربارِ نبوّت سے ان کو "اسدُ اللہِ و اَسَدُ الرّسُول" (اللہ و رسول کا شیر) کا معزز خطاب ملا۔ ۳ھ میں جنگِ اُحُد کے معرکہ میں لڑتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ اور "سیّد الشہداء" کے قابلِ احترام لقب کے ساتھ مشہور ہوئے۔

(اکمال ص ۵۶ و زرقانی ج ۳ ص ۲۷۰ تا ص ۲۸۵ و مدارج النبوۃ وغیرہ)

کرامات

فرشتوں نے غسل دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کہ بیشک میرے چچا کو شہادت کے بعد فرشتوں نے غسل دیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ص ۸۶۳ ج ۲ بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ مسئلہ یہ ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو نہ خود غسل دیا، نہ صحابہ کرام کو اس کا حکم فرمایا۔ لہٰذا ظاہر یہی ہے کہ چونکہ تمام شہدائے اُحد میں آپ سید الشہداء کے معزز خطاب سے سرفراز ہوئے اس لیے فرشتوں نے اعزازی طور پر آپ کے اعزاز و اکرام کا اظہار کرنے کے لیے آپ کو غسل دیا۔ یا ممکن ہے کہ حضرت حَنظلہ غسیل الملائکہ کی طرح انکو بھی غسل کی حاجت رہی ہو۔ اور فرشتوں نے اس بنا پر ان کو غسل دیا۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ ایک صحابی کو غسل دینے کے لیے آسمان سے فرشتوں کا نازل ہونا اور اپنے نورانی ہاتھوں سے غسل دینا یہ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک بہت ہی عظیم الشان کرامت ہے۔ (وَاللهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ)

قبر کے اندر سے سلام کا جواب

حضرت فاطمہ خُزاعیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت سید الشہداء جناب حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس کی زیارت کے لیے گئی۔ اور میں نے قبر منور کے سامنے کھڑے ہو کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللهِ کہا تو آپ نے باآوازِ بلند قبر کے اندر سے میرے سلام کا جواب دیا۔ جس کو میں نے اپنے کانوں سے سُنا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ بیہقی)

اسی طرح شیخ محمود کُردی شیخانی نزیلِ مدینہ منورہ نے آپ کی قبرِ انور پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا تو آپ نے قبرِ منور کے اندر سے باآوازِ بلند ان کے سلام کا جواب دیا۔ اور ارشاد فرمایا کہ اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر

"حمزہ" رکھنا۔ چنانچہ جب اُن کو خداوند کریم نے فرزند عطا فرمایا تو انھوں نے اس کا نام "حمزہ" رکھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۳ بحوالہ کتاب الباقیات الصالحات)

تبصرہ اس روایت سے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی چند کرامتیں معلوم ہوتیں :۔ (۱) یہ کہ آپ نے قبر کے اندر سے شیخ محمود کے سلام کو سُن لیا۔ اور دیکھ بھی لیا کہ سلام کرنے والے شیخ محمود ہیں۔ پھر آپ نے سلام کا جواب شیخ محمود کو سُنا بھی دیا۔ حالانکہ دوسرے قبر والے سلام کرنے والوں کے سلام کو سُن تو لیتے ہیں۔ اور پہچان بھی لیتے ہیں۔ مگر سلام کا جواب سلام کرنے والوں کو سُنا نہیں سکتے۔

(۲) سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اپنی قبر شریف کے اندر رہتے ہوئے یہ معلوم تھا کہ ابھی شیخ محمود کے کوئی بیٹا نہیں ہے۔ مگر آئندہ اُن کو خداوند کریم فرزند عطا فرمائے گا۔ جبھی تو آپ نے حکم دیا کہ اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر "حمزہ" رکھنا!

(۳) آپ نے جوابِ سلام اور بیٹے کا نام رکھنے کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا۔ وہ اس قدر بلند آواز سے فرمایا کہ شیخ محمود اور دوسرے حاضرین نے سب کچھ اپنے کانوں سے سُن لیا۔

مذکورہ بالا کرامتوں سے اس مسئلہ پر روشنی پڑتی ہے کہ شہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازمِ حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور ان کے علم کی وسعت کا یہ حال ہے کہ وہ یہاں تک جان اور پہچان لیتے ہیں کہ آدمی

کی پشت میں جو نطفہ ہے اُس سے پیدا ہونے والا بچہ لڑکا ہے یا لڑکی۔ یہی تو وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے شیخ محمود! تم اپنے لڑکے کا نام میرے نام پر رکھنا۔ اگر ان کو بالیقین یہ نہ معلوم ہوتا کہ لڑکا ہی پیدا ہوگا تو آپ کس طرح لڑکے کا نام اپنے نام پر رکھنے کا حکم دیتے۔

(وَاللّٰہُ تعالیٰ اَعْلَمُ)

قبر میں سے خون بہہ نکلا

جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی حکومت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر نہریں کھودنے کا حکم دیا تو ایک نہر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس کے پہلو میں نکل رہی تھی۔ لاعلمی میں اچانک نہر کھودنے والوں کا پھاوڑا آپ کے قدمِ مبارک پر پڑ گیا اور آپ کا پاؤں کٹ گیا۔ تو اُس میں سے تازہ خون بہہ نکلا۔ حالانکہ آپ کو دفن ہوئے چھیالیس ۴۶ سال گذر چکے تھے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۴ بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ

وفات کے بعد تازہ خون کا بہہ نکلنا یہ دلیل ہے کہ شہداء کرام اپنی قبروں میں پورے لوازمِ حیات کے ساتھ زندہ ہیں جیسا کہ اس سے قبل بھی ہم اس مسئلہ پر اسی کتاب میں قدرے روشنی ڈال چکے ہیں۔

(۱۲) حضرت عبّاس رضی اللہ عنہٗ

یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے چچا ہیں۔ ان کی عمر آپ سے دو سال زائد تھی۔ یہ ابتدائِ اسلام میں کفارِ مکہ کے ساتھ تھے۔ یہاں تک کہ جنگِ بدر میں کفار کی طرف سے جنگ میں شامل ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے۔ مگر محققین کا قول یہ ہے کہ یہ جنگِ بدر سے بھی پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ اور اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے اور کفارِ مکہ ان کو قومیت کا دباؤ ڈال کر زبردستی جنگِ بدر میں لائے تھے۔ چنانچہ جنگِ بدر میں لڑائی سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا تھا کہ تم لوگ حضرت عباس کو قتل مت کرنا۔ کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ لیکن کفارِ مکہ ان پر دباؤ ڈال کر انھیں جنگ میں لائے ہیں۔ یہ بہت ہی معزز اور مالدار تھے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں بھی حُجّاج کو زمزم شریف پلانے اور خانۂ کعبہ کی تعمیرات کا اعزاز آپ کو حاصل تھا۔ فتح مکہ کے دن انھیں کی ترغیب سے حضرت ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ اور دوسرے سردارانِ قریش بھی انھیں کے مشوروں سے متاثر ہو کر اسلام کے دامن میں آئے۔ ان کے فضائل میں چند حدیثیں بھی مروی ہیں اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بہت سی بشارتیں اور بہت زیادہ دُعائیں دی ہیں جن کا تذکرہ صحاحِ ستہ اور حدیث کی دوسری کتابوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ۳۲ ھ میں اٹھاسی ۸۸ برس کی عمر پاکر

مدینہ منوّرہ میں وفات پائی اور جنّۃ البقیع میں سپردِ خاک کیے گئے۔
(اکمال ص۶۰۲ و تاریخ الخلفاء وغیرہ)

کرامت

ان کے طفیل میں بارش ہوئی

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب شدید قحط پڑ گیا اور خشک سالی کی مصیبت سے دُنیائے عرب بدحالی میں مبتلا ہوگئی تو امیر المومنین نمازِ استسقاء کے لیے مدینہ منورہ سے باہر میدان میں تشریف لے گئے۔ اس موقع پر ہزاروں صحابۂ کرام کا اجتماع ہوا۔ اس بھرے مجمع میں دُعا کے وقت حضرت امیر المومنین نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بازو تھام کر انھیں اٹھایا اور ان کو اپنے آگے کھڑا کرکے اس طرح دعا مانگی :۔

"یا اللہ! پہلے جب ہم لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تھے تو تیرے نبی کو وسیلہ بناکر بارش کی دعائیں مانگتے تھے اور تو ہم کو بارش عطا فرماتا تھا۔ مگر آج ہم تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کو وسیلہ بناکر دعا مانگتے ہیں۔ لہٰذا تو ہمیں بارش عطا فرمادے۔"

پھر حضرتِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی بارش کے لیے دُعا مانگی تو ناگہاں اسی وقت اس قدر بارش ہوئی کہ لوگ گھٹنوں گھٹنوں تک پانی میں چلتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس لوٹے اور لوگ جوشِ مسرّت اور جذبۂ عقیدت سے

آپ کی چادرِ مبارک کو چومنے لگے۔ اور کچھ لوگ آپ کے جسم مبارک پر اپنا ہاتھ پھرانے لگے۔ چنانچہ حضرتِ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو دربارِ نبوت کے شاعر تھے اس واقعہ کو اپنے اشعار میں ذکر کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ:

سَئَلَ الْاِمَامُ وَقَدْ تَتَابَعَ جَدْبُنَا
فَسَقَى الْغَمَامُ بِغُرَّةِ الْعَبَّاسِ
اَحْيَى الْاِلٰهُ بِهِ الْبِلَادَ فَاَصْبَحَتْ
مُخْضَرَّةَ الْاَجْنَابِ بَعْدَ الْيَاسِ

یعنی امیرالمؤمنین نے اس حالت میں دعا مانگی کہ لگاتار کئی سال سے قحط پڑا ہوا تھا تو بدلی نے حضرت عباس کی روشن پیشانی کے طفیل میں سب کو سیراب کر دیا۔ معبودِ برحق نے اس بارش سے تمام شہروں کو زندگی عطا فرمائی اور نا امیدی کے بعد تمام شہروں کے اطراف ہرے بھرے ہو گئے۔

(بخاری ج ۱ ص ۵۲۶ وحجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۵ دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۶)

(۱۴) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہیں۔ یہ قدیم الاسلام ہیں۔ اکتیس ۳۱ آدمیوں کے مسلمان ہونے کے بعد یہ دامنِ اسلام میں آئے اور کفارِ مکہ کی ایذاؤں سے تنگ ہو کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے، پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ اور خیبر میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں اس وقت پہونچے کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالِ غنیمت کو مجاہدین کے درمیان تقسیم فرما رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جوشِ محبت میں ان سے معانقہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر سکتا کہ جنگِ خیبر کی فتح سے مجھے زیادہ خوشی حاصل ہوئی ہے یا اے جعفر بن ابی طالب! تم مہاجرینِ حبشہ کی آمد سے زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔ یہ بہت ہی جانباز بہادر تھے اور نہایت ہی خوبصورت اور وجیہ بھی۔ ۸ھ جنگِ موتہ میں امیرِ لشکر ہونے کی حالت اکتالیس ۴۱ برس کی عمر میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اس جنگ میں سپہ سالار ہونے کی وجہ سے لشکرِ اسلام کا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا۔ کفار نے تلوار کی مار سے ان کے داہنے ہاتھ کو شہید کر دیا تو انھوں نے جھپٹ کر جھنڈے کو بائیں ہاتھ سے پکڑ لیا۔ جب بایاں ہاتھ بھی کٹ کر گر پڑا تو انھوں نے جھنڈے کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں سے تھام لیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے

فرمایا کہ جب ہم نے ان کی لاشِ مبارک کو اُٹھایا تو اُن کے جسم اطہر پر نوّے ۹۰ زخم تھے۔ مگر کوئی زخم بھی ان کے بدن کے پچھلے حصّے پر نہیں لگا تھا بلکہ تمام زخم ان کے بدن کے اگلے ہی حصّہ پر تھے۔ (اکمال ص۵۸۹ وحواشی بخاری وغیرہ)

کرامت

ذوالجناحین ان کا ایک لقب "ذوالجناحین" (دو بازوؤں والا) ہے دوسرا لقب "طیار" (اُڑنے والا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ کرامت بیان فرمائی ہے کہ ان کے کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو دو پر عطا فرمائے ہیں۔ اور یہ جنّت کے باغوں میں جہاں چاہتے ہیں اُڑ کر چلے جاتے ہیں۔

تبصرہ آپ کی اسی کرامت کو بیان کرتے ہوئے امیرالمؤمنین حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فخریہ انداز میں یہ شعر ارشاد فرمایا ہے کہ ؎

وَجَعْفَرُ الَّذِیْ یُمْسِیْ وَیُضْحِیْ
مَعَ الْمَلَائِکَةِ اِبْنُ اُمِّیْ

یعنی جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صبح و شام فرشتوں کے جھرمٹ میں نورانی بازوؤں سے پرواز فرماتے رہتے ہیں وہ میری ماں کے بیٹے ہیں۔

آپ کی یہ کرامت نادرۃ الوجود ہے کیونکہ اور کسی دوسرے صحابی کے بارے میں یہ کرامت ہماری نظر سے نہیں گزری۔

(۱۴) حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ

یہ خاندانِ قریش کے بہت ہی نامور اشراف میں سے ہیں۔ ان کی والدہ حضرت بی بی لبابۂ صغریٰ رضی اللہ عنہا اُمّ المؤمنین حضرت بی بی میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ یہ بہادری اور فنِ سپہ گری و تدابیرِ جنگ کے اعتبار سے تمام صحابۂ کرام میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کی اور ان کے باپ ولید کی اسلام دشمنی مشہور تھی۔ جنگِ بدر اور جنگِ اُحد کی لڑائیوں میں یہ کفار کے ساتھ رہے اور ان سے مسلمانوں کو بہت زیادہ جانی نقصان پہونچا۔ مگر ناگہاں ان کے دل میں اسلام کی صداقت کا ایسا آفتاب طلوع ہو گیا کہ ۸ھ میں یہ خود بخود مکہ سے مدینہ جا کر دربارِ رسالت میں حاضر ہو گئے اور دامنِ اسلام میں آ گئے اور یہ عہد کر لیا کہ اب زندگی بھر میری تلوار کفار سے لڑنے کے لیے بے نیام رہے گی۔ چنانچہ اس کے بعد ہر جنگ میں انتہائی مجاہدانہ جاہ و جلال کے ساتھ کفار کے مقابلہ میں شمشیر بکف رہے۔ یہانتک کہ ۸ھ میں جنگِ موتہ میں جب حضرت زید بن حارثہ و حضرت جعفر بن ابیطالب و حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم تینوں سپہ سالاروں نے یکے بعد دیگرے جامِ شہادت نوش کر لیا تو اسلامی فوج نے ان کو اپنا سپہ سالار منتخب کیا۔ اور انھوں نے ایسی جاں بازی کے ساتھ جنگ کی کہ مسلمانوں کی فتحِ مبین ہو گئی۔ اور اسی موقع پر جب کہ یہ جنگ میں مصروف تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

مدینہ منورہ میں صحابہ کی ایک جماعت کے سامنے ان کو "سَیفُ اللہ" (اللہ کی تلوار) کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ امیرالمؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں جب فتنۂ ارتداد نے سر اُٹھایا تو انھوں نے ان معرکوں میں بھی خصوصاً جنگِ یمامہ میں مسلمان فوجوں کی سپہ سالاری کی ذمہ داری قبول کی اور ہر محاذ پر فتحِ مبین حاصل کی۔ پھر امیرالمومنین حضرت عُمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے دوران رومیوں کی جنگوں میں بھی انھوں نے اسلامی فوجوں کی کمان سنبھالی۔ اور بہت زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ سنہ ۲۱ھ میں چند دن بیمار رہ کر وفات پائی۔

(اکمال ص ۵۹۳ وکنز العمال ج ۵ ص ۱ وتاریخ الخلفاء)

کرامات

زہر نے اثر نہیں کیا روایت ہے کہ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے مقام "حیرہ" میں اپنے لشکروں کے ساتھ پڑاؤ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اے امیرِ لشکر! آپ عجمیوں کے زہر سے بچتے رہیں۔ ہم لوگوں کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ لوگ آپ کو زہر نہ دے دیں۔ آپ نے فرمایا کہ لاؤ میں دیکھ لوں کہ عجمیوں کا زہر کیسا ہوتا ہے؟ لوگوں نے آپ کو دیا تو آپ بِسْمِ اللہ پڑھ کر کھا گئے اور آپ کو بال برابر بھی ضرر نہیں پہنچا اور "کلبی" کی روایت میں یہ ہے کہ ایک عیسائی پادری جس کا نام عبدالمسیح تھا ایک ایسا زہر لے کر آیا کہ اس کے کھا لینے سے ایک گھنٹہ کے بعد موت یقینی

ہوتی ہے۔ آپ نے اُس سے وہ زہر مانگ کر اس کے سامنے ہی :——
بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ؕ پڑھا اور اس زہر کو کھا گئے۔ یہ منظر دیکھ کر عبد المسیح نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! یہ اتنا خطرناک زہر کھا کر بھی زندہ رہ گئے یہ بہت ہی حیرت کی بات ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ ان سے صلح کر لو۔ ورنہ ان کی فتح یقینی ہے۔ چنانچہ ان عیسائیوں نے ایک گرانقدر جزیہ دے کر صلح کر لی۔ یہ واقعہ امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں ہوا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۷ بحوالہ بیہقی وغیرہ)

تبصرہ

ہم اِسی کتاب کی ابتداء میں "تحقیقِ کرامات" کے عنوان کے تحت میں یہ تحریر کر چکے ہیں کہ کرامت کی پچیس قسموں میں سے مُہلکات کا اثر نہ کرنا یہ بھی کرامت کی ایک بہت ہی شاندار قسم ہے۔ چنانچہ مذکورۂ بالا روایت اس کی بہترین مثال ہے۔

شراب کی شہد

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس شراب سے بھری ہوئی مشک لے کر آیا تو آپ نے یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو شہد بنا دے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب لوگوں نے دیکھا تو وہ مشک شہد سے بھری ہوئی تھی۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۷ وطبری ج ۴ ص ۳)

شراب سرکہ بن گئی

ایک مرتبہ لوگوں نے آپ سے شکایت کی کہ اے امیرِ لشکر آپ کی فوج میں کچھ لوگ شراب پیتے ہیں۔ آپ نے

فوراً ہی تلاشی لینے کا حکم دے دیا۔ تلاشی لینے والوں نے ایک سپاہی کے پاس سے شراب کی ایک مَشک برآمد کی۔ لیکن جب یہ مشک آپ کے سامنے پیش کی گئی تو آپ نے بارگاہِ الٰہی میں یہ دُعا مانگی کہ یا اللہ! اس کو سرکہ بنادے۔ چنانچہ جب لوگوں نے مشک کا مُنہ کھول کر دیکھا تو واقعی اس میں سے سرکہ نکلا۔ یہ دیکھ کر مَشک والا سپاہی کہنے لگا کہ خدا کی قسم یہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کی کرامت ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ میں نے اس مشک میں شراب بھر رکھی تھی + (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۷)

تبصرہ کرامت کی تیئیس قسموں میں سے "قلبِ ماہیت" یعنی کسی چیز کی حقیقت کو بدل دینا۔ مذکورہ بالا دونوں روایات کرامت کی اسی قسم کی مثالیں ہیں کہ اولیاء اللہ جب چاہتے ہیں اپنی روحانی طاقت یا اپنی مستجاب دعاؤں کی بدولت ایک چیز کی حقیقت کو بدل کر اس کو دوسری چیز بنادیتے ہیں۔ اولیاء اللہ کی کرامتوں کے تذکروں میں اس کی ہزاروں مثالیں ملیں گی۔

⑮ حضرت عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہ

یہ امیرالمومنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام زینب بنت مظعون ہے۔ یہ بچپن ہی میں اپنے والد ماجد کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ علم و فضل کے ساتھ بہت ہی عبادت گزار، اور متقی و پرہیز گار تھے۔ میمون بن مہران تابعی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عُمر سے بڑھ کر کسی کو متقی و پرہیز گار نہیں دیکھا۔ حضرت امام مالک فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمر مسلمانوں کے امام ہیں۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفاتِ اقدس کے بعد ساٹھ برس تک حج کے مجموں' اور دوسرے مواقع پر مسلمانوں کو اسلامی احکام کے بارے میں فتویٰ دیتے رہے۔ مزاج میں بہت زیادہ سخاوت کا غلبہ تھا۔ اور بہت زیادہ صدقہ و خیرات کی عادت تھی۔ اپنی جو چیز پسند آجاتی فوراً ہی اُس کو خدا کی راہ میں خیرات کر دیتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں ایک ہزار غلاموں کو خرید کر آزاد فرمایا۔ جنگ خندق اور اس کے بعد کی اسلامی لڑائیوں میں برابر کفار سے جنگ کرتے رہے۔ ہاں البتہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں آپ ان لڑائیوں میں غیر جانبدار رہے۔

عبدالملک بن مروان کی حکومت کے دوران حجاج بن یوسف ثقفی امیر الحج بن کر آیا۔ آپ نے خطبہ کے درمیان اس کو ٹوک دیا۔ حجاج ظالم نے

جل بھن کر اپنے ایک سپاہی کو حکم دے دیا کہ وہ زہر میں بُجھایا ہوا نیزہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاؤں میں مار دے۔ چنانچہ اس مردود نے آپ کے پاؤں میں نیزہ مار دیا۔ زہر کے اثر سے آپ کا پاؤں بہت زیادہ پھول گیا۔ اور آپ علیل ہو کر صاحب فراش ہو گئے۔ مکار حجاج بن یوسف آپ کی عیادت کے لیے آیا۔ اور کہنے لگا کہ حضرت! کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے آپ کو نیزہ مارا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس کو جان کر پھر تم کیا کرو گے؟ حجّاج نے کہا کہ اگر میں اس کو قتل نہ کروں تو خدا مجھے مار ڈالے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم کبھی ہرگز ہرگز اس کو قتل نہیں کرو گے۔ اس نے تو تمھارے حکم ہی سے ایسا کیا ہے۔ یہ سُن کر حجّاج بن یوسف کہنے لگا کہ نہیں نہیں۔ اے ابو عبدالرحمٰن! آپ ہرگز ہرگز یہ خیال نہ کریں۔ اور جلدی سے اُٹھ کر چل دیا۔ اسی مرض میں ۷۳ھ میں حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے تین ماہ بعد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ چوراسی یا چھیاسی برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔ اور مکہ معظمہ میں مقام "محصّب" یا مقام "ذی طویٰ" میں مدفون ہوئے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۲۹ کمال ص ۶۰۵ و تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۳۵)

کرامات

شیر دُم ہلاتا ہوا بھاگا

علامہ تاج الدین سبکی نے اپنے طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شیر راستہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور قافلہ والوں کا راستہ روکے ہوئے تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے

اس کے قریب جاکر فرمایا کہ راستہ سے الگ ہٹ کر کھڑا ہو جا۔ آپ کی یہ ڈانٹ سُن کر شیر دُم ہلاتا ہوا راستہ سے دور بھاگ نکلا+

(تفسیر کبیر ج ۵ صفحہ ۱۷۵ وحجۃ اللہ ج ۲ صفحہ ۸۶۶)

ایک فرشتہ سے ملاقات

حضرت عطار بن اَبی رَباح کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عُمر رضی اللہ عنہ نے دوپہر کے وقت دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت سانپ نے سات چکر بیت اللہ کا طواف کیا۔ پھر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے اس سانپ سے فرمایا کہ اب آپ جب کہ طواف سے فارغ ہو چکے ہیں یہاں پر آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ میرے شہر کے نادان لوگ آپ کو کچھ ایذا پہنچادیں گے۔ سانپ نے بغور آپ کے کلام کو سُنا۔ پھر اپنی دُم کے بل کھڑا ہو گیا۔ اور فوراً ہی اُڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ اس طرح لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ کوئی فرشتہ تھا جو سانپ کی شکل میں طواف کعبہ کے لیے آیا تھا+ (دلائل النبوۃ ج ۳ صفحہ ۲۰۷)

زیاد کیسے ہلاک ہوا؟

زیاد سلطنت بنو اُمیہ کا بہت ہی ظالم و جابر گورنر تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ وہ حجاز کا گورنر بن کر آرہا ہے۔ آپ کو ہرگز ہرگز یہ گوارا نہیں تھا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر ایسا ظالم حکومت کرے۔ چنانچہ آپ نے یہ دُعا مانگی کہ یا اللہ! ابنِ سُمیّہ (زیاد) کی اس طرح موت ہو جائے کہ اس کے قصاص میں کوئی مسلمان قتل نہ کیا جائے۔ آپ کی یہ دُعا مقبول ہو گئی کہ اچانک زیاد کے انگوٹھے میں طاعون کی گلٹی نکل پڑی اور وہ ایک ہفتہ کے اندر ہی

ایڑی رگڑ رگڑ کر مر گیا + (ابن عساکر و المنتخب ج ۵۔ ص ۲۳۱)

تبصرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی پہلی کرامت سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی حکومت کا سکہ نہ صرف انسانوں ہی کے دلوں پر ہوتا ہے بلکہ ان کے حاکمانہ تصرفات کا پرچم درندوں، چرندوں، پرندوں کے دلوں پر بھی لہراتا رہتا ہے۔ اور سب کے سب اللہ والوں کے فرماں بردار ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ مضمون ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ ؎

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

یعنی تم خداوند تعالیٰ کے حکم سے گردن نہ موڑو۔ تاکہ کوئی مخلوق تمہارے حکم سے گردن نہ موڑے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم خدا کے فرماں بردار بنے رہو گے تو خدا کی تمام مخلوقات تمہاری فرماں بردار بنی رہے گی۔

دوسری کرامت سے یہ سبق ملتا ہے کہ جب کعبہ معظمہ کے طواف کے لیے فرشتے سانپ کی شکل میں آتے ہیں۔ تو پھر ظاہر ہے کہ فرشتے انسانوں کی شکل میں بھی ضرور ہی آتے ہوں گے۔ لہٰذا ہر حاجی کو یہ دھیان رکھنا چاہیے کہ حرم کعبہ میں ہرگز ہرگز کسی سے اُلجھنا نہیں چاہیے۔ خدانخواستہ تم کسی انسان سے جھگڑا تکرار کرو۔ اور وہ حقیقت میں کوئی فرشتہ ہو جو انسان کے روپ میں تکرار کر رہا ہو تو پھر یہ سمجھ لو کہ کسی فرشتہ سے لڑنے جھگڑنے کا انجام اپنی ہلاکت کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟

تیسری کرامت سے ظاہر ہے کہ اللہ والوں کی دُعائیں اُس تیر کی طرح ہوتی ہیں جو کمان سے نکل کر نشانہ سے بال برابر خطا نہیں کرتی ہیں۔ اس لیے ہمیشہ اِس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کبھی بھی کسی کی بددُعا کی زد اور پھٹکار میں نہ پڑیں اور مغرب زدہ مُلحدوں اور بیدینوں کی طرح ہرگز ہرگز یہ نہ کہا کریں کہ میاں کسی کی دُعا، یا بددُعاء سے کچھ نہیں۔ یہ مُلّا لوگ خواہ مخواہ لوگوں کو بددُعاء کی دھونس دیا کرتے ہیں۔ بلکہ یہ ایمان رکھیں کہ بزرگوں کی دعاء اور بددُعاؤں میں بہت زیادہ تاثیر ہے۔

(۱٦) حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن مُعاذ بن النعمان انصاری۔ یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے بہت ہی جلیل القدر صحابی ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے جانے سے پہلے ہی حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ بھیج دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کی تعلیم دیں اور غیر مسلموں میں اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں۔ چنانچہ حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دامنِ اسلام میں آگئے۔ اور خود اسلام قبول کرتے ہی یہ اعلان فرما دیا کہ میرے قبیلۂ بنو عبد الاشہل کا جو مرد یا عورت اسلام سے مُنہ موڑے گا۔ میرے لیے حرام ہے کہ میں اس سے کلام کروں۔ آپ کا یہ اعلان سُنتے ہی قبیلۂ بنو عبد الاشہل کا ایک ایک بچّہ دولتِ اسلام سے مالا مال ہو گیا۔

اس طرح آپ کا مسلمان ہو جانا مدینہ منورہ میں اشاعت اسلام کے لئے بہت ہی بابرکت ثابت ہوا۔ آپ بہت ہی بہادر اور انتہائی نشانہ باز تیر انداز بھی تھے۔ جنگ بدر اور جنگ اُحد میں خوب خوب دادِ شجاعت دی۔ مگر جنگِ خندق میں زخمی ہو گئے۔ اور اسی زخم میں شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک چھوٹی سی زرہ پہنے ہوئے نیزہ لے کر جوشِ جہاد میں لڑنے کے لیے میدانِ جنگ میں جا رہے تھے کہ ابن العرقہ نامی کافر نے ایسا نشانہ باندھ کر تیر مارا کہ جس سے آپ کی ایک رگ جس کا نام "اکحل" ہے کٹ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے مسجد نبوی میں ایک خیمہ گاڑا۔ اور ان کا علاج شروع کیا۔ خود اپنے دست مبارک سے دو مرتبہ ان کے زخم کو داغا۔ اور ان کا زخم بھرنے لگ گیا تھا۔ لیکن انھوں نے شوقِ شہادت میں خداوند تعالیٰ سے یہ دُعا مانگی کہ :۔

"یا اللہ ! تو جانتا ہے کہ کسی قوم سے مجھے جنگ کرنے کی اتنی تمنا نہیں ہے جتنی کفارِ قریش سے لڑنے کی تمنا ہے۔ جنھوں نے تیرے رسول کو جھٹلایا۔ اور ان کو ان کے وطن سے نکالا۔ اے اللہ ! میرا تو یہی خیال ہے کہ اب تو نے ہمارے اور کفار قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے۔ لیکن اگر ابھی کفار قریش سے کوئی جنگ باقی رہ گئی ہو جب تو مجھے زندہ رکھ تاکہ میں تیری راہ میں ان کافروں سے جنگ کروں۔ اور اگر اب ان لوگوں سے کوئی جنگ باقی نہ رہ گئی ہو تو تو میرے اس زخم کو پھاڑ دے۔ اور اسی زخم میں تو مجھے شہادت کی موت عطا فرما دے۔"

خدا کی شان کہ آپ کی یہ دُعا ختم ہوتے ہی بالکل اچانک آپ کا زخم پھٹ گیا۔ اور خون بہہ کر مسجد نبوی میں بنی غِفار کے خیمے کے اندر پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے چونک کر کہا کہ اے خیمہ والو! یہ کیسا خون ہے جو تمھاری طرف سے بہہ کر ہماری طرف آرہا ہے؟ جب لوگوں نے دیکھا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے زخم سے خون جاری تھا۔ اسی زخم میں ان کی وفات (شہادت) ہوگئی۔

(بخاری ج ۲ ص ۵۹۱ باب مرجع النبی من الاحزاب)

عین وفات کے وقت ان کے سرہانے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ جاں کنی کے عالم میں انھوں نے آخری بار جمالِ نبوّت کا دیدار کیا۔ اور کہا کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ط پھر بلند آواز سے کہا کہ یا رسول اللہ! مَیں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اور آپ نے تبلیغِ رسالت کا حق ادا کردیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۸۱)

آپ کا سالِ وفات ۵ھ ہجری ہے۔ بوقت وفات آپ کی عمر شریف ۳۷ برس کی تھی۔ جنّتہ البقیع میں آپ مدفون ہوئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دفن فرما کر واپس لوٹ رہے تھے تو شدّتِ غم سے آپ کے آنسوؤں کے قطرات آپ کی ریشِ مبارک پر گر رہے تھے۔ (اکمال ص ۵۹۶ و اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۸)

کرامات

جنازہ میں ستّر ہزار فرشتے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

سعد بن مُعاذ کی موت سے عرشِ الٰہی ہل گیا اور ستّر ہزار فرشتے ان کے جنازہ میں شریک ہوئے + (زرقانی ج ۲ ص ۱۴۳ وحجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۸)

مٹّی مُشک بن گئی

محمد بن شُرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک شخص نے حضرت سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ کی قبر کی مٹّی ہاتھ میں لی تو اس میں سے مُشک کی خوشبو آنے لگی۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب ان کی قبر کھودی گئی تو اس میں سے مُشک کی خوشبو آنے لگی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ نے "سُبحَانَ اللہِ ! سُبحَانَ اللہِ" فرمایا۔ اور مسرت کے آثار آپ کے رخسار انور پر نمودار ہو گئے۔ (زرقانی ج ۲ ص ۱۴۳ وحجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۸ بحوالہ ابن سعد)

فرشتوں سے خیمہ بھر گیا

حضرت سلمہ بن اسلم بن حریش رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں تشریف فرما ہوئے تو کوئی آدمی بھی وہاں موجود نہ تھا۔ مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم لمبے لمبے قدم رکھ کر پھلانگتے ہوئے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ اور ان کی لاش کے پاس تھوڑی دیر ٹھہر کر باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسولَ اللہ! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ خیمہ میں لمبے لمبے قدم کے ساتھ پھلانگتے ہوئے داخل ہوئے۔ حالانکہ خیمہ میں کوئی شخص بھی موجود نہ تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ خیمہ میں اس قدر فرشتوں کا ہجوم تھا کہ وہاں قدم رکھنے کی جگہ نہ تھی۔ اس لیے میں نے فرشتوں کے بازوؤں کو بچا بچا کر قدم رکھا (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲۔ ص ۸۶۸ بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ خدا کے نیک اور محبوب بندوں کی نسبت سے جب اُن کی قبر کی مٹی میں مشک کی خوشبو پیدا ہو جاتی ہے۔ تو ان مقدس قبروں کے پاس حاضر ہونے والے زائروں کی اگر بیماریاں زائل ہو کر انھیں تندرستی مل جائے! ان کی نحوست و شقاوت دور ہو کر انھیں برکت و سعادت حاصل ہو جائے تو اس میں کون سا تعجب ہے۔ جن کی تاثیر سے مٹی مشک بن سکتی ہے۔ کیا ان کی تاثیر سے بیماری، تندرستی۔ اور بد نصیبی، خوش نصیبی نہیں بن سکتی؟

کاش وہ لوگ جو اولیاء اللہ کی قبروں کو مٹی کا ڈھیر کہہ کر قبروں کی زیارت کرنے والوں کا مذاق اُڑایا کرتے ہیں۔ اور ان مقدس قبروں کی تاثیروں کا انکار کرتے رہتے ہیں۔ اس روایت سے ہدایت کی روشنی حاصل کرتے اور مقابرِ اولیاء اللہ کا ادب و احترام کرتے۔

(۱۷) حضرت عبداللہ بن عَمرو بن حرام رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں۔ اور مشہور صحابی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ہیں۔ قبیلۂ انصار میں یہ اپنے خاندان بنی سلمہ کے سردار، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی جان نثار صحابی ہیں۔ جنگِ بدر میں بڑی بہادری اور جاں بازی کے ساتھ کفار سے لڑے۔ اور ۳ھ میں جنگِ اُحد کے دن سب سے پہلے جامِ شہادت سے سیراب ہوئے۔ بخاری شریف وغیرہ کی روایت ہے کہ انھوں نے رات میں

اپنے فرزند حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلا کر یہ فرمایا کہ میرے پیارے بیٹے! کل صبح جنگِ اُحد میں سب سے پہلے میں ہی شہادت سے سرفراز ہوں گا۔ اور بیٹا! سُن لو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تم سے زیادہ میرا کوئی پیارا نہیں ہے۔ لہٰذا تم میرا قرض ادا کر دینا۔ اور اپنی بہنوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ یہ میری آخری وصیت ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ واقعی صبح کو میدانِ جنگ میں سب سے پہلے میرے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ ہی شہید ہوئے ۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۰ باب ھل یخرج المیت من القبر و اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۳۲)

کرامات

فرشتوں نے سایہ کیا

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جنگِ اُحد کے دن جب میرے والد حضرت عبداللہ انصاری کی مقدس لاش کو صحابۂ کرام اُٹھا کر بارگاہِ رسالت میں لائے۔ تو ان کا یہ حال تھا کہ کافروں نے اُن کے کان اور ناک کو کاٹ کر ان کی صورت بگاڑ دی تھی۔ میں نے چاہا کہ ان کا چہرہ کھول کر دیکھوں تو میری برادری اور کنبہ قبیلہ والوں نے مجھے اس خیال سے منع کر دیا کہ لڑکا اپنے باپ کا یہ حال دیکھ کر رنج و غم سے نڈھال ہو جائے گا۔ اتنے میں میری پھوپھی روتی ہوئی اُن کی لاش کے پاس آئیں۔ تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان پر روؤ یا نہ روؤ فرشتوں کی فوج برابر لگاتار ان کی لاش پر اپنے بازوؤں سے

سایہ کرتی رہی ہے ۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۹۵)

کفن سلامت، بدن تر و تازہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگِ احد کے دن میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ کو ایک دوسرے شہید (عمرو بن جموح) کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کر دیا تھا۔ پھر مجھے اچھا نہیں لگا کہ میرے باپ ایک دوسرے شہید کی قبر میں دفن ہیں اس لیے میں نے اس خیال سے کہ ان کو الگ قبر میں دفن کروں۔ چھ ماہ کے بعد میں نے ان کی قبر کو کھود کر لاشِ مبارک کو نکالا تو وہ بالکل اسی حالت میں تھے جس حالت میں اُن کو میں نے دفن کیا تھا۔ بجز اس کے کہ ان کے کان پر کچھ تغیر ہوا تھا۔ (بخاری ج ۱ ص ۱۸۰ و حاشیہ بخاری)

اور ابن سعد کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ کے چہرے پر زخم لگا تھا۔ اور اُن کا ہاتھ ان کے زخم پر تھا۔ جب اُن کا ہاتھ ان کے زخم سے ہٹایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ پھر جب ان کا ہاتھ ان کے زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا۔ اور اُن کا کفن جو ایک چادر تھی جس سے چہرہ چھپا دیا گیا تھا۔ اور ان کے پیروں پر گھاس ڈال دی گئی تھی۔ چادر اور گھاس دونوں کو ہم نے اسی طرح پر پڑا ہوا پایا۔ (ابن سعد ج ۳ ص ۵۶۲)

پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں نہروں کی کھدائی کے وقت جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ اعلان کرایا کہ سب لوگ میدانِ اُحُد سے اپنے اپنے مُردوں کو اُن کی قبروں سے نکال کر لے جائیں۔ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دوبارہ چھیالیس برس کے بعد اپنے والد حضرت عبداللہ کی

قبر کھود کر ان کی مقدس لاش کو نکالا۔ تو میں نے اُن کو اس حال میں پایا کہ اپنے زخم پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ جب اُن کا ہاتھ اُٹھایا گیا تو زخم سے خون بہنے لگا۔ پھر جب ہاتھ زخم پر رکھ دیا گیا تو خون بند ہو گیا اور اُن کا کفن جو ایک چادر کا تھا بدستور صحیح و سالم تھا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ صفحہ ۸۶۳ بحوالہ بیہقی)

قبر میں تلاوت

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی زمین کی دیکھ بھال کے لیے "غابہ" جا رہا تھا تو راستہ میں رات ہو گئی۔ اس لیے میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس ٹھہر گیا۔ جب کچھ رات گزر گئی تو میں نے ان کی قبر میں سے تلاوت کی اتنی بہترین آواز سُنی کہ اس سے پہلے اتنی اچھی قرأت میں نے کبھی بھی نہیں سُنی تھی۔ جب مدینہ منورہ واپس لوٹ کر میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا اے طلحہ! تم کو یہ معلوم نہیں کہ خدا نے ان شہیدوں کی ارواح کو قبض کر کے زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھا ہے۔ اور ان قندیلوں کو جنت کے باغوں میں آویزاں فرما دیا ہے۔ جب رات ہوتی ہے تو یہ روحیں قندیلوں سے نکال کر ان کے جسموں میں ڈال دی جاتی ہیں پھر صبح کو وہ اپنی جگہوں پر واپس لائی جاتی ہیں۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ صفحہ ۸۷۱ بحوالہ ابن مندہ)

تبصرہ

یہ مستند روایات اس بات کا ثبوت ہیں کہ حضرات شُہداء کرام اپنی اپنی قبروں میں پورے لوازمِ حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔

اور وہ اپنے جسموں کے ساتھ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ تلاوت کر سکتے ہیں۔ اور دوسرے قسم قسم کے تصرّفات بھی کر سکتے ہیں۔ اور کرتے ہیں +

(۱۸) حضرت مُعاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

ان کی کُنیت ابو عبد اللہ ہے۔ یہ قبیلۂ خزرج کے انصاری اور مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں۔ یہ اُن ۷۰ خوش نصیب انصار میں سے ایک ہیں جن لوگوں نے ہجرت سے بہت پہلے میدانِ عرفات کی گھاٹی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعتِ اسلام کی تھی۔ یہ جنگِ بدر اور اس کے بعد کے تمام جہادوں میں مجاہدانہ شان سے شریکِ جنگ رہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کا قاضی اور معلّم بنا کر بھیجا تھا۔ اور حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دَورِ خلافت میں ان کو ملکِ شام کا گورنر بھی مقرر کر دیا تھا۔ جہاں ۱۸ سنہ ھ میں یہ طاعونِ عمواس میں علیل ہو کر اڑتیس ۳۸ سال کی عُمر میں وفات پائی۔ بہت ہی بلند پایہ عالم، حافظ، قاری، معلّم اور نہایت ہی متقی و پرہیزگار اور اعلیٰ درجے کے عبادت گزار تھے۔ بنی سلمہ کے تمام بتوں کو انھوں نے ہی توڑ پھوڑ کر پھینک دیا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت میں ان کا لقب "اِمَامُ الْعُلَمَاء" ہے +

(اکمال ص ۶۱۶ و اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۷۶)

کرامت

مُنہ سے نور نکلتا تھا

حضرت ابو بحریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "حِمْص" کی مسجد میں دیکھا وہ گھنے اور گھونگھردار بال والے بہت خوبصورت تھے۔ جب وہ گفتگو فرماتے تھے تو الفاظ کے ساتھ ساتھ اُن کے مُنہ سے ایک نور نکلتا تھا۔ جس کی روشنی اور چمک صاف نظر آتی تھی۔

(تذکرۃ الحفاظ ج اوّل صہ ۲۰)

(۱۹) حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ

حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلۂ اوس کی شاخ بنی عبد الاشہل سے خاندانی تعلق رکھتے ہیں۔ مدینہ منوّرہ میں حضرت مُصعب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کی تبلیغ سے یہ اسلام میں داخل ہوئے۔ اپنے قبیلہ بنی عبد الاشہل کے سردار، اور مدینہ منوّرہ میں اپنی خوبیوں کی وجہ سے بہت ہی باوقار تھے۔ یہ قرآن مجید بڑی ہی خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ان کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کرتے تھے اور بارگاہِ نبوّت میں بھی مقرّب اور حاضر باش تھے۔ جنگِ بدر، جنگِ اُحد، جنگ خندق وغیرہ تمام لڑائیوں میں سربکف اور کفن بردوش

ہو کر کفار سے جنگ کرتے رہے۔ زمانۂ خلافت کے جہادوں میں بھی شرکت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ فتح بیت المقدس میں امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ ۲۰ھ میں حضرت امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔ (اکمال ص۵۸۵ واسدالغابۃ ج ۱ ص۹۲)

کرامت

فرشتے گھر کے اوپر اُتر پڑے

روایت ہے کہ آپ نے نمازِ تہجد میں سورۂ بقرہ کی تلاوت شروع کی۔ اسی گھر میں آپ کا گھوڑا بھی بندھا ہوا تھا۔ اور گھوڑے کے قریب ہی میں ان کا بچہ یحییٰ بھی سو رہا تھا۔ یہ انتہائی خوش الحانی کے ساتھ قرأت کر رہے تھے۔ اچانک ان کا گھوڑا بدکنے لگا۔ یہاں تک کہ ان کو یہ خطرہ محسوس ہونے لگا کہ گھوڑا ان کے بچہ یحییٰ کو کچل دے گا۔ چنانچہ نماز ختم کرکے جب انھوں نے صحن میں آکر اوپر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ بادل کے ٹکڑے کے مانند جس میں بہت سے چراغ روشن ہیں کوئی چیز اُن کے مکان کے اوپر اُتر رہی ہے۔ آپ نے اس منظر سے گھبرا کر قرأت موقوف کردی۔ اور صبح کو جب بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا تو رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ فرشتوں کی مقدس جماعت تھی جو تیری قرأت کی وجہ سے آسمان سے تیرے مکان کی طرف اُتر پڑی تھی۔ اگر تو صبح تک تلاوت کرتا رہتا تو یہ فرشتے

زمین سے اس قدر قریب ہو جاتے کہ تمام انسانوں کو ان کا دیدار ہو جاتا۔

(دلائل النبوۃ ج ۳ ص۳۰۵ و مشکوٰۃ شریف ص۱۸۴ فضائل قرآن)

تبصرہ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے نیک بندوں کی تلاوت سننے کے لیے آسمان سے فرشتوں کی جماعت زمین کی طرف اُترتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ عام لوگ فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر اللہ والوں میں سے کچھ خاص خاص لوگوں کو فرشتوں کا دیدار بھی نصیب ہو جاتا ہے بلکہ وہ فرشتوں سے گفتگو بھی کر لیتے ہیں۔

(۲۰) حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہما

حضرت عبداللہ بن ہشام بن عثمان بن عمرو قریشی یہ قبیلۂ قریش میں خاندانِ بنی تیم سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۴ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ مشہور محدث حضرت زُہرہ بن معبد کے دادا ہیں۔ اہلِ حجاز کے محدثین میں ان کا شمار ہے۔ اور ان کے شاگردوں میں ان کے پوتے زُہرہ بن معبد بہت مشہور ہیں۔

حضرت عبداللہ بن ہشام کو بچپن میں ان کی والدہ حضرت زینب بنتِ حُمید حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لے گئیں۔ اور عرض کیا کہ یارسول اللہ! آپ میرے اس بچے سے بیعت لے لیجئے۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو بہت ہی چھوٹا بچہ ہے۔ پھر اپنا مقدس ہاتھ ان کے سر پر پھرا کر ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرما دی۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص۲۷ و اکمال ص۵۹۵)

کرامت

تجارت میں برکت

اسی دُعاءِ نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت حاصل ہوئی کہ ان کو تجارت میں نفع کے سوا کسی سودے میں کبھی بھی نقصان ہوا ہی نہیں۔ روایت ہے کہ یہ اپنے پوتے زُہرہ بن معبد کو ساتھ لے کر بازار جاتے اور غلّہ خریدتے۔ تو حضرت عبداللہ بن زُبیرؓ اور حضرت عبداللہ عمر رضی اللہ عنہم ان سے ملاقات کرتے اور کہتے کہ ہم کو بھی آپ اپنی اس تجارت میں شریک کر لیجیے۔ اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپ کے لیے برکت کی دُعا فرمائی ہے۔ پھر یہ سب لوگ اس تجارت میں شریک ہو جاتے تو بسا اوقات اونٹ کے بوجھ برابر نفع کما لیتے۔ اور اس کو اپنے گھر بھیج دیتے ۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۴۰ باب الشرکۃ فی الطعام)

تبصرہ

نیک اور صالح لوگوں کو اپنے کاروبار اور دھندے روزگار میں اس نیت سے شریک کر لینا کہ ان کی برکت سے ہم فیض یاب ہوں گے۔ یہ صحابۂ کرام کا مقدّس طریقہ ہے۔ چنانچہ پُرانے زمانے کے خوش عقیدہ اور نیک نفس تاجروں کا یہی طریقہ تھا کہ وہ جب کوئی تجارت کرتے تھے تو کسی عالمِ دین یا پیرِ طریقت کا کچھ حصہ اس تجارت میں مقرر کر کے ان بزرگوں کو اپنا شریکِ تجارت بنا لیتے تھے تاکہ ان اللہ والوں کی وجہ سے تجارت میں خیر و برکت ہو۔ اسی لیے آج کل بھی بعض خوش عقیدہ اور نیک بخت مَیمن لوگ اپنی تجارت میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کو حصہ دار بنا لیتے ہیں۔

اور نفع میں جتنی رقم حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے نام کی نکلتی ہے اسکو یہ لوگ نیاز کھاتہ کہتے ہیں اور اسی رقم سے یہ لوگ گیارہویں شریف کی فاتحہ بھی دلاتے ہیں اور عالموں اور سیدوں کو اسی رقم سے نذرانہ بھی دیا کرتے ہیں۔ یقیناً یہ بہت ہی اچھا طریقہ ہے۔ وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ ؕ

(۲۱) حضرت خُبَیب بن عَدی رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں۔ اور قبیلۂ انصار میں خاندانِ اوس کے بہت ہی نامی گرامی فرزند ہیں۔ بہت ہی پُر جوش اور جاں باز صحابی ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو بے پناہ والہانہ عشق تھا۔ جنگ بدر میں دل کھول کر انتہائی بہادری کے ساتھ کفار سے لڑے۔ جنگ اُحد میں بھی آپ کے مجاہدانہ کارنامے شجاعت کے شاہکار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن ۴ھ میں عُسفان و مکہ مکرمہ کے درمیان مقام "رجیع" میں یہ کفار کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ چونکہ انھوں نے جنگِ بدر میں کفارِ مکہ کے ایک مشہور سردار "حارث بن عامر" کو قتل کر دیا تھا۔ اس لیے اس کے بیٹوں نے ان کو خرید لیا اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر ان کو اپنے گھر کی ایک کوٹھری میں قید کر دیا۔ پھر مکہ مکرمہ سے باہر مقام "تنعیم" میں لے جا کر ایک بہت بڑے مجمع کے سامنے ان کو سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا۔ اسلام میں یہ پہلے خوش نصیب صحابی ہیں جن کو کفار نے سولی پر چڑھا کر شہید کیا۔ سولی پر چڑھنے سے پہلے انھوں نے

دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا کہ اے گروہ کفار! سن لو! میرا دل تو یہی چاہتا تھا کہ دیر تک نماز پڑھتا رہوں۔ کیونکہ یہ میری زندگی کی آخری نماز تھی۔ مگر مجھ کو یہ خیال آگیا کہ کہیں تم لوگ یہ نہ سمجھ لو کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں۔ اس لیے میں نے بہت ہی مختصر نماز پڑھی۔ کفار نے آپ کو جب سولی پر چڑھا دیا، تو آپ نے چند وجد آفریں اور ایمان افروز اشعار پڑھے۔ پھر حارث بن عامر کے بیٹے "ابو سروعہ" نے آپ کے مقدس سینہ میں نیزہ مار کر آپ کو قتل کر دیا اور آپ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ ان کا مفصل حال آپ ہماری کتاب "ایمانی تقریریں" اور "سیرۃ المصطفےٰ" میں پڑھیے۔ ان کی مندرجہ ذیل کرامات قابل ذکر ہیں:

کرامات

بے موسم کا پھل جن دنوں یہ حارث بن عامر کے بیٹوں کی قید میں تھے، ظالموں نے ان کا دانہ پانی بند کر دیا تھا اور ان کو زنجیروں میں اس طرح جکڑ دیا تھا کہ ان کے ہاتھ پاؤں دونوں بندھے ہوئے تھے۔ اس زمانہ میں حارث بن عامر کی بیٹی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! میں نے خبیب (رضی اللہ عنہ) سے اچھا کوئی قیدی نہیں دیکھا۔ میں نے بارہا یہ دیکھا کہ وہ قید کی کوٹھری کے اندر زنجیروں میں بندھے ہوئے بہترین انگوروں کا خوشہ ہاتھ میں لیے ہوئے کھا رہے ہیں۔ حالانکہ خدا کی قسم! ان دنوں مکہ معظمہ کے اندر کوئی پھل بھی نہیں ملتا تھا۔ اور انگور کا تو موسم بھی نہیں تھا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۹ و بخاری شریف)

مکہ کی آواز مدینہ پہنچی

جب حضرت خُبَیب رضی اللہ عنہ سولی پر چڑھائے گئے تو انھوں نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ یا اللہ! میں یہاں کسی کو نہیں پاتا جس کے ذریعہ میں آخری سلام تیرے پیارے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تک پہنچا سکوں۔ لہٰذا تو میرا سلام حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچا دے۔ صحابۂ کرام کا بیان ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے اندر اپنے اصحاب کی مجلس میں رونق افروز تھے۔ کہ بالکل ہی ناگہاں آپ نے بلند آواز سے "وَعَلَیْکَ السَّلَام" فرمایا۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس وقت آپ نے کس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمھارا دینی بھائی خُبَیب ابھی ابھی مکہ معظمہ میں سولی پر چڑھا دیا گیا اور اُس نے سولی پر چڑھ کر میرے پاس اپنا سلام بھیجا ہے۔ اور میں نے اُس کے سلام کا جواب دیا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۹)

ایک سال میں تمام قاتل ہلاک

روایت ہے کہ سولی پر چڑھائے جانے کے وقت حضرت خُبَیب رضی اللہ عنہ نے قاتلوں کے مجمع کی طرف دیکھ کر یہ دعا مانگی کہ اَللّٰھُمَّ اَحْصِھِمْ عَدَدًا وَّاقْتُلْھُمْ بَدَدًا وَّلَا تُبْقِ مِنْھُمْ اَحَدًا (یعنی اے اللہ! تو میرے ان تمام قاتلوں کو گن کر شمار فرما لے اور ان سب کو ہلاک فرما دے۔ اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ رکھ۔

ایک کافر کا بیان ہے کہ میں نے جب خُبَیب (رضی اللہ عنہ) کو بددعا کرتے ہوئے سُنا تو میں زمین پر لیٹ گیا تاکہ خُبَیب کی نظر مجھ پر نہ پڑے۔

چنانچہ اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک سال پورا پورا ہوتے ہوتے تمام وہ لوگ جو آپ کے قتل میں شریک و راضی تھے سب کے سب ہلاک و برباد ہو گئے۔ فقط تنہا میں بچ گیا ہوں ۔ (حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۹ و بخاری)

لاش کو زمین نگل گئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا کہ مقام تنعیم میں حضرت خُبیب کی لاش سولی پر لٹکی ہوئی ہے۔ جو مسلمان ان کی لاش کو سولی سے اتار کر لائے گا میں اُس کے لیے جنّت کا وعدہ کرتا ہوں۔ یہ خوشخبری سُن کر حضرت زُبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہما تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر راتوں کو سفر کرتے اور دن میں چُھپتے ہوئے مقام تنعیم میں پہنچ گئے۔ چالیس کفّار سولی کے پہرہ دار بن کر سو رہے تھے۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا۔ چالیس۴۰ دن گذر جانے کے باوجود لاش بالکل تر و تازہ تھی اور زخموں سے تازہ خون ٹپک رہا تھا۔ ان دونوں حضرات نے لاش کو سولی سے اتارا اور گھوڑے پر لاش کو رکھ کر مدینہ منورہ کا رُخ کیا۔ مگر ستّر۷۰ کافروں نے ان لوگوں کا پیچھا کیا۔ جب ان دونوں حضرات نے دیکھا کہ اب ہم گرفتار ہو جائیں گے تو ان دونوں نے مقدس لاش کو زمین پر رکھ دیا۔ خدا کی شان کہ ایک دم زمین پھٹ گئی اور مقدس لاش کو نگل گئی۔ اور پھر زمین اس طرح برابر ہو گئی کہ پھٹنے کا نشان بھی باقی نہ رہا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت خُبیب رضی اللہ عنہ کا لقب "بَلِیعُ الْاَرْض" (جن کو زمین نگل گئی) ہے۔ پھر ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ اے کفّارِ مکہ ہم دو۲ شیر ہیں

جو اپنے جنگل میں جا رہے ہیں۔ اگر تم لوگوں سے ہو سکے تو ہمارا راستہ روک کر دیکھ لو۔ ورنہ اپنا راستہ لو۔ جب کفارِ مکہ نے دیکھ لیا کہ ان دونوں حضرات کے پاس لاش نہیں ہے۔ تو وہ لوگ مکہ مکرمہ واپس لوٹ گئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴۱)

تبصرہ

شہید اسلام حضرت خُبیب انصاری صحابی رضی اللہ عنہ کی ان چاروں کرامتوں کو پڑھ کر عبرت حاصل کیجئے کہ خداوند کریم شہداء کرام بالخصوص اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کرام کو کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں سے سرفراز فرماتا ہے۔ اور یہ نصیحت حاصل کیجئے کہ صحابہ کرام نے دین اسلام کی خاطر کیسی کیسی قربانیاں پیش کی ہیں اور پھر سوچئے کہ ہم آج کل کے مسلمان اسلام کے لیے کیا کر رہے ہیں؟ اور ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اور پھر خدا کا نام لے کر اُٹھیے اور اسلام کے لیے کچھ کر ڈالیے۔

(۲۲) حضرت ابوایوبؓ انصاری رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے وہی خوش نصیب انصاری ہیں جن کے مکان کو شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان بن کر شرفِ نزول بخشا اور یہ شہنشاہِ دو عالم کی میزبانی سے سات ماہ تک سرفراز ہوتے رہے۔ اور دن رات صبح و شام ہر وقت و ہر آن اپنے ہر قول و فعل سے ایسی والہانہ عقیدت اور عاشقانہ جاں نثاری کا مظاہرہ کرتے رہے کہ مشکل ہی سے اس کی مثال مل سکے گی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاقاتیوں کی آسانی کے لیے نیچے کی منزل میں قیام پسند فرمایا۔ مجبوراً حضرت ابوایوب انصاری اوپر کی منزل میں رہے۔ ایک مرتبہ اتفاقاً پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا تو اس اندیشہ سے کہ کہیں پانی بہہ کر نیچے کی منزل میں نہ چلا جائے۔ اور حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ تکلیف نہ پہونچ جائے۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ گھبرا گئے اور سارا پانی اپنے لحاف میں جذب کر لیا۔ گھر میں بس یہی ایک رضائی تھی جو گیلی ہو گئی۔ رات بھر میاں بیوی نے سردی کھائی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرہ برابر تکلیف پہنچ جائے یہ گوارا نہیں کیا۔ غرض بے پناہ ادب و احترام۔ اور محبت و عقیدت کے ساتھ سلطانِ دارین صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمان نوازی و میزبانی کے فرائض ادا کرتے رہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سخاوت کے ساتھ ساتھ شجاعت

اور بہادری میں بھی طاق ہی تھے۔ تمام اسلامی لڑائیوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ معرکہ آزمائی فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب مجاہدینِ اسلام کا لشکر جہادِ قسطنطنیہ کے لیے روانہ ہوا تو اپنی ضعیفی کے باوجود آپ بھی مجاہد بن کر اس لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے تشریف لے گئے اور برابر مجاہدین کی صفوں میں کھڑے ہو کر جہاد کرتے رہے۔ جب سخت بیمار ہو گئے اور کھڑے ہونے کی طاقت نہیں رہی تو آپ نے مجاہدینِ اسلام سے فرمایا کہ جب تم لوگ جنگ کے لیے صف بندی کرو۔ تو مجھے بھی صف میں اپنے قدموں کے پاس لٹائے رکھو۔ اور جب میرا انتقال ہو جائے تو تم لوگ میری لاش کو قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے پاس دفن کرنا۔ چنانچہ ۵۱ھ میں اسی جہاد کے دوران آپ کی وفات ہوئی۔ اور اسلامی لشکر نے ان کی وصیت کے مطابق ان کو قسطنطنیہ کے قلعہ کی دیوار کے پاس دفن کر دیا۔ یہ اندیشہ تھا کہ شاید عیسائی لوگ آپ کی قبر کو کھود ڈالیں۔ مگر عیسائیوں پر ایسی ہیبت سوار ہو گئی کہ وہ لوگ آپ کی مقدس قبر کو ہاتھ نہ لگا سکے۔ اور آج تک آپ کی قبر شریف اسی جگہ موجود اور زیارت گاہِ خلائق ہے۔ جہاں ہر قوم و ملت کے لوگ حاضری دیتے ہیں۔

قبر شفاخانہ بن گئی یہ آپ کی کرامت کا ایک نورانی جلوہ ہے کہ بہت دور دور سے قسم قسم کے مایوس العلاج مریض آپ کی قبر شریف پر شفاء کے لیے حاضری دیتے ہیں اور خدا کے فضل و کرم سے شفایاب ہوتے ہیں۔

(اکمال فی اسماء الرجال ص۵۸۶ و حاشیہ کنز العمال ج ۶ ص۲۲۵ مطبوعہ حیدرآباد)

(۲۳) حضرت عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہٗ

یہ عبداللہ بن بُسر مازنی ہیں۔ ان کی کنیت ابُو بُسر یا ابو صفوان ہے۔ ان کے والد نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور شہنشاہِ دوعالم نے ماحضر تناول فرمایا۔ پھر کھجوریں لائی گئیں۔ آپ نے کھجوریں بھی کھائیں۔ اور حضرت عبداللہ کے سر پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر دُعا فرمائی۔ یہ آخری عُمر میں ملکِ شام چلے گئے تھے۔ علامہ ابن اثیر کا بیان ہے کہ آخری صحابی جن کا ملک شام میں وصال ہوا یہی عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کی عمر میں اختلاف ہے۔ اصابہ میں ہے کہ ۹۴ برس کی عمر میں وفات پائی۔ اور علامہ ابُونعیم کا قول ہے کہ ایک سو برس کی عمر میں ان کا وصال ہوا۔ بغیر کسی بیماری کے شہر حمص میں وضو کرتے ہوئے بالکل ہی اچانک وفات پا گئے۔

(اکمال ص۶۰۳ و اسدالغابہ ج ۳ ص۱۲۵ و کنز العمّال ج ۱۶ ص۱۰۲ حیدر آباد)

کرامت

رزق میں کبھی تنگی نہیں ہوئی

دُعاءِ نبوی کی برکت سے عمر بھر کبھی ان کی روزی میں تنگی نہیں ہوئی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں طعام سے فارغ ہو کر گھر والوں کے لئے تین دعائیں مانگی تھیں۔ (۱) یا اللہ! ان لوگوں کی مغفرت فرما۔

(۲) یا اللہ! ان لوگوں پر رحمت نازل فرما۔ (۳) یا اللہ! ان لوگوں کی روزی میں برکت عطا فرما! (کنزالعمال ج ۱۶ صہ مطبوعہ حیدرآباد)

(۲۴) حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ

صلح حدیبیہ کے بعد یہ اپنے قبیلہ بنی خزاعہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اور دربارِ نبوت میں حاضر رہ کر حدیثیں یاد کرتے رہے۔ پھر کوفہ چلے گئے۔ اور وہاں سے مصر جا کر مقیم ہو گئے۔ کچھ دنوں شام میں بھی رہے۔ اُن کے شاگردوں میں جُبیر بن نُفیر، اور رفاعہ بن شدّاد وغیرہ بہت مشہور محدثین ہیں۔ یہ حضرت علی رضی اللہ کے طرفدار تھے۔ اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے۔ جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خلافت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو سونپ دی۔ تو اس وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے گورنر "زیاد" کے خوف سے یہ عراق سے بھاگ کر "موصل" کے ایک غار میں روپوش ہو گئے۔ اور اسی غار میں ان کو سانپ نے کاٹ لیا جس سے ان کی وفات ہو گئی۔

علامہ ابن اثیر صاحب اسد الغابہ کا بیان ہے کہ ان کی قبر شریف موصل میں بہت ہی مشہور زیارت گاہ ہے۔ قبر پر بہت بڑا گنبد اور لمبی چوڑی درگاہ ہے۔ سنہ ۵۰ھ میں آپ کی شہادت ہوئی۔

(اسد الغابہ ج ۴ صہ)

کرامت

اسی برس کی عمر میں سب بال کالے انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ پیش کیا۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرما کر ان کی جوانی کی بقا کے لیے دعا فرمادی۔ اس دعاء نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت مل گئی کہ اسی برس کی عمر ہو جانے کے باوجود ان کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔ (کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۱۲ و اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۱)

(۲۵) حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت عاصم بن ثابت بن الافلح انصاری۔ یہ انصار میں قبیلۂ اوس کے مایۂ ناز سپوت ہیں۔ بہت ہی جاں باز اور بہادر صحابی ہیں۔ انھوں نے جنگ بدر میں بے مثال جرأت و بہادری کا مظاہرہ کیا۔ اور کفار قریش کے بڑے بڑے نامور سرداروں کو قتل کر دیا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ کے نانا ہیں۔ ۳ھ میں غزوۃ الرجیع کی جنگ میں یہ کفار سے دست بدست لڑتے ہوئے اپنے چھ ساتھیوں کے ساتھ شہید ہو گئے۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۷۳)

ان کی مندرجہ ذیل دو۲ کرامتیں بہت مشہور ہیں۔ جو نہایت ہی مستند ہیں +

کرامات

شہد کی مکھیوں کا پہرہ

چونکہ آپ نے جنگ بدر کے دن کفارِ مکہ کے بڑے بڑے نامی گرامی سورماؤں، اور نامور سرداروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا اس لیے جب کفارِ مکہ کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو ان کافروں نے چند آدمیوں کو اس لیے مقام رجیع میں بھیج دیا تاکہ ان کے بدن کا کوئی ایسا حصّہ (سروغیرہ) کاٹ کر لائیں۔ جس سے یہ شناخت ہوجائے کہ واقعی حضرت عاصم قتل ہو گئے۔ چنانچہ چند کفار ان کی لاش کی تلاش میں مقام رجیع تک پہنچ گئے۔ مگر وہاں جاکر ان کافروں نے اس شہید مردِ کی یہ کرامت دیکھی کہ لاکھوں کی تعداد میں شہد کی مکھیوں کے جھنڈ نے ان کی لاش کے ارد گرد اس طرح گھیرا ڈال رکھا ہے جس سے وہاں تک کسی کا پہنچنا ہی ناممکن ہو گیا ہے۔ اس لیے کفارِ مکہ ناکام و نامراد ہو کر مکہ واپس چلے گئے +

(بخاری ج ۲ ص۵۶۹ و زرقانی ج ۲ ص۳)

سمندر میں قبر

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ مکہ کی ایک کافرہ عورت سُلافہ بنت سعد کے دو بیٹوں کو حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر میں قتل کر ڈالا تھا۔ اس لیے اس عورت نے جوشِ انتقام میں یہ قسم کھا رکھی تھی۔ کہ اگر مجھ کو عاصم بن ثابت کا سر مل گیا۔ تو میں

ان کی کھوپڑی میں شراب پیوں گی۔ چنانچہ اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا تھا کہ تم ان کا سر کاٹ کر لاؤ، میں اس کو بڑی قیمت دے کر خرید لوں گی۔ اس لالچ میں چند کفار مقام رجیع تک پہنچے مگر جب انھوں نے شہد کی مکھیوں کا گھیرا دیکھا تو حواس باختہ ہو گئے۔ مگر یہ لالچی لوگ اس انتظار میں وہاں ٹھہر گئے کہ جب کبھی بھی یہ شہد کی مکھیاں اڑ جائیں گی تو ہم ان کا سر کاٹ کر لیجائیں گے۔ خدا کی شان کہ نہایت ہی زوردار بارش ہوئی۔ اور پہاڑوں سے برساتی نالہ بہتا ہوا اس میدان میں پہنچا۔ اور اس زور کا ایک ریلا آیا کہ کفار جان بچانے کے لیے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور آپ کی مقدس لاش پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتی ہوئی سمندر میں پہنچ گئی۔

روایت ہے کہ جس دن عاصم بن ثابت نے اسلام قبول کیا تھا۔ اسی دن خدا سے یہ عہد کیا تھا کہ میں نہ تو کسی کافر کے بدن کو ہاتھ لگاؤں گا۔ نہ کسی کافر کو یہ موقع دوں گا کہ وہ میرے بدن کو چھو سکے۔ اللہ اکبر! خدا کی شان کہ زندگی بھر تو ان کا یہ عہد پورا ہوتا ہی رہا۔ شہادت کے بعد بھی خداوند قدوس نے ان کے اس عہد کو پورا فرما دیا کہ کفار ان کے مقدس بدن کو ہاتھ نہ لگا سکے۔ پہلے شہد کی مکھیوں کا پہرہ لگا دیا۔ پھر برساتی نالوں نے ان کے بدن کو ان کے مدفن تک پہنچا دیا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۹ بحوالہ بیہقی وکنز العمال ج ۱۶ ص ۱۸۸)

تبصرہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ان دونوں کراماتوں کو پڑھ کر غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کا شہداء کرام پر کتنا بڑا

فضلِ عظیم ہوتا ہے اور راہِ خدا میں جان فدا کرنے والوں کو رب العزت جل جلالہ کے دربار سے کیسی کیسی عظیم الشان کرامتوں کے نشان عطا کیے جاتے ہیں۔ وفات کے بعد بھی ان کے تصرفات بصورت کرامات جاری رہتے ہیں۔ لہٰذا شہیدوں سے عقیدت ومحبت اور اُن کا ادب واحترام واجبُ العمل اور لازمُ الایمان ہے۔

(۲۶) حضرت عُبَیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ

ان کا وطن مکہ مکرمہ ہے، اور یہ خاندانِ قریش کے بہت ہی ممتاز اور نامور شخص ہیں۔ یہ ابتداء اسلام ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ پھر ہجرت بھی کی۔ نہایت ہی وجیہ، بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ ۲ھ میں ساٹھ یا اسّی مہاجرین کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "رابغ" کی طرف جہاد کے لئے روانہ فرمایا تھا۔ چنانچہ تاریخِ اسلام میں مجاہدین کا یہ لشکر "سَرِیّۂ عُبَیدہ بن الحارث" کے نام سے مشہور ہے۔ ۲ھ جنگِ بدر میں انھوں نے شیبہ بن ربیعہ سے جنگ کی جو لشکرِ کفار کے سپہ سالار عُتبہ بن ربیعہ کا بھائی تھا۔ یہ بڑی جاں بازی کے ساتھ لڑتے رہے۔ مگر اس قدر زخمی ہو گئے کہ ان کی پنڈلی ٹوٹ کر چُور چُور ہو گئی اور نلی کا گودا بہنے لگا — یہ دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر شیبہ کو قتل کر دیا۔ اور حضرت عُبیدہ کو اپنے کاندھے پر اُٹھا کر بارگاہِ رسالت میں لائے۔ اس حالت میں حضرت عُبیدہ نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ! کیا میں شہادت سے محروم رہا؟ ارشاد فرمایا کہ ہرگز نہیں بلکہ تم شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ یہ سن کر انھوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! اگر آج ابو طالب زندہ ہوتے تو

وہ مان لیتے کہ ان کے اس شعر کا مصداق میں ہوں کہ ؎

وَنُسْلِمُہٗ حَتّٰی نُصَرَّعَ حَوْلَہٗ
وَنَذْھَلُ عَنْ اَبْنَاءِنَا وَالْحَلَائِلِ

یعنی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ہم ان کے گرداگرد لڑتے لڑتے خون میں لت پت ہو جائیں گے اور ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں گے۔ اسی زخم میں آپ منزل صُفراء میں پہنچ کر شرفِ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

(ابوداؤد ج ۲ ص۱۶۰ ۳ و زرقانی ج ۱ ص۴۱۸)

کرامت

قبر کی خوشبو و رنگ

عشقِ رسول میں بے پناہ جاں نثاریوں اور فداکاریوں کی بدولت اِن کو یہ شاندار کرامت نصیب ہوئی کہ اِن کی قبرِ اطہر سے اس قدر مشک کی خوشبو آتی تھی کہ پورا میدان ہر وقت مہکتا رہتا تھا۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک مدت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہ کرام کے ساتھ منزل صُفراء میں قیام ہوا۔ تو صحابہ کرام نے حیران ہو کر بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اس صحرا میں مشک کی خوشبو کہاں سے اور کیوں آ رہی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس میدان میں ابو معاویہ (حضرت عُبیدہ) کی قبر موجود ہوتے ہوئے تمھیں تعجب کیوں ہے کہ یہاں مشک کی خوشبو مہک رہی ہے! (کتاب صد صحابہ ص۳۱۴ مرتبہ شاہ مراد مارہروی)

اللہ اکبر۔ سچ ہے ؎

کمالات ولی مٹی میں کبھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نورِ ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

(۲۷) حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن الربیع بن عمرو انصاری خزرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیعۃ العقبہ اولیٰ اور بیعۃ العقبہ ثانیہ دونوں بیعتوں میں شریک رہے۔ اور یہ انصار میں سے خاندان بنی الحارث کے سردار بھی تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں جب کہ عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج بہت ہی کم تھا۔ اس وقت یہ کاتب تھے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی شیدائی اور بیحد جاں نثار صحابی ہیں۔ حضرت سعد بن الربیع کی صاحبزادی کا بیان ہے کہ میں امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوئی تو انھوں نے اپنے بدن کی چادر اُتار کر میرے لیے بچھادی اور مجھے اس پر بٹھایا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے اور پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اُس شخص کی بیٹی ہے جس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں جنّت کے اندر اپنا ٹھکانا بنالیا۔ اور میں اور تم یوں ہی رہ گئے۔ یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیرت کے ساتھ دریافت کیا کہ اے خلیفۂ رسول اللہ! وہ کون شخص ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ "سعد بن الربیع" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تصدیق کی۔ جنگِ بدر میں نہایت شجاعت کے ساتھ کفّار سے معرکہ آرائی کی۔ جنگِ احد میں بارہ کافروں کو ایک ایک نیزہ مارا اور جس کو ایک نیزہ مارا وہ مرکر ٹھنڈا ہوگیا۔ پھر

گھمسان کی جنگ میں زخمی ہو کر اسی جنگ احد میں ۳ھ میں شہید ہو گئے
اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک قبر میں مدفون ہوئے۔
(اکمال فی اسماء الرجال ص۵۹۶ وحاشیہ کنز العمال ج۱۲ ص۳۶ و اسد الغابہ ج ۲ ص۲۷۷)

ان کی یہ کرامت ہے کہ احد کے میدانِ جنگ میں انھوں نے جنت کی خوشبو سونگھ لی۔

کرامت

دنیا میں جنت کی خوشبو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگِ احد کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کی تلاش میں بھیجا۔ اور یہ فرمایا کہ اگر وہ زندہ ملیں تو تم ان سے میرا سلام کہہ دینا۔ چنانچہ جب تلاش کرتے کرتے میں ان کے پاس پہنچا۔ تو ان کو اس حال میں پایا کہ ابھی کچھ کچھ جان باقی تھی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا تو انھوں نے سلام کا جواب دیا۔ اور یہ کہا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرا سلام کہہ دینا اور سلام کے بعد میری طرف سے یہ بھی عرض کر دینا کہ یا رسول اللہ! میں جنت کی خوشبو میدانِ جنگ میں سونگھ چکا۔ اور میری قوم انصار سے میرا یہ آخری پیغام کہہ دینا کہ اگر تم میں کا ایک آدمی بھی زندہ رہا۔ اور کفار کا حملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا۔ تو خدا کے دربار میں تمھارا کوئی عذر مقبول نہیں ہو سکتا اور تمھارا وہ عہد ٹوٹ جائے گا جو تم لوگوں نے "بیعۃ العقبہ" میں کیا تھا۔ اتنا کہتے کہتے ان کی روح پرواز کر گئی۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص۸۶۰ بحوالہ حاکم و بیہقی)

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کی لاش کا پتہ لگانے کے لیے بھیجا تھا وہ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۷۷)

تبصرہ

اللہ اکبر! غور فرمائیے کہ حضرات صحابۂ کرام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی والہانہ محبت اور کس قدر عاشقانہ لگاؤ تھا کہ جاں کنی کا عالم ہے۔ زخموں سے نڈھال ہیں مگر اس وقت میں بھی حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال دل و دماغ کے گوشہ گوشہ میں چھایا ہوا ہے۔ اپنے گھر والوں کے لیے' اپنی بچیوں کے لیے کوئی وصیت نہیں فرماتے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اپنی ساری قوم کو کتنا اہم آخری پیغام دیتے ہیں۔ صحابۂ کرام کی یہی وہ نیکیاں ہیں جو قیامت تک کسی کو نصیب نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور اسی لیے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ساری اُمت میں وہی درجہ ہے۔ جو آسمان پر ستاروں کی برات میں چاند کا درجہ ہے۔

حضرت سعد بن الربیع رضی اللہ عنہ کے کوئی بیٹا نہیں تھا۔ فقط دو ۲ صاجزادیاں تھیں جن کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی میراث میں سے دو ۲ ثلث عطا فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(٢٨) حضرت اَنَس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ کا نسب نامہ یہ ہے: انس بن مالک بن النضر بن ضمضم بن زید بن حرام انصاری۔ آپ قبیلۂ انصار میں خزرج کی ایک شاخ بنی نجار میں سے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام "اُمِ سُلیم بنت ملحان" ہے۔ ان کی کنیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حمزہ رکھی۔ اور ان کا مشہور لقب "خادم النبی" ہے اور اس لقب پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بے حد فخر تھا۔ دس برس کی عمر میں یہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دس برس سفر و وطن، جنگ و صلح ہر جگہ، ہر حال میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی خدمت کرتے رہے۔ اور ہر دم خدمت اقدس میں حاضر باش رہتے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات میں سے ان کے پاس ایک چھوٹی سی لاٹھی تھی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ اس کو بوقتِ دفن میرے کفن میں رکھ دیں۔ چنانچہ یہ لاٹھی آپ کے کفن میں رکھ دی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے خاص طور پر مال اور اولاد میں ترقی اور برکت کی دعائیں فرمائی تھیں۔ چنانچہ ان کے مال اور اولاد میں بیحد برکت ہوئی۔ مختلف بیویوں اور باندیوں کے پیٹ سے آپ کے اسّی لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں اور جس دن آپ کا وصال ہوا اس دن آپ کے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو بیس تھی۔ بہت زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔ اور آپ کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ حِنا کا خضاب

سر اور داڑھی میں لگاتے تھے۔ اور خوشبو بھی بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ میرے کفن میں وہی خوشبو لگائی جائے جس میں حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ملا ہوا ہے۔ ان کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ کو جمع کر کے خوشبو میں ملایا کرتی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگوں کو تعلیم دینے کے لیے آپ مدینہ منورہ سے بصرہ چلے گئے۔ آپ کی وفات کے سال اور آپ کی عمر شریف کے بارے میں کافی اختلاف ہے۔ مشہور یہ ہے کہ سنہ ۹۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ بعضوں نے سنہ ۹۲ھ بعض نے سنہ ۹۳ھ بعض نے سنہ ۹۰ھ کو آپ کے وصال کا سال تحریر کیا ہے۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ایک سو تین برس کی تھی۔ بعض نے ایک سو دس۔ بعض نے ایک سو سات، بعض نے ننانوے برس لکھا ہے۔ بصرہ میں وفات پانے والے صحابیوں میں سے سب سے آخر میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے بعد شہر بصرہ میں کوئی صحابی باقی نہیں رہا۔ بصرہ سے دو کوس کے فاصلہ پر آپ کی قبر شریف بنی جو زیارت گاہِ خلائق ہے۔ آپ بہت ہی حق گو، حق پسند، عبادت گزار صحابی ہیں اور آپ کی چند کرامتیں بھی منقول ہیں۔ (اکمال ص ۵۸۵ و اسد الغابہ ج ا ص ۱۲۷)

کرامات

سال میں دو مرتبہ پھلنے والا باغ

ان کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ دنیا بھر میں کھجوروں کا باغ سال میں ایک ہی مرتبہ پھلتا ہے۔ مگر آپ کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا۔

(مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص ۵۴۵)

کھجوروں میں مُشک کی خوشبو

اسی طرح یہ بھی آپ کی بہت ہی بے مثال کرامت ہے کہ آپ کے باغ کے کھجوروں میں مشک کی خوشبو آتی تھی۔ جس کی مثال کہیں دُنیا بھر میں نہیں مل سکتی ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ج ۲ ص۵۴۵)

دُعا سے بارش

آپ کا باغبان آیا اور شدید قحط اور خشک سالی کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے وضو فرمایا اور نماز پڑھی۔ پھر فرمایا کہ اے باغبان! آسمان کی طرف دیکھ کیا تجھے کچھ نظر آرہا ہے؟ باغبان نے عرض کیا کہ حضور! میں تو آسمان میں کچھ بھی نہیں دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے نماز پڑھ کر یہی سوال فرمایا۔ اور باغبان نے یہی جواب دیا۔ پھر تیسری بار یا چوتھی بار نماز پڑھ کر آپ نے باغبان سے پوچھا۔ کہ کیا آسمان میں کچھ نظر آرہا ہے؟ اب کی مرتبہ باغبان نے جواب دیا کہ جی ہاں۔ ایک پرند کے پَر کے برابر بدلی کا ٹکڑا نظر آرہا ہے۔ پھر آپ برابر نماز اور دُعا میں مشغول رہے یہاں تک کہ آسمان میں ہر طرف ابر چھا گیا۔ اور نہایت ہی زور دار بارش ہوئی۔ پھر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے باغبان کو حکم دیا کہ تم گھوڑے پر سوار ہو کر دیکھو کہ یہ بارش کہاں تک پہونچی ہے؟ اس نے چاروں طرف گھوڑا دوڑا کر دیکھا۔ اور آکر کہا کہ یہ بارش "مسیرین" اور "قضبان" کے محلوں سے آگے نہیں بڑھی ہے۔ (طبقات ابن سعد ج ۷، ص ۲۱)

تبصرہ

بارش کہاں تک ہوئی ہے۔ اس کو دیکھنے اور معلوم کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس شہر میں جہاں آپ تھے قحط پڑ گیا تھا۔ اور پانی کی سخت ضرورت تھی۔ باقی دوسرے علاقوں میں کافی بارش ہو چکی تھی۔ ان علاقوں میں

قطعاً بارش کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ وہاں مزید بارش سے نقصان کا اندیشہ تھا۔ اسی لئے آپ نے دریافت فرمایا کہ بارش کہاں تک ہوئی ہے؟ جب آپ کو معلوم ہوگیا کہ بارش اسی شہر میں ہوئی ہے جہاں بارش کی ضرورت تھی۔ تو پھر آپ کو اطمینان ہوگیا کہ الحمد للہ! اس بارش سے کہیں بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

اَللّٰہُ اکبر! بارگاہِ الٰہی کے مقبول بندوں کی شان اور دربارِ خداوندی میں ان کی مقبولیت کا کیا کہنا؟ جب خدا سے عرض کیا بارش ہوگئی۔ اور جہاں تک بارش برسانا چاہا وہیں تک بارش برسی۔ للہ! غور فرمائیے کہ کیا اولیاء اللہ کا حال اور ان کی شان عام انسانوں جیسی ہے؟ — توبہ۔ نعوذ باللہ۔ کہاں یہ اللہ کے پاک بندے۔ اور کہاں منحوس اور ردلوں کے گندے ✦

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

(یعنی پاک لوگوں کے معاملات کو اپنے اوپر مت قیاس کر۔ اگرچہ لکھنے میں شیر اور شیر بالکل ہمشکل اور مشابہ ہیں۔ لیکن ایک شیر ہے کہ انسان کو پھاڑ کھاتا ہے اور ایک شیر (دودھ) ہے کہ اسے انسان کھاتا اور پیتا ہے ✦

فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝

(۲۹) حضرت اَنَس بن نَضر رضی اللہ عنہ

یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔ یہ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے چچا حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ احد کے دن اکیلے کفّار سے لڑتے ہوئے آگے بڑھتے ہوئے چلے گئے۔ جب آپ نے یہ دیکھا کہ کچھ مسلمان سُست پڑ گئے ہیں۔ اور آگے نہیں بڑھ رہے ہیں تو آپ نے بلند آواز سے للکار کر فرمایا وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ الْجَنَّۃِ دُوْنَ اُحُدٍ وَاِنَّھَا لَرِیْحُ الْجَنَّۃِ؂ یعنی میں اُس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ میں اُحد پہاڑ کے پاس جنّت کی خوشبو پا رہا ہوں اور یقیناً بلا شبہ یہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔ آپ نے یہ فرمایا اور اکیلے ہی کفّار کے نرغہ میں لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہادت کا شرف حاصل کیا۔ ان کے بدن پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے اسّی سے زیادہ زخم گنے گئے۔ اور کفّار نے ان کی آنکھوں کو پھوڑ کر، اور ناک، کان، ہونٹ کو کاٹ کر ان کی صورت اس قدر بگاڑ دی تھی کہ کوئی ان کی لاش کو پہچان نہ سکا۔ مگر ان کی بہن حضرت رُبَیّع جب آئیں تو انھوں نے ان کی انگلیوں کے پوروں کو دیکھ کر پہچانا کہ یہ میرے بھائی انس بن نضر کی لاش ہے ۔ (رضی اللہ عنہما)

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔

اس کا انھیں رنج و قلق تھا کہ افسوس میں اسلام کے پہلے غزوہ میں غیر حاضر رہا۔ پھر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر آئندہ کبھی اللہ تعالیٰ نے یہ دن دکھایا کہ کفار سے جنگ کا موقع ملا۔ تو اللہ تعالیٰ دیکھ لے گا کہ میں جنگ میں کیا کرتا ہوں؟ اور کیا کر دکھاتا ہوں۔ چنانچہ ۳ھ میں جب جنگ اُحد ہوئی تو انھوں نے خدا سے جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر کے دکھا دیا کہ اپنے بدن پر اسّی زخموں سے زائد کھا کر شہید ہو گئے۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی شان میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ — مومنین میں سے کچھ مرد ایسے ہیں جنھوں نے
صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ — خدا سے کیے ہوئے اپنے عہد کو پورا کر دیا۔

(اکمال ص ۵۸۵ و اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۳۲ و حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۷۱ و بخاری شریف)

ان کی کرامتوں میں سے یہ ایک کرامت بہت زیادہ مشہور اور مستند ہے۔

کرامت

خدا نے قسم پوری فرما دی

حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا نے جھگڑا تکرار کرتے ہوئے ایک انصاری کی لڑکی کا دو اگلا دانت توڑ ڈالا۔ لڑکی والوں نے قصاص کا مطالبہ کیا اور شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے حکم کے مطابق یہ فیصلہ فرما دیا کہ رُبَیِّع بنت النضر کا دانت قصاص میں توڑ ڈالا جائے۔ جب حضرت انس ابن النضر کو پتہ چلا تو وہ بارگاہِ رسالت میں

آئے اور یہ کہا کہ یا رسولَ اللہ! خدا کی قسم میری بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے انس بن النضر! تم کیا کہہ رہے ہو؟ قصاص تو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا فیصلہ ہے۔ یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ لڑکی والے دربارِ نبوّت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ! قصاص میں رُبَیِّع کا دانت توڑنے کے بدلے ہم لوگوں کو دِیَت (مالی معاوضہ) دلا دیا جائے۔ اس طرح حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ کی قسم پوری ہو گئی۔ اور اُن کی بہن حضرت رُبَیِّع کا دانت توڑے جانے سے بچ گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر یہ ارشاد فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں سے کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ کی قسم کھا لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پوری فرما دیتا ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۶۴ باب قود والجروح قصاص)

تبصرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کچھ ایسے مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہیں۔ کہ اگر کسی ایسی چیز کے بارے میں جو بظاہر ہونے والی نہ ہو اللہ کے یہ بندے قسم کھا لیں کہ ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ ان مقدس بندوں کی قسموں کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔ بلکہ اس نہ ہونے والی چیز کو موجود فرما دیتا ہے تاکہ ان مقدس بندوں کی قسم پوری ہو جائے۔ دیکھ لیجیے کہ حضرت رُبَیِّع رضی اللہ عنہا کے لیے دربارِ نبوّت سے قصاص کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ اور مدعی نے قصاص ہی کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت انس بن النضر رضی اللہ عنہ قسم کھا گئے کہ خدا کی قسم میری

بہن کا دانت نہیں توڑا جائے گا۔ تو ظاہر ہے کہ اگر فیصلہ کے مطابق دانت توڑ دیا جاتا تو ان کی قسم ٹوٹ جاتی مگر خدا کا فضل و کرم ہو گیا کہ مدعی کا دل بدل گیا اور اُس نے بجائے قصاص کے دیت کا مطالبہ کر دیا۔ اس طرح دانت ٹوٹنے سے بچ گیا اور ان کی قسم پوری ہو گئی۔ اس کی بہت سی مثالیں ملیں گی کہ اللہ والے جس بات کی قسم کھا گئے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو موجود فرما دیا۔ اگرچہ وہ چیز ایسی تھی کہ بظاہر اُس کے ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔

(۳۰) حضرت حَنظَلہ بن ابی عَامِر رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ ہیں اور انصار کے قبیلہ اوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ ان کا باپ ابو عامر اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ اور زمانۂ جاہلیت میں اس کی عبادت کی کثرت کو دیکھ کر عام طور سے لوگ اس کو ابو عامر راہب کہا کرتے تھے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے اور پورا مدینہ اور اطراف حضور کے قدموں پر قربان ہونے لگا تو مدینہ کے دو شخصوں پر حسد کا بھوت سوار ہو گیا۔ ایک عبداللہ بن اُبی۔ دوسرے ابو عامر راہب۔ لیکن عبداللہ بن اُبی نے تو اپنی دشمنی کو چھپائے رکھا۔ اور منافق بن کر مدینہ ہی میں رہا۔ لیکن ابو عامر راہب حسد کی آگ میں جل بھن کر مدینہ سے مکہ چلا گیا اور کفارِ مکہ کو بھڑکا کر مدینہ پر حملہ کے لیے تیار کیا۔ چنانچہ ۳ھ میں جب جنگِ اُحد ہوئی تو ابو عامر کفار کے لشکر میں شامل تھا۔ اور کفار کی طرف

لڑ رہا تھا۔ مگر اس کے بیٹے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ پرچم اسلام کے نیچے نہایت ہی جوانمردی اور جوش و خروش کے ساتھ کفار سے لڑ رہے تھے۔ ابو عامر راہب جب تلوار گھماتا ہوا میدان میں نکلا تو حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے اجازت دے دیجیے کہ میں اپنی تلوار سے اپنے باپ ابو عامر راہب کا سر کاٹ کر لاؤں مگر حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ کی رحمت نے یہ گوارا نہیں کیا کہ بیٹے کی تلوار باپ کا سر کاٹے۔ اس لیے آپ نے اجازت نہیں دی۔ مگر حضرت حنظلہ رضی اللہ جوشِ جہاد میں اس قدر آپے سے باہر ہو گئے تھے کہ سر ہتھیلی پر رکھ کر انتہائی جاں بازی کے ساتھ لڑتے ہوئے قلب لشکر تک پہنچ گئے اور کفار کے سپہ سالار ابو سفیان پر حملہ کر دیا۔ اور قریب تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کی تلوار ابو سفیان کا فیصلہ کر دے مگر اچانک پیچھے سے شدّاد بن الاسود نے جھپٹ کر وار کو روکا اور حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص۶۰ و مدارج النبوۃ ج ۲ ص۱۲۳)

کرامت

غسیلُ الملائکہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتوں نے انھیں غسل دیا ہے جب ان کی بیوی سے ان کا حال دریافت کیا گیا تو انھوں نے یہ بتایا کہ وہ جنگ اُحد کی رات میں اپنی بیوی کے ساتھ سوئے تھے۔ اور غسل کی حاجت ہو گئی تھی۔ مگر وہ رات کے آخری حصہ میں دعوتِ جنگ کی پکار سن کر اس خیال سے بلا غسل

کئے ہوئے میدان جنگ کی طرف دوڑ پڑے کہ شاید غسل کرنے میں اللہ کے رسول کی پکار پر دوڑنے میں دیر لگ جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ فرشتوں نے شہادت کے بعد ان کو غسل دیا ورنہ شہید کو غسل دینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اسی واقعہ کی بنار پر حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غَسِیلُ المَلائکہ (فرشتوں کے نہلائے ہوئے) کہا جاتا ہے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۳ ومشکوٰۃ شریف وغیرہ)

تبصرہ فرشتوں نے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہادت کے بعد غسل دیا۔ یہ آپ کی بہت بڑی کرامت اور نہایت ہی عظیم الشان فضیلت ہے۔ چنانچہ آپ کے قبیلہ والوں کو اس پر بہت بڑا فخر اور ناز تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ ہمارے قبیلہ کے ایک ایسے عدیم المثال فرد ہیں کہ جن کو فرشتوں نے نہلایا۔ اس تفاخر کے سلسلے میں منقول ہے کہ قبیلۂ اوس کے لوگوں نے قبیلۂ خزرج والوں سے کہا کہ دیکھو۔ حضرت حنظلہ غسیل الملائکہ ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں۔ حضرت عاصم بن ثابت شہید کی مکھیوں نے جن کی لاش پر پہرہ دیا وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں۔ اور حضرت سعد بن معاذ جن کی وفات پر عرش الٰہی ہل گیا وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس کے ہیں اور حضرت خُزیمہ بن ثابت جن کی اکیلے کی گواہی دو گواہوں کے برابر ہے وہ بھی ہمارے قبیلہ اوس ہی کے ہیں۔

یہ سن کر قبیلۂ خزرج کے لوگوں نے کہا کہ ہمارے قبیلۂ خزرج والوں کو بھی یہ فخر حاصل ہے کہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں ہمارے قبیلہ کے چار آدمی حافظ قرآن وقاری ہوئے۔ اور تمہارے قبیلہ میں اس وقت تک کوئی بھی پورا حافظ نہیں ہوا تھا۔ دیکھو حضرت زید بن ثابت

حضرتِ ابوزید و حضرت اُبَی بن کعب و حضرت معاذ بن جبل یہ چاروں حُفّاظ ہمارے قبیلہ خزرج کے سپوت ہیں۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) (اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۸)

(۱۰) حضرت عامِر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ

یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ ابتداءِ اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر کفارِ مکہ نے ان کو بہت زیادہ ستایا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کو خرید کر آزاد کر دیا۔ واقعہ ہجرت کے وقت جب کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے یارِ غار صدیق جاں نثار رضی اللہ عنہ کے ساتھ غارِ ثور میں تشریف فرما تھے۔ تو یہی حضرت عامر بن فہیرہ دن بھر بکریوں کو چرا کر غار کے پاس رات میں لاتے۔ اور ان بکریوں کا دودھ دوہ کر دونوں عالم کے تاجدار اور ان کے یارِ غار کو پلاتے تھے۔ جب غارِ ثور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوئے تو ایک اونٹنی پر شہنشاہِ دو عالم سوار تھے۔ اور ایک اونٹنی پر حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہما بیٹھے تھے۔ صفر ۴ھ واقعہ "بیر معونہ" میں آپ کو شہادت کی سعادت حاصل ہوئی۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۹۱)

(پوری تفصیل کے لئے پڑھئے ہماری کتاب سیرۃ المصطفےٰ)

کرامت

لاش آسمان تک بلند ہوئی

جنگ بیر معونہ میں ستّر صحابہ کرام میں سے صرف عمرو بن اُمیّہ ضمری رضی اللہ عنہ زندہ بچے۔ باقی سب جامِ شہادت سے سیراب ہو گئے۔ ان ہی شہدائے کرام میں سے حضرت عامر بن فُہیرہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ کفّار کے سردار عامر بن طفیل کا بیان ہے کہ حضرت عامر بن فُہیرہ جب شہید ہو گئے تو ایک دم ان کی لاش زمین سے بلند ہو کر آسمان تک پہنچی۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد آہستہ آہستہ وہ زمین پر اُتر آئی۔ اور پھر اس کے بعد ان کی لاش تلاش کرنے پر نہیں ملی۔ کیونکہ فرشتوں نے انھیں دفن کر دیا۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۸۷ باب غزوۃ الرجیع)

تبصرہ

جس طرح حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتوں نے غسل دیا تو ان کا لقب "غسیل الملائکہ" ہوا۔ اسی طرح چونکہ ان کو فرشتوں نے قبر میں دفن کیا۔ اس لیے یہ "دفین الملائکہ" (فرشتوں کے دفن کردہ) ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم ✢

(۳۲) حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ

حضرت غالب بن عبداللہ بن مسعر بن جعفر بن کلب لیثی۔ ان کا وطن مکہ معظمہ ہے اور یہ فتح مکہ سے پہلے ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ فتح مکہ میں یہ حضور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ اور آپ نے ان کو مکہ مکرمہ کے راستوں کی درستی اور کفار کے حالات کی جاسوسی کے کام پر مامور فرمایا تھا۔ پھر فتح مکہ کے بعد ساٹھ سواروں کا افسر بنا کر آپ نے ان کو مقام کدید میں بنی الملوح سے جنگ کے لیے بھیجا تھا۔ ابن الکلبی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بنی مُرّہ سے لڑنے کے لیئے "فدک" بھیجا۔ وہیں یہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص۱۶۹)

ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی یہ جہادوں میں شریک ہوتے رہے۔ خاص طور پر جنگِ قادسیہ میں خوب خوب کفار سے لڑے۔ مشہور ہے کہ ہرمزان انہی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے دوران زیاد نے ان کو خراسان کا حاکم بنا دیا تھا۔ (اصابہ ج ۵ ص۱۸۷)

ان کی یہ ایک کرامت بہت زیادہ مشہور بھی ہے۔ اور نہایت ہی مستند بھی ہے۔

کرامت

خشک نالہ میں ناگہاں سیلاب

حضرت جندب بن مکیث جہنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کو ایک چھوٹے سے لشکر کا امیر بنا کر جہاد کے لئے بھیجا۔ میں بھی اُس لشکر میں شامل تھا۔ ہم لوگوں نے مقام "کدید" میں قبیلہ بنی الملوح پر حملہ کیا۔ اور ان کے اونٹوں کو مالِ غنیمت بنا کر واپس لوٹنے لگے۔ ابھی ہم لوگ کچھ ہی دور چلے تھے کہ بنو الملوح کے تمام قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر جمع ہو کر ہمارے تعاقب میں آگیا۔ ہم لوگ ایک نالے کے پار آگئے جو بالکل ہی خشک تھا۔ اور ہم لوگوں کو بالکل ہی یقین ہو گیا کہ اب ہم لوگ ان کافروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو جائیں گے۔ مگر کفار جب نالہ کے پاس آئے تو باوجودیکہ نہ بارش ہوئی، نہ کسی طرف بدلی نظر آئی اچانک نالہ پانی سے بھر گیا اور اس زور و شور سے پانی کا بہاؤ تھا کہ اس کو پار کرنا انتہائی دشوار تھا۔ چنانچہ کفار کا لشکر نالہ کے پاس ٹھہر گیا اور ایک کافر بھی نالہ کو پار نہ کر سکا۔ اور ہم لوگ نہایت ہی اطمینان اور سلامتی کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص۸۶۴ بحوالہ ابن سعد)

تبصرہ

ہم کرامت کی قسموں کے بیان میں یہ لکھ چکے ہیں کہ بالکل ناگہاں اور اچانک غیب سے کسی چیز کا بطور امداد کے ظاہر ہو جانا۔ یہ بھی

کرامت کی ایک قسم ہے۔ خشک نالہ میں اچانک پانی بھر جانا یہ حضرت غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ کی اسی قسم کی کرامت ہے۔ ان کی اس کرامت کی بدولت تمام صحابیوں کی جان بچ گئی۔

(۳۳) حضرت اُبُو موسیٰ اَشعری رضی اللہ عنہ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمن کے باشندہ تھے۔ مکۂ مکرمہ میں آکر اسلام قبول کیا۔ پہلے ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے۔ پھر حبشہ سے کشتیوں پر سوار ہو کر تمام مہاجرین حبشہ کے ساتھ آپ بھی تشریف لائے۔ اور خیبر میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ۲۰ھ میں ان کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت تک یہ بصرہ کے گورنر رہے۔ جب حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی جنگ شروع ہوئی، تو پہلے آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے مگر پھر اس جھگڑے سے منقبض ہو کر مکہ مکرمہ چلے آئے۔ یہاں تک کہ ۵۲ھ میں آپ کی وفات ہو گئی۔ (اکمال ص ۶۱۸)

کرامات

غیبی آواز سنتے تھے

آپ کی یہ ایک خاص کرامت تھی کہ غیبی آوازیں آپ کے کان میں آیا کرتی تھیں۔ چنانچہ حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سمندری جہاد میں امیر لشکر بن کر گئے۔ رات میں سب مجاہدین کشتیوں پر سوار ہو کر سفر کر رہے تھے کہ بالکل ناگہاں اوپر سے ایک پکارنے والے کی آواز آئی کہ:

"کیا میں تم لوگوں کو خدا کے اس فیصلہ کی خبر دے دوں جس کا وہ اپنی ذات پر فیصلہ فرما چکا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جو اللہ کے لیے گرمی کے دنوں میں پیاسا رہے گا اللہ پر حق ہے کہ پیاس کے دن (قیامت میں) اللہ تعالیٰ ضرور ضرور اس کو سیراب فرما دے گا"۔ (حجۃ اللہ ج ۲ صـ۸۷۲ بحوالہ حاکم)

لحن داؤدی

آپ کی آواز اور لہجہ میں اتنی زبردست کشش تھی کہ اس کو کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ جب حضرت ابو موسیٰ اشعری کو دیکھتے۔ تو فرماتے:۔

ذَكِّرْنَا رَبَّنَا يَا اَبَا مُوسٰى — اے ابو موسیٰ ہم کو ہمارے رب کی یاد دلاؤ

یہ سُن کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن شریف پڑھنے لگتے تھے ان کی قراءت سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قلب میں ایسی نوری تجلّی پیدا ہو جاتی تھی کہ انھیں دُنیا سے دوری اور اپنے رب کی حضوری نصیب ہو جاتی تھی ——— حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کی قراءت سُنی تو ارشاد فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی راگوں (خوش آوازیوں) میں سے ایک راگ (خوش الحانی)

اس شخص کو خدا کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔

(کنز العمال ج ۱۶ ص۲۱۸ مطبوعہ حیدرآباد)

(۳۴) حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ

حضرت تمیم بن اوس رضی اللہ عنہ پہلے نصرانی تھے۔ پھر ۹ سنہ ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عبادت گزار تھے۔ ایک رات میں ایک ختم قرآن مجید پڑھا کرتے تھے۔ اور کبھی کبھی ایک ہی آیت کو رات بھر صبح تک نماز میں بار بار پڑھتے رہتے تھے۔ حضرت محمد بن المنکدر کا بیان ہے کہ ایک رات سوتے رہ گئے اور نماز تہجد کے لیے نہیں اُٹھے تو انھوں نے اپنی اس کوتاہی کا کفارہ اس طرح ادا کیا کہ مکمل ایک سال تک رات بھر نہیں سوئے۔ پہلے مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ پھر حضرت امیرالمومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ملک شام چلے گئے۔ اور اخیر عمر تک ملک شام ہی میں رہے۔ مسجد نبوی میں سب سے پہلے انھوں ہی نے قندیل جلائی۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے جساسہ کا واقعہ ان سے سُن کر صحابۂ کرام کو سُنایا۔

(اکمال ص۵۸۸ واسد الغابہ ج ۱ ص۲۱۵)

کرامت

چادر دکھا کر آگ بجھادی

آپ کی کرامتوں میں سے ایک مشہور اور مستند کرامت یہ ہے کہ امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب پہاڑ کے ایک غار سے ایک قدرتی آگ نمودار ہوئی۔ تو امیرالمومنین نے ان کو اپنی چادر عطا فرمائی۔ یہ چادر لے کر جب آگ کے قریب پہونچے۔ تو آگ بجھتی ہوئی پیچھے کو ہٹتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ آگ غار کے اندر داخل ہو گئی۔ اور یہ خود بھی آگ کو چادر سے دفع کرتے ہوئے غار میں گھستے چلے گئے۔ جب یہ آگ کو بجھا کر حضرت امیرالمومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے تمیم داری! اسی دن کے لیے ہم نے تم کو چھپا رکھا تھا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۷۳ بحوالہ ابو نعیم)

(اس آگ کا مفصل حال ہم نے اپنی کتاب روحانی حکایات ج ۲ اور سیرۃ المصطفیٰ میں تحریر کیا ہے)

(۳۵) حضرت عِمران بن حُصین رضی اللہ عنہ

ان کی کُنیّت ابو نُجید ہے۔ اور یہ قبیلۂ بنو خُزاعہ کی ایک شاخ بنو کعب کے خاندان سے ہیں۔ اس لیے خُزاعی اور کعبی کہلاتے ہیں۔ ۷ھ میں جنگ خیبر کے سال مسلمان ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دوران اُن کو اہلِ بصرہ کی تعلیم کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ محمد بن سیرین محدث فرمایا کرتے تھے کہ بصرہ میں عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے زیادہ پرانا اور افضل کوئی صحابی نہیں تھا۔ ان کی پوری زندگی مذہبی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔ طرح طرح کی عبادتوں میں بہت زیادہ محنت شاقہ فرماتے تھے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اتنی والہانہ عقیدت تھی اور آپ کا اتنا احترام رکھتے تھے کہ جس ہاتھ سے اُنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اُس ہاتھ سے عمر بھر انھوں نے پیشاب کا مقام نہیں چھوا۔ تیس برس تک مسلسل استسقا کی بیماری میں صاحبِ فراش رہے۔ اور شکم کا آپریشن بھی ہوا۔ مگر صبر و شکر کا یہ حال تھا کہ ہر مزاج پرسی کرنے والے سے یہی فرمایا کرتے تھے کہ میرے خدا کو جو پسند ہے وہی مجھے بھی محبوب ہے۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۳ و اکمال و اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۷)

۵۲ھ میں بمقام بصرہ آپ کا وصال ہوا۔

کرامت

فرشتوں سے سلام و مُصافحہ آپ کی مشہور کرامت یہ ہے کہ آپ فرشتوں کی تسبیح کی آواز سُنا کرتے تھے۔ اور فرشتے آپ کو سلام اور آپ سے مصافحہ کیا کرتے تھے۔ اور آپ بہت زیادہ مُستجاب الدّعوات بھی تھے۔ یعنی آپ کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں ۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۷۳ و اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۳۷ و ابن سعد ج ۴ ص ۲۹۸)

(۳۶) حضرت سفینہ رَضِیَ اللہُ عَنہُ

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غُلام ہیں۔ اور بعض کا قول ہے کہ یہ حضرت ام المومنین بی بی اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے۔ انھوں نے اس شرط پر ان کو آزاد کیا تھا کہ عمر بھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتے رہیں گے۔ "سفینہ" ان کا لقب ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ کسی نے "رباح" کسی نے "مہران" کسی نے "رومان" نام بتایا ہے۔ "سفینہ" عربی میں کشتی کو کہتے ہیں۔ ان کا لقب سفینہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ دوران سفر میں ایک شخص تھک گیا تو اُس نے اپنا سامان ان کے کندھے پر ڈال دیا اور یہ پہلے ہی سے بہت زیادہ سامان اُٹھائے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش طبعی اور مزاح کے طور پر یہ فرمایا کہ اَنْتَ سَفِیْنَۃٌ

"تم تو کشتی ہو"۔ اس دن سے آپ کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ آپ کا اصلی نام ہی بھول گئے۔ لوگ ان سے ان کا اصلی نام پوچھتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ میں نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "سفینہ" رکھ دیا ہے۔ اب میں اس نام کو کبھی ہرگز ہرگز نہیں بدلوں گا۔

(اکمال ص ۵۹۷ و اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۴)

کرامت

شیر نے راستہ بتایا

ان کی مشہور اور نہایت ہی مستند کرامت یہ ہے کہ یہ روم کی سرزمین میں جہاد کے دوران اسلامی لشکر سے بچھڑ گئے۔ اور لشکر کی تلاش میں دوڑتے بھاگتے چلے جا رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک جنگل سے ایک شیر نکل کر ان کے سامنے آ گیا۔ انھوں نے ڈانٹ کر بلند آواز سے فرمایا کہ اے شیر! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میرا معاملہ یہ ہے کہ میں لشکرِ اسلام سے الگ پڑ گیا ہوں۔ اور لشکر کی تلاش میں ہوں۔ یہ سن کر شیر دُم ہلاتا ہوا ان کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا۔ اور برابر ان کو اپنے ساتھ میں لیے ہوئے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ لشکرِ اسلام میں پہنچ گئے تو شیر واپس چلا گیا۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴۵ باب الکرامات)

(۴۷) حضرت اُبُو اُمامہ باہلی رضی اللہ عنہ

اُن کا نام صُدی بن عجلان ہے۔ مگر یہ اپنی کنیت ہی کے ساتھ مشہور ہیں۔ بنُو باہلہ کے خاندان سے ہیں۔ اس لیے باہلی کہلاتے ہیں۔ مسلمان ہونے کے بعد سب سے پہلے صلح حُدَیبیہ میں شریک ہو کر بیعۃُ الرضوان کے شرف سے سرفراز ہوئے۔ دو سو پچاس حدیثیں ان سے مروی ہیں۔ اور حدیثوں کے درس و اشاعت میں ان کو بے حد شغف تھا۔ پہلے مصر میں رہتے تھے۔ پھر حمص چلے گئے۔ اور وہیں ۸۶ھ میں اکیانوے برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ بعض مورخین نے ان کا سالِ وفات ۸۱ھ تحریر کیا ہے۔ یہ اپنی داڑھی میں زرد رنگ کا خضاب کرتے تھے + (اکمال ص۵۸۶ و اسد الغابہ ج ۳ ص۱۶)

کرامات

فرشتہ نے دودھ پلایا

ان کی ایک کرامت یہ ہے جس کو وہ خود بیان فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھیجا کہ تم اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرو چنانچہ حکم نبوی کی تعمیل کرتے ہوئے یہ اپنے قبیلہ میں پہونچے اور اسلام کا پیغام پہنچایا۔ مگر ان کی قوم نے ان کے ساتھ بہت ہی برا سلوک کیا۔ کھانا کھلانا تو بڑی بات ہے۔ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیا۔ بلکہ ان کا مذاق اُڑاتے ہوئے

اور بُرا بھلا کہتے ہوئے ان کو بستی سے باہر نکال دیا۔ یہ بھوک پیاس سے انتہائی بے تاب اور نڈھال ہو چکے تھے۔ لاچار ہو کر کھُلے میدان ہی میں ایک جگہ سو گئے تو خواب میں یہ دیکھا کہ ایک آنے والا (فرشتہ) آیا اور ان کو دودھ سے بھرا ہوا ایک برتن دیا۔ یہ اس دودھ کو خوب جی بھر کر پی گئے۔ اور سیراب ہو گئے۔ خدا کی شان کہ جب نیند سے بیدار ہوئے تو نہ بھوک تھی نہ پیاس۔

اس کے بعد گاؤں کے کچھ خیر پسند اور سُلجھے ہوئے لوگوں نے گاؤں والوں کو ملامت کیا کہ اپنے ہی قبیلہ کا ایک معزز آدمی گاؤں میں آیا اور تم لوگوں نے اس کے ساتھ ایک شرمناک قسم کی بدسلوکی کر ڈالی جو ہمارے قبیلہ والوں کی پیشانی پر ہمیشہ کے لیے کلنگ کا ٹیکہ بن جائے گی۔ یہ سُن کر گاؤں والوں کو ندامت ہوئی۔ اور وہ لوگ کھانا پانی وغیرہ لے کر میدان میں ان کے پاس پہنچے تو انھوں نے فرمایا کہ مجھے تمھارے کھانا پانی کی اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ کو تو میرے رب نے کھلا پلا کر سیراب کر دیا ہے۔ اور پھر اپنے خواب کا قصہ بیان کیا۔ گاؤں کے لوگوں نے جب دیکھ لیا کہ واقعی یہ کھا پی کر سیراب ہو چکے ہیں اور ان کے چہرے پر بھوک پیاس کا کوئی اثر و نشان نہیں۔ حالانکہ اس سنسان جنگل اور بیابان میں کھانا پانی کہیں سے ملنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تو گاؤں والے آپ کی اِس کرامت سے بے حد متاثر ہوئے۔ یہاں تک کہ پوری بستی کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا +

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۷۳ بحوالہ بیہقی و کنز العمال ج ۱۶ ص ۲۳۲ و مستدرک حاکم ج ۳ ص ۶۴۲)

امدادِ غیبی کی اشرفیاں

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی باندی کا بیان ہے کہ یہ بہت ہی سخی اور فیاض آدمی تھے۔ کسی سائل کو بھی اپنے دروازہ سے نامراد نہیں لوٹاتے تھے۔ ایک دن ان کے پاس صرف تین ہی اشرفیاں تھیں۔ اور یہ اُس دن روزہ دار تھے۔ اتفاق سے اُس دن تین سائل دروازہ پر آئے اور آپ نے تینوں کو ایک ایک اشرفی دے دی۔ پھر سو رہے۔ باندی صاحبہ کہتی ہیں کہ میں نے نماز کے لیے انھیں بیدار کیا اور وہ وضو کر کے مسجد میں چلے گئے۔ مجھے ان کے حال پر بڑا ترس آیا کہ گھر میں نہ ایک پیسہ ہے نہ اناج کا ایک دانہ ہے۔ بھلا یہ روزہ کس چیز سے افطار کریں گے؟ میں نے ایک شخص سے قرض لے کر رات کا کھانا تیار کیا اور چراغ جلایا۔ پھر میں اُن کے بستر کو درست کرنے کے لیے گئی۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ تین سو اشرفیاں بستر پر پڑی ہوئی ہیں۔ میں نے ان کو گِن کر رکھ دیا۔ وہ نماز عشاء کے بعد جب گھر میں آئے۔ اور جلتا ہوا چراغ اور بچھا ہوا دسترخوان دیکھا۔ تو مسکرائے اور فرمایا کہ آج تو ماشاء اللہ میرے گھر میں اللہ کی طرف سے خیر ہی خیر ہے۔ پھر میں نے انھیں کھانا کھلایا۔ اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ ان اشرفیوں کو یوں ہی لاپرواہی کے ساتھ بستر پر چھوڑ کر چلے گئے۔ اور مجھ سے کہہ کر بھی نہیں گئے کہ میں ان کو اٹھا لیتی۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا کہ کیسی اشرفیاں اور کون سی اشرفیاں؟ میں تو گھر میں ایک پیسہ بھی چھوڑ کر نہیں گیا تھا۔ یہ سُن کر میں نے ان کا بستر اُٹھا کر جب انھیں دکھایا کہ دیکھئے کہ یہ اشرفیاں پڑی ہوئی ہیں تو وہ بہت خوش ہوئے۔ لیکن انھیں بھی اس پر

بڑا تعجب ہوا۔ پھر سوچ کر کہنے لگے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری امداد غیبی ہے۔ میں اس کے بارے میں اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں ؟ ۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱۰ ص ۱۲۹ وشواہد النبوۃ ص ۲۱۸)

(۳۸) حضرت دِحیہ بن خلیفہ رضی اللہ عنہما

یہ بہت ہی بلند مرتبہ صحابی ہیں۔ جنگ اُحد اور اس کے بعد کے تمام اسلامی معرکوں میں کفار سے لڑتے رہے۔ ۶ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روم کے بادشاہ قیصر کے دربار میں اپنا مبارک خط دے کر بھیجا۔ اور قیصر روم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامۂ مبارک پڑھ کر ایمان لایا۔ مگر اس کی سلطنت کے ارکان نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چمڑے کا موزہ بطور نذرانہ پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا۔ یہ مدینہ سے شام میں آکر مقیم ہو گئے تھے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہے + (اکمال ص ۵۹۴)

حضرت جبریل ان کی صورت میں

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی صورت میں زمین پر نازل ہوا کرتے تھے +

(اکمال ص ۵۹۴ واسد الغابۃ ج ۲ ص ۱۳۰)

(۳۹) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو یزید ہے۔ یہ بنو کندہ میں سے تھے۔ ہجرت کے دوسرے سال پیدا ہوئے اور حجۃ الوداع میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا۔ امام زہری ان کے شاگردوں میں بہت مشہور ہیں۔ ۸۰ھ میں ان کی وفات ہوئی + (اکمال ص۵۹۸)

کرامت

۹۴ چورانوے برس کا جوان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھرا دیا تھا۔ جعید بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ سائب بن یزید رضی اللہ عنہ چورانوے برس تک نہایت ہی تندرست اور قوی ہیکل رہے۔ اور کان، آنکھ، دانت کسی چیز میں بھی کمزوری کے آثار نہیں پیدا ہوئے تھے۔ (کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۵)

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کے غلام عطا کہتے ہیں کہ حضرت سائب کے سر کے اگلے حصہ کا بال بالکل سیاہ تھا اور سر کے پچھلے حصہ کے سب بال اور داڑھی بالکل سفید تھی۔ میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ اے میرے آقا! یہ کیا معاملہ ہے، مجھے اس پر بے حد تعجب ہو رہا ہے۔ تو انھوں نے فرمایا کہ میں بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے۔

اور مجھ سے میرا نام پوچھا۔ میں نے اپنا نام سائب بن یزید بتایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر پر اپنا ہاتھ پھرا دیا۔ جہاں تک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پہونچا ہے وہ بال سفید ہی نہیں ہوئے۔ اور آئندہ بھی کبھی سفید نہیں ہوں گے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۵۸)

(۴۰) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اور یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ یہ فارس کے شہر "رامہرمز" کے باشندہ تھے۔ مجوسی مذہب کے پابند تھے اور ان کے باپ مجوسیوں کی عبادت گاہ آتش خانہ کے منتظم تھے۔ یہ بہت سے راہبوں اور عیسائی سادھوؤں کی صحبت اٹھا کر مجوسی مذہب سے بیزار ہو گئے۔ اور اپنے وطن سے مجوسی دین چھوڑ کر دینِ حق کی تلاش میں گھر سے نکل پڑے اور عیسائیوں کی صحبت میں رہ کر عیسائی ہو گئے۔ پھر ڈاکوؤں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ اور اپنا غلام بنا کر بیچ ڈالا۔ اور یہ یکے بعد دیگرے دس آدمیوں سے زیادہ اشخاص کے غلام رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس وقت یہ ایک یہودی کے غلام تھے۔ جب انھوں نے اسلام قبول کر لیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خرید کر آزاد فرما دیا۔ جنگِ خندق میں مدینہ شہر کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ انھوں نے ہی دیا تھا۔ یہ بہت ہی طاقتور تھے۔ اور انصار و مہاجرین دونوں ہی ان سے محبت کرتے تھے۔ چنانچہ انصاریوں نے

کہنا شروع کیا کہ "سَلْمَانُ مِنَّا" یعنی سلمان ہم میں سے ہیں۔ اور مہاجرین نے بھی یہی کہا کہ "سَلْمَانُ مِنَّا" یعنی سلمان ہم میں سے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر بہت بڑا کرم عظیم تھا جب آپ نے انصار و مہاجرین کا نعرہ سنا تو ارشاد فرمایا کہ "سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ" یعنی سلمان ہم میں سے ہیں۔ یہ فرما کر ان کو اپنے اہلِ بیت میں شامل فرما لیا۔ عقد مواخات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابوالدرداء صحابی رضی اللہ عنہ کا بھائی بنا دیا تھا۔ اکابر صحابہ میں ان کا شمار ہے۔ بہت عابد و زاہد اور متقی و پرہیز گار تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یہ رات میں بالکل ہی اکیلے صحبتِ نبوی سے سرفراز ہوا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے علم اوّل بھی سیکھا اور علم آخر بھی سیکھا اور وہ ہم اہلبیت میں سے ہیں۔ احادیث میں ان کے فضائل و مناقب بہت زیادہ مذکور ہیں۔ ابونُعیم نے فرمایا کہ ان کی عمر بہت زیادہ ہوئی۔ بعض کا قول ہے تین سو پچاس برس کی عُمر ہوئی۔ اور دو سو پچاس برس کی عمر پر تمام مورخین کا اتفاق ہے۔ ۳۵ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ یہ مرض الموت میں تھے تو حضرت سعد اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما ان کی بیمار پُرسی کے لیے گئے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ ان حضرات نے رونے کا سبب دریافت کیا۔ تو فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو وصیت کی تھی کہ تم لوگ دُنیا میں اتنا ہی سامان رکھنا جتنا کہ ایک سوار مسافر اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ لیکن افسوس کہ میں اس مقدس وصیت پر عمل نہیں کر سکا۔ کیونکہ میرے پاس اس سے کچھ زائد سامان

ہے۔ بعض مورخین نے آپ کی وفات کا سال ۱۰ رجب ۳۳ھ یا ۳۴ھ تحریر کیا ہے۔ مزارِ مبارک مداین میں ہے۔ جو زیارت گاہِ خلائق ہے۔

(ترمذی مناقب سلمان فارسی و اکمال ص ۵۹۷ و حاشیہ کنزالعمال ج ۱۶ ص ۳۶ و اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۲۸)

کرامات

ملک الموت نے سلام کیا

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنی بیوی صاحبہ سے فرمایا کہ تم نے جو تھوڑا سا مشک رکھا تھا۔ اس کو پانی میں گھول کر میرے سر میں لگا دو۔ کیونکہ اس وقت میرے پاس کچھ ایسی ہستیاں تشریف لانے والی ہیں جو نہ انسان ہیں نہ جن۔ ان کی بیوی صاحبہ کا بیان ہے کہ میں نے مشک کو پانی میں گھول کر ان کے سر میں لگا دیا۔ اور میں جیسے ہی مکان سے باہر نکلی۔ گھر کے اندر سے آواز آئی کہ :۔
اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَلِیَّ اللّٰہِ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ رَسُوْلِ اللّٰہِ
میں یہ آواز سن کر مکان کے اندر گئی۔ تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر چکی تھی۔ اور وہ اس طرح لیٹے ہوئے تھے گویا گہری نیند سے سو رہے ہیں۔

(شواہد النبوۃ ص ۲۲۱)

خواب میں اپنے انجام کی خبر دینا

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آیئے ہم اور آپ یہ عہد کریں کہ ہم دونوں میں سے جو پہلے وفات پائے وہ خواب میں آ کر اپنا حال دوسرے کو بتا دے۔ میں نے کہا کہ کیا

ایسا ہو سکتا ہے؟ تو انھوں نے فرمایا کہ ہاں مومن کی روح آزاد رہتی ہے۔ روئے زمین میں جہاں چاہے جا سکتی ہے۔ اس کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ پھر میں ایک دن قیلولہ کر رہا تھا۔ تو بالکل ہی اچانک حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ میرے سامنے آ گئے۔ اور بلند آواز سے انھوں نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ۔ میں نے جواب میں وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہا اور اُن سے دریافت کیا کہ کیسے وفات کے بعد آپ پر کیا گزری؟ اور آپ کس مرتبہ پر ہیں۔؟ تو انھوں نے فرمایا کہ میں بہت اچھے حال میں ہوں اور میں آپ کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ آپ ہمیشہ خدا پر توکّل کرتے رہیں۔ کیونکہ توکّل بہترین چیز ہے۔ توکّل بہترین چیز ہے۔ توکّل بہترین چیز ہے۔ اس جملہ کو انھوں نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ (شواہد النبوۃ ص۲۲۱)

تبصرہ اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ خدا کے نیک بندوں کی روحیں اپنے گھر والوں یا احباب کے مکانوں پر جایا کرتی ہیں۔ اور اپنے متعلقین کو ضروری ہدایات بھی دیتی رہتی ہیں اور یہ روحیں کبھی خواب میں، اور کبھی عالمِ مثال میں اپنے مثالی جسموں کے ساتھ بیداری میں بھی اپنے متعلقین سے ملاقات کر کے ان کو ہدایت دیتی اور نصیحت فرماتی رہتی ہیں۔ چنانچہ بہت سے بزرگوں سے یہ منقول ہے کہ انھوں نے وفات کے بعد اپنے جسموں کے ساتھ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے متعلقین سے ملاقات کی، اور اپنے نیز دوسروں کے حالات کے بارے میں بات کی۔ چنانچہ مشہور روایت ہے کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ روزانہ حضرت خواجہ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پُرانوار پر حاضری دیا

کرتے تھے۔ ایک دن حضرت خواجہ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی قبر منوّر سے باہر تشریف لائے اور حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کو اپنی نسبتِ طریقت سے سرفراز فرماکر خلافت عطا فرمائی۔ چنانچہ شجرۂ نقشبندیہ پڑھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ حضرت خواجہ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں۔ حالانکہ تاریخوں سے ثابت ہے کہ حضرت خواجہ بایزید بُسطامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے تقریباً اُنتالیس برس بعد حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ خرقان میں پیدا ہوئے۔

چرند و پرند تابعِ فرمان

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ جنگل میں دوڑتے ہوئے ہرن کو بُلایا تو وہ فوراً آپ کے پاس حاضر ہوگیا۔ اسی طرح ایک مرتبہ اُڑتی ہوئی چڑیا کو آپ نے آواز دی تو وہ آپ کی آواز سُن کر زمین پر اُتر پڑی + (تذکرۂ محمود)

فرشتہ سے گفتگو

سلمہ بن عُطیّہ اسدی کا بیان ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک مسلمان کے پاس اُس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ اور وہ جاں کنی کے عالم میں تھا تو آپ نے فرمایا کہ اے فرشتہ! تو اس کے ساتھ نرمی کر! راوی کہتے ہیں کہ اس مسلمان نے کہا کہ اے حضرت سلمان فارسی! یہ فرشتہ آپ کے جواب میں کہتا ہے کہ میں تو ہر مومن کے ساتھ نرمی ہی کرتا ہوں + (حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۰۴)

(۴۱) حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان کی والدہ کا نام "اسماء بنت عمیس" ہے۔ ان کے والدین جب ہجرت کرکے حبشہ چلے گئے۔ تو یہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئے۔ پھر اپنے والدین کے ساتھ حبشہ سے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آئے۔ یہ بہت ہی دانشمند و حلیم، نہایت ہی علم و فضل والے، اور بہت ہی پاک دامن و پرہیزگار تھے۔ اور سخاوت میں تو اتنے بلند مرتبہ تھے کہ لوگ ان کو "بحرُ الجود" (سخاوت کا دریا) اور "اسخی المسلمین" (مسلمانوں میں سب سے زیادہ سخی) کہتے تھے۔ نوّے برس کی عمر پاکر ۸۰ھ میں مدینہ منورہ کے اندر وفات پائی۔ (کما فی اسماء الرجال ص۶۰۰)

ان کی وفات کے وقت عبدالملک بن مروان اُموی خلیفہ کی طرف سے مدینہ کے حاکم حضرت ابان بن عثمان تھے ان کو حضرت عبداللہ بن جعفر کی وفات کی خبر پہونچی تو وہ آئے اور خود اپنے ہاتھوں سے ان کو غسل دے کر کفن پہنایا اور ان کا جنازہ اٹھا کر جنۃ البقیع کے قبرستان تک لے گئے۔ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہما کے آنسو ان کے رخسار پر بہ رہے تھے۔ اور وہ زور زور سے یہ کہہ رہے تھے۔ کہ اے عبداللہ بن جعفر! آپ بہت ہی بہترین آدمی تھے۔ آپ میں کبھی کوئی شر تھا ہی نہیں، آپ شریف تھے، لوگوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے والے نیکوکار تھے۔ پھر حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ

تعالیٰ عنہما نے آپ کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ آپ کی عمر شریف کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا کہ آپ کی عمر نوّے ۹۰ برس کی تھی۔ اور بعض کا قول ہے کہ بانوے ۹۲ برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ اسی طرح آپ کے وصال کے سال میں بھی اختلاف ہے۔ ۸۰ھ ۸۱ھ ۸۵ھ تین اقوال ہیں۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۳ تا ص ۱۳۵)

کرامات

سجدہ گاہ سے چشمہ اُبل پڑا

حضرت عبداللہ بن زُبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے باپ کے ذمہ تمھارا کچھ قرض باقی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اُس کو معاف کر دیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ میں اس قرض کو معاف کرانا ہرگز ہرگز پسند نہیں کروں گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ میرے پاس نقد رقم نہیں ہے لیکن میرے پاس زمینیں ہیں۔ آپ میری فلاں زمین اپنے اس قرض میں لے لیجئے مگر اس زمین میں کنواں نہیں ہے۔ اور آب پاشی کے لیے دوسرا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بہت اچھا۔ بہرحال میں نے آپ کی وہ زمین لے لی۔ پھر آپ اُس زمین میں تشریف لے گئے۔ اور وہاں پہنچ کر اپنے غلام کو مصلیٰ بچھانے کا حکم دیا۔ اور آپ نے اس جگہ دو ۲ رکعت نماز پڑھی۔ اور بڑی دیر تک سجدہ میں پڑے رہے۔ پھر مصلیٰ اُٹھا کر آپ نے غلام سے فرمایا کہ اس جگہ زمین کھودو۔ غلام نے زمین کھودی تو ناگہاں وہاں سے پانی کا ایک ایسا ذخّار

چشمہ اُبلنے لگا۔ جس سے نہ صرف اس زمین بلکہ آس پاس کی تمام زمینوں کی آبپاشی وسیرابی کا انتظام ہو گیا۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۵)

قبر پر اشعار آپ کی قبر منور پر مندرجِ ذیل دو اشعار لکھے ہوئے دیکھے گئے۔ مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ یہ کس کے اشعار ہیں اور کس نے لکھے ہیں۔ ؟ اس لیے ہم اس کو آپ کی ایک کرامت شمار کرتے ہیں۔ اشعار یہ ہیں:-

مُقِیْمٌ اِلیٰ اَنْ یَّبْعَثَ اللّٰہُ خَلْقَہٗ
لِقَاءُكَ لَا یُرْجٰی وَاَنْتَ قَرِیْبٌ

(آپ اس وقت تک یہاں مقیم رہیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کو قبروں سے اٹھائے گا آپ کی ملاقات کی کوئی امید ہی نہیں کی جا سکتی۔ حالانکہ آپ بہت ہی قریب ہیں)

تَزِیْدُ بِلًی فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَّ لَیْلَۃٍ
وَتُنْسٰی كَمَا تَبْلٰی وَ اَنْتَ حَبِیْبٌ

(آپ ہر دن اور ہر رات پُرانے ہوتے جائیں گے۔ اور جیسے جیسے آپ پُرانے ہوتے جائیں گے لوگ آپ کو بھولتے جائیں گے۔ حالانکہ آپ ہر شخص کے محبوب ہیں) (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۵)

تبصرہ حضرت ابان رضی اللہ عنہ حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند اور خاندان بنو اُمیہ کے ایک ممتاز فرد ہیں۔ اور حضرت عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں۔ اور باوجودیکہ دونوں خاندانوں میں خاندانی عصبیت کی بنا پر خصوصاً حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کشیدگی رہا کرتی تھی مگر حضرت ابان باوجودیکہ عثمانی تھے۔ خاندانِ بنو اُمیہ کے ایک نامور فرزند تھے۔ پھر اموی خلیفہ عبد الملک

بن مروان کی طرف سے حاکم تھے لیکن ان سب وجوہات کے باوجود انھوں نے حاکمِ مدینہ ہوتے ہوئے حضرت عبداللہ بن جعفر کو غسل دیا۔ کفن پہنایا۔ اور جنۃ البقیع کے قبرستان تک روتے ہوئے جنازہ اُٹھایا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بہت ہی نیک نفس، اور خاندانی عصبیت سے بالکل ہی پاک وصاف تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اس قدر مقبولِ خلائق تھے کہ خاندان بنو ہاشم و خاندان بنو اُمیہ دونوں کی نگاہوں میں انتہائی محترم و معظّم تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

(۴۲) حضرت ذُوَیب بن کُلَیب رضی اللہ عنہ

ذُوَیب بن کُلَیب بن ربیعہ خَولانی رضی اللہ عنہ نے یمن کی سرزمین میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ رکھا۔

کرامت

آگ نہیں جلاسکی

ان کی انتہائی حیرت ناک کرامت یہ ہے کہ اَسود عنسی نے جب یمن کے شہر صنعا میں نبوّت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو اپنا کلمہ پڑھنے پر مجبور کرنے لگا تو حضرت ذُوَیب بن کُلَیب رضی اللہ عنہ نے بڑی سختی کے ساتھ اس کی جھوٹی نبوّت کا انکار کرتے ہوئے لوگوں کو اس کی اطاعت سے روکنا شروع کردیا۔ اس سے جل بھُن کر

اَسود عنسی ظالم نے آپ کو گرفتار کرکے جلتی ہوئی آگ کے شعلوں میں ڈال دیا۔ مگر آگ سے بدن تو کیا ان کے جسم کے کپڑے بھی نہیں جلے۔ یہاں تک کہ پوری آگ جل کر بجھ گئی۔ اور یہ زندہ و سلامت رہے۔ جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے اس نادر الوجود کرامت کا تذکرہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری اُمت میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح آگ کے شعلوں میں جلنے سے محفوظ رہا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ خبر سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہ آواز بلند یہ کہا کہ اَلحمدللہ! کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو بھی پیدا فرمادیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح آگ کے شعلوں میں جلنے سے محفوظ رہا۔ (حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۷ و اسدالغابہ ج ۲ ص ۱۴۶)

تبصرہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی موجودگی میں دو کذابوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ ایک "مُسیلمۃ الکذّاب" دوسرا "اَسود عنسی"۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی ہی میں حضرت فیروز دیلمی اور حضرت قیس بن عبد رضی اللہ عنہما نے اَسود عنسی کو اس طرح قتل کیا کہ حضرت فیروز دیلمی اس کو پچھاڑ کر اُس کے سینے پر چڑھ گئے اور حضرت قیس نے اس کا سر کاٹ لیا۔ مگر مُسیلمۃ الکذّاب کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے قتل کیا۔ اور یہ دونوں جھوٹے مدّعیانِ نبوت دُنیا سے فنا ہو گئے۔ (اکمال ص ۵۸۵ وغیرہ)

(۴۳) حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ

ان کے والد کا نام عمرو تھا جو ابن عویمر بن حارث اعرج کے نام سے مشہور ہیں۔ اہلِ حجاز نے ان کی حدیثوں کو بیان کیا ہے۔ ۶۱ھ میں اکہتر یا اسی برس کی عمر میں وفات پائی۔ (اکمال ص۵۶ و اسد الغابہ ج ۲ ص۵۱)

کرامت

انگلیاں روشن ہوگئیں

ان کی ایک بہت ہی نادر الوجود کرامت یہ ہے کہ یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں گئے تھے۔ اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوٹ گیا۔ اور یہ لوگ چند آدمی سخت اندھیری رات میں اِدھر اُدھر بکھر گئے۔ نہ کسی کو راستہ ملتا تھا۔ نہ ایک دوسرے کی خبر تھی۔ اس پریشانی و حیرانی کے عالم میں ایکدم اچانک ان کی پانچوں انگلیاں اس قدر روشن ہو گئیں کہ ان کی روشنی میں سب کو راستہ نظر آ گیا۔ اور سب بکھرے ہوئے لوگ اکٹھا ہو گئے اور ہلاکت و بربادی سے بچ گئے۔ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص۲۰۶)

(۴۴) حضرت یعلیٰ بن مُرّہ رضی اللہ عنہ

یہ قبیلۂ بنو ثقیف میں سے ہیں۔ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی تھے۔ بہت سی اسلامی لڑائیوں میں شریک جہاد رہے۔ اور محدثین کی بہت بڑی جماعت نے ان سے حدیثوں کا درس لیا۔ اور کوفہ کے محدثین میں ان کا شمار ہے۔ (اکمال ص ۶۲۳)

کرامت

عذابِ قبر کی آواز سُن لی

ان کا بیان ہے کہ ہم لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ قبرستان میں گزرے، تو میں نے ایک قبر میں دھماکہ سُنا۔ گھبرا کر میں نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ! میں نے ایک قبر میں دھماکہ کی آواز سُنی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے بھی اس دھماکہ کی آواز سُن لی؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے۔ ایک قبر والے کو اس کی قبر میں عذاب دیا جا رہا ہے۔ یہ اسی عذاب کی آواز کا دھماکہ تھا جو تم نے سُنا۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسولَ اللہ! اس قبر والے کو کس گناہ کے سبب سے عذاب دیا جا رہا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص چغل خوری کیا کرتا تھا۔ اور اپنے بدن اور کپڑوں کو پیشاب سے نہیں بچاتا تھا۔

(حجۃ اللہ ج ۲ ص ۸۶۴ بحوالہ بیہقی)

(۴۵) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے لیے حکمت، اور فقہ و تفسیر کے علوم کے حاصل ہونے کے لیے دُعا مانگی۔ ان کا علم بہت وسیع تھا اسی لئے کچھ لوگ ان کو بحر (دریا) کہتے تھے اور حِبرُ الاُمّہ (امت کا بہت بڑا عالم) یہ تو آپ کا بہت ہی مشہور لقب ہے۔ یہ بہت خوبصورت اور گورے رنگ کے نہایت ہی حسین و جمیل شخص تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو کم عمری کے باوجود امور خلافت کے اہم ترین مشوروں میں شریک کرتے تھے۔ لیث بن ابی سُلیم کا بیان ہے کہ میں نے طاؤس محدث سے کہا تم اس نوعمر شخص (عبداللہ بن عباس) کی درگاہ سے چمٹے ہوئے ہو۔ اور اکابر صحابہ کی درس گاہوں میں نہیں جا رہے ہو۔ طاؤس محدث نے فرمایا کہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ستر صحابہ کرام جب اُن کے مابین کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو وہ سب حضرت عبداللہ بن عباس کے قول پر عمل کرتے تھے۔ اس لیے مجھے ان کے علم کی وسعت پر اعتماد ہے اس لیے میں اِن کی درس گاہ چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتا۔ آپ پر خوفِ خدا کا بہت زیادہ غلبہ تھا۔ آپ اس قدر زیادہ روتے تھے کہ آپ کے دونوں رخساروں پر آنسوؤں کی دھار بہنے کا نشان پڑ گیا تھا۔ ۶۸ھ میں بمقام طائف اکہتر برس کی عمر میں وصال ہوا۔

(اکمال ص ۶۰۴ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۹۲)

کرامات

ان کی کرامتوں میں سے تین کرامتیں بہت زیادہ مشہور ہیں جو درج ذیل ہیں :۔

کفن میں پرند میمون بن مہران تابعی محدّث کا بیان ہے کہ میں طائف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے جنازہ میں حاضر تھا۔ جب لوگ نماز جنازہ کے لیے کھڑے ہوئے تو بالکل ہی اچانک نہایت تیزی کے ساتھ ایک سفید پرند آیا اور ان کے کفن کے اندر داخل ہوگیا۔ نماز کے بعد ہم لوگوں نے ٹٹول ٹٹول کر بہت تلاش کیا مگر اس پرند کا کچھ بھی پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گیا اور کیا ہوا؟

(مستدرک ج ۲ ص ۲۸۱)

غیبی آواز جب لوگ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دفن کر چکے اور قبر پر مٹی برابر کی جا چکی تو تمام حاضرین نے ایک غیبی آواز سُنی کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ آیت تلاوت کر رہا ہے کہ :۔

يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۚ

اے اطمینان پانے والی جان! تو اپنے رب کے دربار میں اس طرح حاضر ہو جا کہ تو خدا سے خوش ہے اور خدا تجھ سے خوش ہے

(مستدرک ج ۲ ص ۲۸۱ و کنز العمال ج ۱۶ وحاشیہ کنز العمال ص ۳۰)

حضرت جبریل علیہ السلام کا دیدار یہ بھی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک کرامت ہے کہ انھوں نے دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (اکمال ص ۶۰۳)

(۴۶) حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے انصاری ہیں اور خاندان بنی خزرج سے ان کا نسبی تعلق ہے۔ اکابر صحابہ کی فہرست میں ان کا نام نامی بہت ہی مشہور ہے۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب تھے۔ اور ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین زندگی۔ پھر شہادت، پھر جنت کی بشارت دی تھی۔ سنہ ۱۲ھ میں جنگ یمامہ کے دن مسیلمۃ الکذاب کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے شہادت سے سربلند ہو گئے + (اکمال ۵۸۹ وغیرہ)

کرامت

موت کے بعد وصیت ان کی یہ ایک کرامت ایسی بے مثل کرامت ہے کہ اس کی دوسری کوئی مثال نہیں مل سکتی۔ شہید ہو جانے کے بعد آپ نے ایک صحابی سے خواب میں یہ فرمایا کہ اے شخص! تم امیر لشکر حضرت خالد بن الولید سے میرا یہ پیغام کہہ دو کہ میں جس وقت شہید ہوا میرے جسم پر لوہے کی ایک زرہ تھی۔ جس کو ایک مسلمان سپاہی نے میرے بدن سے اُتار لیا۔ اور اپنے گھوڑا باندھنے کی جگہ پر اس کو رکھ کر اس پر ایک ہانڈی اوندھی کر کے اُس کو چھپا رکھا ہے۔ لہٰذا امیر لشکر میری اس زرہ کو برآمد کر کے اپنے قبضہ میں لے لیں۔

اور تم مدینہ منورہ پہنچ کر امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے میرا یہ پیغام کہہ دینا کہ مجھ پر جو قرض ہے اُس کو وہ ادا کر دیں۔ اور میرا فلاں غلام آزاد ہے۔ خواب دیکھنے والے صحابی نے اپنا خواب حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ سے بیان کیا تو انھوں نے فوراً ہی تلاشی لی۔ اور واقعی ٹھیک اُسی جگہ سے وہ زرہ برآمد ہوئی جس جگہ کا خواب میں آپ نے نشان بتایا تھا۔ اور جب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ خواب سُنایا گیا۔ تو آپ نے حضرت ثابت بن قیس کی وصیت کو نافذ کرتے ہوئے ان کا قرض ادا فرما دیا۔ اور ان کے غلام کو آزاد قرار دے دیا۔ مشہور صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی وہ خصوصیت ہے جو کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی۔ کیونکہ ایسا کوئی شخص بھی میرے علم میں نہیں ہے کہ اس کے مرجانے کے بعد خواب میں کی ہوئی اس کی وصیت کو نافذ کیا گیا ہو۔

(تفسیر صاوی ج ۲ ص ۱۰۸)

(۴۷) حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ

ان کا اصلی نام عبداللہ اور ان کا اصلی وطن "حضر موت" ہے۔ یہ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بحرین کا حاکم بنا دیا تھا۔ ۱۴ھ میں بحالت جہاد آپ کی وفات ہوئی۔

(اکمال ص۶۰۷)

کرامات

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بحرین کے مرتدین سے جہاد کرنے کے لئے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو ہم لوگوں نے ان کی تین کرامتیں ایسی دیکھیں کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان تین میں سے کون زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز ہے۔

پیادہ اور سوار دریا کے پار

"دارین" پر حملہ کرنے کے لیے کشتیوں اور جہازوں کی ضرورت تھی۔ مگر کشتیوں کے انتظام میں بہت لمبی مدت درکار تھی۔ اس لئے حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو للکار کر پکارا کہ اے مجاہدینِ اسلام! تم لوگ خشک میدانوں میں تو خداوند قدوس کی امداد و نصرت کا نظارہ بار بار دیکھ چکے ہو۔ اب اگر سمندر میں بھی اس کی تائید غیبی کا جلوہ دیکھنا ہو

تو تم سب لوگ سمندر میں داخل ہو جاؤ۔ آپ نے یہ کہا اور مع اپنے لشکر کے یہ دُعا پڑھتے ہوئے سمندر میں داخل ہو گئے یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ یَاکَرِیْمُ یَاحَلِیْمُ یَااَحَدُ یَاصَمَدُ یَاحَیُّ یَامُحْیِ الْمَوْتٰی یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لَآاِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ ط کوئی اونٹ پر سوار تھا، کوئی گھوڑے پر، کوئی گدھے پر سوار تھا، کوئی خچر پر، اور بہت سے پیدل چل رہے تھے۔ مگر سمندر میں قدم رکھتے ہی سمندر کا پانی خشک ہو کر اس قدر رہ گیا کہ جانوروں کے صرف پاؤں تر ہوئے تھے۔ پورا اسلامی لشکر اس طرح آرام و راحت کے ساتھ سمندر میں چل رہا تھا گویا بھیگے ہوئے ریت پر چل رہا ہے جس پر چلنا نہایت ہی سہل اور آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کرامت کو دیکھ کر ایک مسلمان مجاہد نے جن کا نام عفیف بن المنذر تھا برجستہ اپنے ان دو شعروں میں اس کی ایسی منظر کشی کی ہے جو بلا شبہہ وجد آفریں ہے ؎

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ ذَلَّلَ بَحْرَہٗ

وَاَنْزَلَ بِالْکُفَّارِ اِحْدَی الْجَلَائِلِ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدوں کے لیے اپنے سمندر کو فرماں بردار بنا دیا۔ اور کفّار پر ایک بہت بڑی مصیبت نازل فرمادی۔

دَعَوْنَا اِلٰی شَقِّ الْبِحَارِ فَجَاءَنَا

بِاَعْجَبَ مِنْ فَلْقِ الْبِحَارِ الْاَوَائِلِ

ہم لوگوں نے سمندر کے پھٹ جانے کی دُعا مانگی تو خدا نے اس سے کہیں زیادہ عجیب ہمارے لیے پیش فرمادیا جو دریا پھاڑنے کے سلسلے میں پہلے لوگوں کے لئے ہوا تھا۔

(البدایہ والنھایہ ج ۶، ص ۳۲۹ و دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۸)

چمکتی ریت سے پانی نمودار ہو گیا

دوسری کرامت یہ ہے کہ ہم لوگ چٹیل میدان میں جہاں پانی بالکل ہی نایاب تھا پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گئے۔ اور بہت سے مجاہدین کو تو اپنی ہلاکت کا یقین بھی ہو گیا۔ اپنے لشکر کا یہ حال دیکھ کر حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ کر دعا مانگی۔ تو ایکدم ناگہاں لوگوں کو بالکل ہی قریب میں سوکھی ریت پر پانی چمکتا ہوا نظر آ گیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اچانک ایک بدلی نمودار ہوئی۔ اور اس قدر پانی برسا کہ جل تھل بھر گیا اور سارا لشکر جانوروں سمیت پانی سے سیراب ہو گیا۔ اور لشکر والوں نے اپنے تمام برتنوں کو بھی پانی سے بھر لیا ٭ (طبری ج ۳۔ ص ۲۵۷ و دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۸)

لاش قبر سے غائب

تیسری کرامت یہ ہے کہ جب حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کی وفات ہو گئی۔ تو ہم لوگوں نے ان کو ریتیلی زمین میں دفن کر دیا۔ پھر ہم لوگوں کو خیال آیا کہ کوئی جنگلی جانور آسانی کے ساتھ ان کی لاش کو نکال کر کھا ڈالے گا۔ لہٰذا ان کو کسی آبادی کے قریب سخت زمین میں دفن کرنا چاہیئے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے فوراً ہی پلٹ کر ان کی قبر کو کھودا تو ان کی مقدس لاش قبر سے غائب ہو چکی تھی اور ہم لوگوں کو نہیں ملی ٭ (دلائل النبوۃ ج ۳ ص ۲۰۸)

(۴۸) حضرت بلال رضی اللہ عنہ

آپ بہت ہی مشہور صحابی ہیں۔ آپ کے والد کا نام رباح ہے۔ اور یہ حبشہ کے رہنے والے ہیں اور یہ مکہ مکرمہ میں ایک کافر امیہ بن خلف کے غلام تھے۔ اسی حال میں مسلمان ہو گئے۔ امیہ بن خلف نے ان کو بہت زیادہ ستایا۔ اور ان پر بڑے بڑے ظلم وستم کے پہاڑ توڑے۔ مگر یہ پہاڑ کی طرح اسلام پر ڈٹے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک کثیر رقم دے کر ان کو امیہ بن خلف سے خرید لیا۔ اور اللہ ورسول کی رضا جوئی کے لیے ان کو آزاد کر دیا۔ اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابو بکر ہمارے سردار ہیں۔ اور انھوں نے ہمارے سردار (بلال) کو آزاد کیا۔

خدا کی شان کہ جنگ بدر میں امیہ بن خلف کو حضرت بلال ہی نے چند انصاریوں کی مدد سے قتل کیا۔ تمام اسلامی جہادوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ جہاد فرماتے رہے۔ اور مسجد نبوی شریف کے موذن بھی رہے۔ وصال نبوی کے بعد مدینہ طیبہ میں رہنا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کو خالی دیکھنا ان کے لیے ناقابل برداشت ہو گیا۔ فراقِ رسول میں ہر وقت گھٹتے اور روتے رہتے تھے۔ اس لیے مدینہ منورہ کو خیر باد کہہ دیا اور ملکِ شام میں سکونت اختیار کر لی۔ اور سنہ ۲۰ھ میں ترسٹھ برس کی عمر پا کر شہر دمشق میں وفات پائی اور باب الصغیر میں مدفون ہوئے۔ اور بعض مورخین کا قول ہے کہ آپ کی وفات شہر

حلب میں ہوئی اور باب الاربعین میں آپ کی قبر بنائی گئی ۔ واللہ اعلم !
(کمافی اسماء الرجال ص۵۰۰)

کرامت

خواب میں رسول کا دیدار ایک مرتبہ خواب میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے سرفراز ہوئے ۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیار بھرے لہجہ میں ارشاد فرمایا کہ اے بلال ! یہ کیا ظلم ہے کہ تم ہمارے پاس کبھی نہیں آتے ۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اس قدر بیقرار ہو گئے کہ فوراً ہی سفر کے لئے اونٹ پر سوار ہو گئے ۔ جب مدینہ منورہ میں قبر انور کے پاس پہنچے تو شدت رنج وغم سے غش کھا کر گر پڑے اور زمین پر لوٹنے لگے ۔ جب کچھ سکون ہوا تو حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نے اذان کی فرمائش کی ۔ پیارے رسول کے لاڈلوں کی فرمائش پر انکار کی گنجائش ہی نہیں تھی ۔ آپ نے جب مسجد نبوی میں اذان دی اور زمانۂ نبوت کی بلالی اذان جب اہلِ مدینہ کے کان میں پڑی تو ایک کہرام مچ گیا ۔ یہاں تک کہ پردہ نشین عورتیں جوشِ بے قراری میں گھروں سے باہر نکل پڑیں ۔ اور ہر چھوٹا بڑا دورِ نبوت کی یاد سے بے قرار ہو کر زار زار رونے لگا ۔ چند دنوں مدینہ منورہ میں رہ کر پھر آپ ملک شام چلے گئے ۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص۲۰۶ تا ص۲۰۹)

(۴۹) حضرت حنظلہ بن حزیم رضی اللہ عنہما

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ یہ ایک مرتبہ اپنے باپ کے ساتھ دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کے باپ نے ان کے لیے دعا کی درخواست کی۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ کرم اپنا دست اقدس ان کے سر پر پھرا دیا۔ جس کی بدولت ان کو مندرجۂ ذیل کرامت مل گئی۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۶۵)

کرامت

سر لگتے ہی مرض غائب جو مریض اور جس قسم کا بھی مریض انسان ہو یا جانور جب ان کے پاس لایا جاتا تو یہ اپنا سر اس مریض کے بدن پر لگا دیتے تھے۔ تو فی الفور شفاء حاصل ہو جاتی تھی۔

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ اپنے ہاتھ میں اپنا لعابِ دہن لگا کر اپنے ہاتھ کو اپنے سر پر رکھتے اور یہ دعا پڑھتے کہ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی اَثَرِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ط پھر اپنا ہاتھ مریض کے ورم پر پھرا دیتے۔ تو فوراً ہی مریض شفایاب ہو جاتا تھا۔ (کنز العمال ج ۵ ص ۳۲۷ مطبوعہ حیدر آباد)

⑤⓪ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

ان کا اسم گرامی جُندُب بن جُنادہ ہے۔ مگر اپنی کنیت کے ساتھ زیادہ مشہور ہیں۔ بہت ہی بلند پایہ صحابی ہیں۔ اور یہ اپنے زہد و قناعت اور تقویٰ و عبادت کے اعتبار سے تمام صحابۂ کرام میں ایک خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ ابتداء اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یہاں تک کہ بعض مورخین کا قول ہے کہ اسلام لانے میں ان کا پانچواں نمبر ہے۔ انھوں نے مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کیا۔ پھر اپنے وطن قبیلۂ بنی غِفار میں چلے گئے۔ پھر جنگ خندق کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کچھ دنوں کے لئے ملک شام چلے گئے۔ پھر وہاں سے لوٹ کر مدینہ منورہ آئے۔ اور مدینہ منورہ سے چند میل دور مقام "ربذہ" میں سکونت اختیار کرلی + (اکمال ص۵۹۴)

بہت سے صحابہ اور تابعین علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں بمقام ربذہ ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی + (اکمال ص۵۹۴)

ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کا شوق ہو وہ ابوذر کا دیدار کرلے + (کنزالعمال ج ۱۲ ص۲۵۵)

کرامات

جنگل میں کفن

روایت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ کی وفات قریب ہوئی تو ان کی بیوی رونے لگیں۔ آپ نے پوچھا کہ بیوی تم روتی کیوں ہو؟ بیوی نے جواب دیا کہ میں کیوں نہ روؤں۔ جنگل میں آپ کی وفات ہو رہی ہے۔ اور ہمارے پاس نہ کفن ہے نہ کوئی آدمی۔ مجھے یہ فکر ہے کہ اس جنگل میں آپ کی تجہیز و تکفین کا میں کہاں سے اور کیسے انتظام کروں گی؟ آپ نے فرمایا کہ تم مت روؤ۔ اور نہ کوئی فکر کرو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ میں سے ایک شخص جنگل میں مرے گا۔ اور اس کے جنازہ میں مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہو جائے گی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ جنگل میں مرنے والا صحابی میں ہی ہوں۔ اس لیے تم فکر نہ کرو۔ اور انتظار کرو۔ ممکن ہے کوئی جماعت آ رہی ہو۔ یہ کہہ کر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ وصال فرما گئے۔ ان کی بیوی کا بیان ہے کہ وفات کے تھوڑی ہی دیر کے بعد بالکل اچانک چند سوار آ گئے۔ اور ایک نوجوان نے اپنی گٹھری میں سے ایک نیا کفن نکالا۔ اور آپ اسی کفن میں مدفون ہوئے اور سواروں کی اس جماعت نے نہایت ہی اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ و دفن کا انتظام کیا۔

(الکلام المبین و کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۳ مطبوعہ حیدرآباد)

فقط زمزم پر زندگی

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے تو روزانہ

مسجد حرام میں جاکر اپنے اسلام کا اعلان کرتے رہتے اور کفار مکہ ان کو اس قدر مارتے تھے کہ یہ مرنے کے قریب ہو جاتے تھے۔ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ ان کو لوگوں سے یہ کہہ کر بچایا کرتے تھے کہ یہ قبیلۂ غفار کے آدمی ہیں۔ جو تم قریشیوں کی شامی تجارت کی شاہراہ پر واقع ہے۔ لہٰذا ان کو ایذا مت دو۔ ورنہ تمھاری شامی تجارت کا راستہ بند ہو جائے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پندرہ دن اور پندرہ رات اسی طرح حرم کعبہ میں روزانہ اپنے اسلام کا اعلان کرتے اور کفار کی مار کھاتے رہے۔ اور ان پندرہ دنوں اور راتوں میں زمزم شریف کے پانی کے سوا ان کو گیہوں یا چاول کا ایک دانہ، یا ذرہ برابر کوئی دوسری غذا میسر نہیں ہوئی۔ مگر یہ صرف زمزم شریف پی کر زندہ رہے۔ اور پہلے سے زیادہ تندرست اور فربہ ہو گئے۔

(بخاری ج ۱ ص ۴۹۹ باب قصہ زمزم وحاشیہ بخاری ص ۴۹۹ و فتح الباری)

(۵۱) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

یہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر ہیں۔ ان کی کنیت ابو محمد اور لقب "سبطِ پیمبر" و "ریحانۃ الرسول" ہے۔ ۱۵ رمضان ۳؁ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ جوانانِ اہلِ جنت کے سردار ہیں۔ اور آپ کے فضائل و مناقب میں بہت زیادہ حدیثیں وارد ہوئی ہیں۔ آپ نے تین مرتبہ اپنا آدھا مال خدا کی راہ میں خیرات کیا۔ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد کوفہ میں چالیس ہزار مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر موت کی بیعت کر کے آپ کو امیر المومنین منتخب کیا۔ لیکن آپ نے تقریباً چھ ماہ کے بعد جمادی الاولیٰ ۴۱؁ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت فرما کر خلافت ان کے سپرد فرمادی۔ اور خود عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبر دی تھی وہ ظاہر ہو گئی کہ میرا یہ بیٹا "سید" ہے۔ اور اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعت میں صلح کرادے گا۔ چنانچہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اگر خلافت حضرت معاویہ کو سپرد نہ فرمادیتے تو ظاہر ہے کہ حضرت امام حسن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی دونوں فوجوں کے درمیان بڑی ہی خوں ریز جنگ ہوتی جس سے ہزاروں عورتیں بیوہ اور لاکھوں بچے یتیم ہو جاتے اور سلطنتِ اسلام کا شیرازہ بکھر جاتا۔ مگر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خیر پسند طبیعت اور نیک مزاجی

کی بدولت مسلمانوں میں خوں ریزی کی نوبت نہیں آئی۔

۵ ربیع الاوّل ۴۹ھ میں آپ بمقام مدینہ منورہ زہر خورانی کے باعث شہادت سے سرفراز ہوئے + (اکمال ص۵۶ و اسد الغابہ ج ۲ ص۹ تا ۱۲)

کرامات

خشک درخت پر تازہ کھجوریں

آپ کی بہت سی کرامتوں میں سے یہ ایک کرامت بہت زیادہ مشہور ہے کہ ایک سفر میں آپ کا گزر کھجوروں کے ایک ایسے باغ میں ہوا جس کے تمام درخت خشک ہو گئے تھے۔ حضرت زبیر بن العوّام رضی اللہ عنہ کے ایک فرزند بھی اس سفر میں آپ کے ہمرکاب تھے۔ آپ نے اسی باغ میں پڑاؤ کیا۔ اور خدام نے آپ کا بستر ایک سوکھے درخت کی جڑ میں بچھا دیا۔ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے فرزند نے عرض کیا کہ اے ابنِ رسول اللہ! کاش اس سوکھے درخت پر تازہ کھجوریں ہوتیں تو ہم لوگ سیر ہو کر کھا لیتے۔ یہ سن کر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے چپکے سے کوئی دعاء پڑھی اور بالکل ہی اچانک منٹوں میں وہ سوکھا درخت بالکل سرسبز و شاداب ہو گیا اور اس میں تازہ پکی ہوئی کھجوریں لگ گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر ایک شتربان کہنے لگا کہ خدا کی قسم! یہ تو جادو کا کرشمہ ہے۔ یہ سن کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے فرزند نے اُس کو بہت زور سے ڈانٹا اور فرمایا کہ توبہ کر۔ یہ جادو نہیں ہے بلکہ یہ شہزادۂ رسول کی دعاء مقبول کی کرامت ہے۔ پھر لوگوں نے کھجوروں کو درخت سے توڑا اور سب ہمراہیوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھایا۔ (روضۃ الشہداء باب ۶ ص۱۰۹)

فرزند پیدا ہونے کی بشارت

آپ پیدل حج کے لئے جا رہے تھے۔ درمیانِ راہ میں ایک منزل پر قیام فرمایا۔ وہاں آپ کا ایک عقیدت مند حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ حضور میں آپ کا غلام ہوں۔ میری بیوی اس وقت دردِ زہ میں مبتلا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ تندرست لڑکا پیدا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر جاؤ۔ تمھیں جیسے فرزند کی تمنا ہے ویسا ہی فرزند تم کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دیا ہے۔ اور تمھارا یہ لڑکا ہمارا عقیدت مند اور جاں نثار ہوگا۔ وہ شخص جب اپنے مکان پر پہونچا تو یہ دیکھ کر خوشی سے باغ باغ ہوگیا کہ واقعی امام حسن رضی اللہ عنہ نے جیسے فرزند کی بشارت دی تھی ویسا ہی لڑکا اس کی بیوی نے جنا تھا۔

(شواہد النبوۃ ص۱۷۳ مطبوعہ نولکشور پریس)

تبصرہ

خشک درخت پر تازہ کھجوروں کا دفعۃً لگ جانا، اور عقیدتمند کے گھر میں لڑکی پیدا ہوتی ہے یا لڑکا؟ اور پھر اس بات کو جان لینا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر ہمارا عقیدت مند و جاں نثار ہوگا۔ غور فرمائیے کہ یہ کتنی عظیم اور کس قدر شاندار کرامتیں ہیں۔ سبحان اللہ! کیوں نہ ہو کہ آپ ابن رسول، اور نور دیدۂ حیدر و بتول ہیں۔ اور خداوند قدوس کی بارگاہ میں بے انتہا مقبول ہیں۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۵۲) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

سید الشہدا، حضرت امام حسین شہیدِ کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت باسعادت ۵، شعبان ۴ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی کنیت "ابو عبداللہ" اور نام نامی "حسین" اور لقب "سبط الرسول" و "ریحانۃ الرسول" ہے۔

اللہ اکبر! جگر گوشۂ رسول و فرزند بتول، راکب دوشِ پیمبر، اور کربلا کے غازیوں کے میرِ لشکر امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب اور آپ کی عظمتِ شان کس زبان کی طاقت ہے کہ کما حقہٗ بیان کر سکے۔

۱۰، محرم ۶۱ھ جمعہ کے دن کربلا کے میدان میں یزیدی ستمگاروں نے انتہائی بے دردی کے ساتھ آپ کو شہید کر دیا۔ (اکمال ص۵۶۰ وغیرہ)

کرامات

کنوئیں میں پانی اُبل پڑا

ابو عون کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے راستے میں ابن مطیع کے پاس گزر ہوا۔ انھوں نے عرض کیا کہ اے ابنِ رسول! میرے اس کنوئیں میں پانی بہت کم ہے۔ اس میں ڈول بھرتا نہیں ہے۔ میری ساری تدبیریں بیکار ہو چکی ہیں۔ کاش آپ ہمارے لیے برکت کی دعا فرما دیں۔ حضرت امام نے اس کنوئیں کا پانی منگایا اور آپ نے ڈول سے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا۔

پھر اس ڈول میں کلی فرمادی اور حکم دیا کہ یہ سارا پانی کنویں میں انڈیل دیں۔ جب ڈول کا پانی کنویں میں ڈالا گیا۔ تو ایک دم کنویں میں نیچے سے پانی ابل پڑا۔ کنویں کا پانی بھی بہت زیادہ بڑھ گیا۔ اور پانی پہلے سے بہت زیادہ شیریں اور لذیذ بھی ہو گیا۔ (ابن سعد ج ۵ ص ۱۴۴)

بے ادبی کرنے والا آگ میں

میدان کربلا میں ایک بے باک اور بے ادب مالک بن عُروہ نے جب آپ کے خیمہ کے گرد خندق میں آگ جلتی دیکھی۔ تو اس بدنصیب نے یہ کہا کہ اے حسین! تم نے آخرت کی آگ سے پہلے یہاں دُنیا ہی میں آگ لگالی؟ حضرت امام نے فرمایا کہ اے ظالم! کیا تیرا گمان ہے کہ میں دوزخ میں جاؤں گا؟ پھر حضرت امام نے اپنے مجروح دل سے یہ دعا مانگی کہ خداوندا! تو اس بدنصیب کو نارِ جہنم سے پہلے دُنیا میں بھی آگ کے عذاب میں ڈال دے۔ امام عالی مقام کی دُعاء ابھی ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ فوراً ہی مالک بن عُروہ کا گھوڑا پھسل گیا اور یہ شخص اس طرح گھوڑے سے گر پڑا کہ گھوڑے کی رکاب میں اس کا پاؤں اُلجھ گیا۔ اور گھوڑا اُس کو گھسیٹتے ہوئے خندق کی طرف لے بھاگا۔ اور یہ شخص خیمہ کے گرد خندق کی آگ میں گر کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔

(روضۃ الشہداء ص ۱۶۹)

نیزہ پر سر کی تلاوت

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب یزیدیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر کو نیزہ پر چڑھا کر کوفہ کی گلیوں میں گشت کیا۔ تو میں اپنے مکان کے

بالاخانہ پر تھا۔ جب سرِ مبارک میرے سامنے سے گزرا تو میں نے سُنا کہ سرِ مُبارک نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ :-

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ (کہف۔ پارہ ۱۵) اسی طرح ایک دوسرے بزرگ نے فرمایا کہ جب یزیدیوں نے سرِ مبارک کو نیزہ سے اُتار کر ابن زیاد کے محل میں داخل کیا تو آپ کے مقدس ہونٹ ہل رہے تھے۔ اور زبان اقدس پر اس آیت کی تلاوت جاری تھی کہ :-

فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(روضۃ الشہداء ص۲۳)

تبصرہ ان ایمان افروز کراماتوں سے یہ ایمانی روشنی ملتی ہے کہ شہدائے کرام اپنی اپنی قبروں میں تمام لوازم حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ خدا کی عبادت بھی کرتے ہیں اور قسم قسم کے تصرفات بھی فرماتے رہتے ہیں اور ان کی دُعائیں بھی بہت جلد مقبول ہوتی ہیں۔

(۵۳) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

آپ کے والد کا نام ابوسفیان اور والدہ کا نام ہندہ بنت عتبہ ہے۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے دن یہ خود اور ان کے والدین سب مسلمان ہو گئے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ چونکہ بہت ہی عمدہ کاتب تھے۔ اس لئے دربارِ نبوت میں وحی لکھنے والوں کی جماعت میں شامل کر لئے گئے۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں یہ شام کے گورنر مقرر ہوئے۔ اور حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت ختم ہونے تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ مگر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تختِ خلافت پر رونق افروز ہوئے تو آپ نے ان کو گورنری سے معزول کر دیا۔ لیکن انھوں نے معزولی کا پروانہ قبول نہیں کیا۔ اور شام کی حکومت سے دست بردار نہیں ہوئے۔ بلکہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا مطالبہ کرتے ہوئے انھوں نے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے نہ صرف انکار کیا بلکہ ان سے مقامِ صفین میں جنگ کی۔ پھر جب ۴۱ھ میں حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت ان کو سپرد فرما دی تو یہ پورے عالمِ اسلام کے بادشاہ ہو گئے۔ بیس۲۰ برس تک خلافت راشدہ کے گورنر رہے۔ اور بیس برس تک خود مختار بادشاہ رہے۔ اس طرح چالیس برس تک شام کے تخت سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرتے رہے اور خشکی و سمندر میں جہادوں

کا انتظام فرماتے رہے۔ اسلام میں بحری لڑائیوں کے آپ موجد ہیں جنگی بیڑوں کی تعمیر کا کارخانہ بھی آپ نے بنوایا۔ خشکی اور سمندری فوجوں کی بہترین تنظیم فرمائی۔ اور جہادوں کی بدولت اسلامی حکومت کی حدود کو وسیع سے وسیع تر کرتے رہے۔ اور اشاعتِ اسلام کا دائرہ برابر بڑھتا رہا۔ جابجا مساجد کی تعمیر اور درس گاہوں کا قیام فرماتے رہے۔ رجب سنہ ۶۰ھ میں آپ نے لقوہ کی بیماری میں مبتلا ہو کر اپنے دارالسلطنت دمشق میں وفات پائی۔ بوقتِ وفات آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک پیراہن، ایک چادر، ایک تہبند اور کچھ موئے مبارک اور ناخنِ اقدس کے چند تراشے ہیں۔ ان تینوں مقدس کپڑوں کو میرے کفن میں شامل کیا جائے اور موئے مبارک اور ناخنِ اقدس کو میری آنکھوں میں رکھ کر مجھے اَرحمُ الرّاحمین کے سپرد کر دیا جائے۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کی اس وصیت پر عمل کیا۔

(اکمال ص۶۱۷ وغیرہ)

بوقت وفات اٹھتر یا چھیاسی برس کی عمر تھی۔ وفات کے وقت ان کا بیٹا یزید دمشق میں موجود نہیں تھا۔ اس لئے ضحاک بن قیس نے آپ کے کفن و دفن کا انتظام کیا۔ اور اسی نے آپ کی نماز جنازہ بھی پڑھائی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بہت ہی خوب صورت، گورے رنگ والے اور نہایت ہی وجیہ اور رعب والے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ "معاویہ" عرب کے "کسریٰ" ہیں۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۵ تا ص ۳۸۷)

کرامات

آپ کی چند کرامتیں بھی مشہور ہیں اور آپ کے فضائل میں چند حدیثیں بھی مروی ہیں۔

کبھی جنگ میں مغلوب نہیں ہوئے

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ کشتی یا جنگ میں کبھی بھی، اور کہیں بھی، اور کسی شخص سے بھی مغلوب نہیں ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ اپنے مقابل پر غالب ہی رہے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ اِنَّ مُعَاوِیَةَ لَا یُصَادِعُ اَحَدًا اِلَّا صَرَعَهٗ مُعَاوِیَةُ۔ یعنی معاویہ جس شخص سے لڑے گا معاویہ ہی اُس کو پچھاڑے گا۔ (کنز العمال ج ۱۲ ص ۳۱۴ بحوالہ دیلمی عن ابن عباس)

دُعا مانگتے ہی بارش

سُلیم بن عامر خبائری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ملک شام میں بالکل ہی بارش نہیں ہوئی۔ اور شدید قحط کا دور دورہ ہو گیا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نمازِ استسقا کے لئے میدان میں نکلے۔ اور منبر پر بیٹھ کر آپ نے حضرت ابن الاسود جرشی کو بلایا۔ اور اُن کو منبر کے نیچے اپنے قدموں کے پاس بٹھا کر اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھایا اور اس طرح دُعا مانگی کہ یا اللہ! ہم تیرے حضور میں حضرت ابن الاسود جرشی کو سفارشی بنا کر لائے ہیں۔ جن کو ہم اپنے سے نیک اور افضل سمجھتے ہیں۔ پھر حضرت ابن الاسود جرشی اور تمام حاضرین

بھی اپنے اپنے ہاتھوں کو اُٹھا کر بارش کی دُعا مانگنے لگے۔ ناگہاں مجھم سے ایک زوردار ابر اُٹھا۔ پھر موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ یہاں تک کہ ملک شام کی زمین سیراب ہو کر کھیتی سے سرسبز و شاداب ہو گئی۔

(طبقات ابن سعد ج ۳، ص۲۴۴)

شیطان نے نماز کے لیے جگایا

علامہ جلال الدین مولانائے روم نے اپنی مثنوی شریف میں آپ کی اس کرامت کو بڑی دھوم سے بیان فرمایا ہے۔ کہ ایک روز آپ کے محل میں داخل ہو کر کسی نے آپ کو نمازِ فجر کے لیے بیدار کیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تو کون ہے؟ اور کس لیے تو نے مجھے جگایا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! میں شیطان ہوں۔ آپ نے حیران ہو کر پوچھا کہ اے شیطان! تیرا کام تو انسان سے گناہ کرانا ہے تو نے مجھے نماز کے لئے جگا کر مجھے نیک عمل کا موقع دیا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ تو شیطان نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! میں جانتا ہوں کہ اگر سوتے رہنے میں آپ کی نماز فجر قضا ہو جاتی تو آپ خوفِ الٰہی سے اس قدر روتے۔ اور اس کثرت سے توبہ و استغفار کرتے کہ خدا کی رحمت کو آپ کی بیقراری اور آپ کی گریہ وزاری پر پیار آجاتا۔ اور وہ آپ کی قضا نماز قبول فرما کر ادا نماز سے ہزاروں گنا زیادہ ثواب عطا فرما دیتا۔ چونکہ مجھے خدا کے نیک بندوں سے بغض و حسد ہے اس لیے میں نے آپ کو جگا دیا تاکہ آپ کو کچھ زیادہ ثواب نہ مل سکے۔

(مثنوی مولانا روم علیہ الرحمہ)

تبصرہ مثنوی شریف کی اس حکایت سے معلوم ہوا کہ شیطان کبھی لوگوں کو سُلا کر اور نمازیں قضا کرا کر نیکیوں اور ثوابوں سے محروم کراتا ہے اور کبھی کچھ لوگوں کو نمازوں کے لیے جگا کر اور ادا نمازیں پڑھوا کر نیکیوں اور ثوابوں سے محروم کراتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جو لوگ صبح کو بیدار ہو کر نمازِ فجر جماعت سے پڑھتے ہیں تو شیطان کبھی کبھی کچھ لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیتا ہے کہ میں خدا کا بہت ہی نیک بندہ ہوں کیونکہ میں نے فجر کی نماز جماعت سے پڑھی ہے۔ اور فلاں فلاں لوگوں کی نمازیں قضا ہو گئیں یقیناً میں ان لوگوں سے بہت نیک اور بہت اچھا ہوں۔ ظاہر ہے کہ اپنی اچھائی اور بڑائی کا خیال آتے ہی نماز کا اجر و ثواب تو غارت اور اکارت ہو ہی گیا۔ اُلٹے تکبّر اور گھمنڈ کا گناہ سر پر سوار ہو گیا۔ بہرحال شیطان کے شر سے خدا کی پناہ!

(۵۴) حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ

حضرت حارثہ بن نعمان افاضل صحابہ میں سے ہیں۔ جنگ بدر و اُحد وغیرہ تمام اسلامی جنگوں میں مجاہدانہ شان کے ساتھ معرکہ آرائی کرتے رہے۔ یہ قبیلۂ انصار کے خاندان بنو نجّار میں سے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ میں جب جنّت میں داخل ہوا۔ تو میں نے وہاں قرارت کی آواز سُنی۔ جب میں نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہیں؟ تو فرشتوں نے کہا کہ "یہ حارثہ بن نعمان" ہیں۔ یہ اپنی والدہ کے ساتھ بہترین سلوک کرنے والے صحابی ہیں۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۱۹ باب البر والصلہ)

کرامت

حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا

ان کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا تو میں نے یہ دیکھا کہ ایک شخص آپ کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام کیا اور وہاں سے چل دیا۔ جب میں واپس لوٹا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حارثہ! تم نے اس شخص کو دیکھا جو میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے اور انھوں نے تمھارے سلام کا جواب بھی

دیا تھا۔ (اکمال فی اسماء الرجال ص۵۶۱)

اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ حارثہ بن نعمان اُسّی آدمیوں میں سے ایک ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دریافت فرمایا کہ اے جبریل! اس کا کیا مطلب ہے کہ یہ اُسّی آدمیوں میں سے ایک ہے تو آپ نے جواب دیا کہ جنگِ حُنین کے دن کچھ دیر کے لیے تمام صحابہ شکست کھا کر پیچھے ہٹ جائیں گے مگر اسّی آدمی پہاڑ کی طرح آپ کے ساتھ ایسی حالت میں ڈٹے رہیں گے جب کہ کفار کی طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہو گی۔ اُن اُسّی بہادروں میں سے ایک "حارثہ بن النعمان" ہیں۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص۳۵۸)

یہ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے۔ اس لیے ہر وقت اپنے مصلّٰی پر بیٹھے رہتے تھے۔ اور اپنے مصلّٰی کے پاس ایک ٹوکری میں کھجور بھر کر رکھتے تھے۔ اور اپنے مصلّے سے حجرہ کے دروازے تک ایک دھاگا باندھے ہوئے تھے۔ جب مسکین دروازہ پر سلام کرتا تو اسی دھاگہ میں کھجوریں باندھ کر دھاگہ کھینچ لیتے اور کھجوریں مسکین کے پاس پہنچ جایا کرتی تھیں۔ ان کے گھر والوں نے کہا کہ اس تکلف و تکلیف کی کیا ضرورت ہے؟ آپ حکم دیں گھر والے کھجوریں مسکین کو دے دیا کریں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے یہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا اور آپ کے کلام کو سُنا کہ مُنَاوَلَۃُ الْمِسْکِیْنِ تَقِیْ مِیْتَۃَ السُّوْءِ۔" یعنی مسکین کو اپنے ہاتھ سے صدقہ دینا بُری موت سے بچاتا ہے۔" (اسد الغابہ ج ۱ ص۳۵۹)

(۸۵) حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو خالد ہے۔ اور خاندان قریش کی شاخ بنو اسد سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں۔ ان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں ان کی والدہ جب کہ یہ اُن کے پیٹ میں تھے کعبہ کے اندر بتوں پر چڑھاوا چڑھانے کو گئیں اور وہیں بیچ کعبہ میں حکیم بن حزام پیدا ہو گئے۔ زمانۂ جاہلیت اور اسلام دونوں زمانوں میں یہ اشرافِ قریش میں سے شمار کیے جاتے تھے۔ فتح مکہ کے سال ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بہت ہی عقل مند، معاملہ فہم، اور صاحبِ علم و تقویٰ شعار تھے۔ ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کیا۔ اور ایک سو اونٹ اُن مسافروں کو دیا جن کے پاس سواری کے جانور نہیں تھے۔ ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ ساٹھ برس کفر کی حالت میں گزرے اور ساٹھ برس اسلامی زندگی گزری۔ ۵۴ھ میں بمقام مدینہ منورہ ان کی وفات ہوئی۔ (اکمال ص ۵۹۱)

کرامت

تجارت میں کبھی گھاٹا نہیں ہوا

ان کی مشہور کرامت یہ ہے کہ یہ تاجر تھے۔ زندگی بھر

تجارت کرتے رہے۔ مگر کبھی بھی، اور کہیں بھی، اور کسی سودے میں بھی کوئی نقصان اور گھاٹا نہیں ہوا۔ بلکہ اگر یہ مٹی بھی خریدتے تو اس میں نفع ہی نفع ہوتا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یہ دُعا فرمائی تھی کہ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَہٗ فِیْ صَفْقَتِہٖ۔ یعنی اے اللہ اِن کے بیوپار میں برکت عطا فرما۔ (کنزالعمال ج ۱۲ ص ۲۶۲)

اور ترمذی و ابوداؤد کی روایتوں میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو دینار دے کر ایک مینڈھا خریدنے کے لیے بھیجا۔ تو انھوں نے ایک دینار میں دو مینڈھے خریدے اور پھر ان میں سے ایک مینڈھے کو ایک دینار میں فروخت کر ڈالا۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں آکر ایک مینڈھا اور دو دینار پیش کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں سے ایک دینار کو تو خدا کی راہ میں خیرات کر دیا۔ اور پھر خوش ہو کر اُن کی تجارت میں برکت کے لئے دُعا فرمادی۔ (مشکوٰۃ ص ۲۵۴ باب الشرکۃ والوکالت)

تبصرہ تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا ہونا لازمی ہے۔ ہر تاجر کو اس کا تجربہ ہے کہ ہر بیوپار میں کبھی نفع ہوتا ہے کبھی نقصان۔ مگر زندگی بھر تجارت میں ہمیشہ نفع ہی نفع ہوتا رہے۔ اور کبھی بھی، اور کہیں بھی، اور کسی سودے میں بھی گھاٹا نہ اٹھانا پڑے۔ بلاشبہہ اس کو کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ یقیناً صاحبِ کرامت صحابی، اور بلند مرتبہ ولی تھے۔

(رضی اللہ عنہ)

(۵۶) حضرت عمّار بن یاسر رضی اللہ عنہ

یہ قدیم الاسلام اور مہاجرین اوّلین میں سے ہیں۔ اور یہ اُن مصیبت زدہ صحابیوں میں سے ہیں جن کو کفارِ مکہ نے اس قدر ایذائیں دیں کہ ان کو سوچ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ظالموں نے اِن کو جلتی ہوئی آگ پر لٹایا۔ چنانچہ یہ دہکتی ہوئی آگ کے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لیٹے رہتے تھے۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرتے اور یہ آپ کو یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! کہہ کر پکارتے تو آپ ان کے لئے اس طرح آگ سے فرمایا کرتے تھے کہ یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی عَمَّارٍ کَمَا کُنْتِ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ۔ یعنی اے آگ تو عمار پر اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی بن جا جس طرح تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈی اور سلامتی بن گئی تھی اِن کی والدہ حضرت بی بی سُمَیَّہ رضی اللہ عنہا کو اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ابوجہل نے بہت ستایا۔ یہاں تک کہ ان کی ناف کے نیچے نیزہ مار دیا۔ جس سے اُن کی روح پرواز کر گئی۔ اور مدّتِ اسلام میں سب سے پہلے یہ شہادت سے سرفراز ہو گئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو ”طَیِّبٌ وَّ مُطَیَّبٌ“ کے لقب سے پکارا کرتے تھے۔ یہ ۳۷ھ میں ترانوے ۹۳ برس کی عمر پا کر جنگ صفّین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فوجوں سے جنگ کرتے ہوئے

شہید ہو گئے۔ (اکمال ص۶۰۷)

کرامات

کبھی ان کی قسم نہیں ٹوٹی

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ یہ جس بات کی قسم کھالیا کرتے تھے۔ خداوند کریم ہمیشہ ان کی قسم کو پوری فرما دیتا تھا۔ کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں یہ ارشاد فرمادیا ہے کہ :۔

كَمْ مِنْ ذِي طِمْرَيْنِ لَا يُؤْبَهُ لَهُ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللّٰهِ لَاَبَرَّهُ مِنْهُمْ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ۔

(کنز العمال ج ۱۳ ص۲۹۵)

یعنی کتنے ہی ایسے کمبل پوش ہیں کہ لوگ ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ لیکن اگر وہ کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کو پوری فرمادے گا۔ اور انھیں لوگوں میں سے عمار بن یاسر ہیں۔

تین مرتبہ شیطان کو پچھاڑا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمار کو پانی بھرنے کے لیے بھیجا۔ شیطان ایک کالے غلام کی صورت میں آکر عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پانی بھرنے سے روکنے لگا۔ اور لڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اُس کو پچھاڑ دیا۔ تو وہ عاجزی کرنے لگا۔ اسی طرح تین مرتبہ شیطان نے پانی بھرنے سے آپ کو روکا اور لڑنے پر تیار ہوا۔ اور تینوں مرتبہ آپ نے اُس کو پچھاڑ دیا۔ جس وقت شیطان سے آپ کی

کُشتی ہو رہی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مجلس میں صحابہ کو بتادیا کہ آج (حضرت) عمّار نے تین مرتبہ شیطان کو پچھاڑ دیا ہے۔ جو ایک کالے غلام کی صورت میں اُن سے لڑ رہا ہے۔ حضرت عمّار رضی اللہ عنہ جب پانی لے کر آگئے تو میں نے اُن سے کہا کہ تمھارے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم نے تین مرتبہ شیطان کو پچھاڑا ہے۔ یہ سُن کر حضرت عمّار رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ خدا کی قسم! مجھے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ شیطان ہے ورنہ میں اُس کو مار ڈالتا۔ ہاں البتّہ تیسری مرتبہ مجھے بڑا غصّہ آگیا تھا۔ اور میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ میں دانت سے اُس کی ناک کاٹ لوں۔ مگر مَیں جب اُس کی ناک کے قریب مُنہ لے گیا تو مجھے بہت ہی گندی بدبو محسوس ہوئی۔ اس لیے مَیں ہٹ گیا۔ اور اُس کی ناک بچ گئی +

(شواہد النبوۃ ص۲۱۸ مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ)

(۵۷) حضرت شُرَحبیلؓ بن حَسَنہ رضی اللہ عنہ

یہ بہت ہی بہادر اور جاں باز صحابی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام "حَسَنہ" تھا اور ان کے والد کا نام عبداللہ بن مُطاع تھا۔ ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کی والدہ حَسَنہ نے ایک انصاری سے جن کا نام سُفیان بن مَعمَر تھا نکاح کر لیا۔ اور دو بچے اُن سے بھی تولد ہوئے جن کا نام جُنادہ اور جابر تھا۔ حضرت شُرَحبیل اپنے ان دونوں بھائیوں کے ساتھ ابتدائے اسلام ہی میں مسلمان ہو گئے تھے اور ہجرت کر کے حُبشہ بھی گئے تھے۔ اور جب حُبشہ سے مدینہ آئے تو بنی زُریق میں رہنے لگے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ان کے دونوں بھائیوں کا انتقال ہو گیا تو حضرت شُرَحبیل بن حَسَنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنی زُہرہ کے قبیلہ میں رہنے لگے۔ اور فاروقی دَورِ خلافت میں کئی ایک جہادوں میں امیرِ لشکر کی حیثیت سے افواجِ اسلامیہ کے کسی ایک دستہ کی کمان کرتے رہے۔ سنہ ۱۸ھ کے طاعون عمواس میں سرسٹھ ۶۷ برس کی عمر پا کر وفات پا گئے۔ عجیب اتفاق ہے کہ یہ اور حضرت ابو عُبیدہ بن الجرّاح دونوں ایک ہی دن طاعون میں مبتلا ہوئے۔ رضی اللہ عنہما +

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۳۹۱)

کرامت

قلعہ زمین میں دھنس گیا

اسلامی لشکر شہر اسکندریہ پر حملہ آور تھا۔ کفار کی فوج ایک بہت ہی مضبوط اور ناقابلِ تسخیر قلعہ میں محفوظ تھی۔ اور لشکرِ اسلام قلعہ کے سامنے کُھلے میدان میں خیمہ زن تھا۔ بہت دنوں تک جنگ ہوتی رہی مگر کفّار قلعہ کی وجہ سے مغلوب نہیں ہوتے تھے۔ ایک دن امیرِ لشکر حضرت شُرَحبیل بن حَسَنہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "اے لشکرِ کفّار کے سپہ سالارو! سُن لو۔ ہماری فوجِ اسلام میں اس وقت ایسے ایسے اللہ والے موجود ہیں کہ اگر وہ اِس قلعہ کی دیواروں کو حکم دے دیں کہ تم زمین میں دھنس جاؤ۔ تو فوراً ہی یہ قلعہ زمین میں دھنس جائے گا۔" یہ کہا اور جوش میں بھر کر آپ نے اپنا ہاتھ قلعہ کی جانب بڑھایا۔ اور بلند آواز سے تکبیر کا نعرہ مارا۔ تو پورا قلعہ دم زدن میں زمین کے اندر دھنس گیا اور کفّار کا لشکر جو قلعہ کے اندر تھا آن کی آن میں کُھلے میدان میں کھڑا رہ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بادشاہِ اسکندریہ کا دل و دماغ زیر و زبر ہو گیا اور وہ مارے ڈر کے شہر چھوڑ کر اپنی فوجوں کے ساتھ بھاگ نکلا اور پورا شہر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا۔ (تاریخ واقدی و سیرۃ الصالحین ص ۲۳)

تبصرہ سُبحان اللہ! اولیاء اللہ کی روحانی طاقتوں کا کیا کہنا۔ سچ ہے ؎

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا ؛ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

(۵۸) حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے رہنے والے انصاری ہیں۔ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ (صحابی) کے پھوپھا ہیں۔ یہ لنگڑے تھے۔ یہ جنگِ اُحد کے دن اپنے فرزندوں کے ساتھ جہاد کے لیے آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لنگڑا ہونے کی بنا پر میدانِ جنگ میں اُترنے سے روک دیا۔ یہ بارگاہِ رسالت میں گڑگڑا کر عرض کرنے لگے کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! مجھے جنگ میں لڑنے کی اجازت دے دیجئے۔ میری تمنّا ہے کہ میں بھی لنگڑاتا ہوا جنّت میں چلا جاؤں۔ ان کی بے قراری اور گریہ وزاری کو دیکھ کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب انتہائی متاثر ہو گیا۔ اور آپ نے ان کو جنگ کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ خوشی سے اُچھل پڑے اور کافروں کے ہجوم میں گھس کر دلیرانہ جنگ کرنے لگے۔ یہاں تک کہ شہادت سے سرفراز ہو گئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۴)

کرامت

لاش میدانِ جنگ سے باہر نہیں گئی

لڑائی ختم ہو جانے کے بعد حضرت عمرو بن جموح کی بیوی حضرت ہند رضی اللہ عنہا میدانِ جنگ میں گئیں۔ اور ان کی لاش کو ایک

اُونٹ پر لاد کر دفن کے لیے مدینہ منورہ لانا چاہا۔ تو ہزاروں کوششوں کے باوجود وہ اونٹ مدینہ کی طرف نہیں چلا۔ بلکہ وہ میدانِ جنگ ہی کی طرف بھاگ بھاگ کر جاتا رہا۔ حضرت ہند رضی اللہ عنہا نے جب دربارِ رسالت میں یہ ماجرا عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا عمرو بن جموح نے گھر سے نکلتے وقت کچھ کہا تھا؟ حضرت ہند نے عرض کیا کہ جی ہاں۔ وہ یہ کہہ کر گھر سے نکلے تھے کہ اَللّٰھُمَّ لَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ۔ یعنی اے اللہ! مجھ کو میدانِ جنگ سے اپنے اہل و عیال میں واپس لوٹنا نصیب مت کر۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اُونٹ مدینہ کی طرف نہیں چل رہا ہے۔ لہٰذا تم ان کو مدینہ لے جانے کی کوشش مت کرو۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۲۴)

تبصرہ اَللّٰہُ اَکْبَر! کیا ٹھکانا ہے اس جذبۂ جہاد اور جوشِ اسلام کا؟ اور کیا کہنا اِس شوقِ شہادت کا۔ سُبحان اللہ! ؎

دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے طاقت مجھ میں
عشق کھینچے لیے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

خدا کی شان کہ ان کی تمنّا پوری ہو گئی۔ جہاد بھی کر لیا۔ شہادت سے بھی سرفراز ہو گئے۔ اور میدانِ جنگ ہی میں ان کا مدفن بھی بن گیا۔ سچ ہے۔ ؎

جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو
درِ کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا

(۵۹) حضرت ابو ثعلبہ خُشنی رضی اللہ عنہ

یہ دعوتِ اسلام کے آغاز ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ سلسلۂ نسب چونکہ "خشین وائل" سے ملتا ہے۔ اس لئے خُشنی کہلاتے ہیں۔ صلح حُدیبیہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور بیعۃ الرضوان کر کے رضاء خداوندی کی سند حاصل کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو مبلغ بنا کر بھیجا۔ چنانچہ ان کی کوششوں سے ان کا پورا قبیلہ جلد ہی دامنِ اسلام میں آ گیا۔ ملک شام فتح ہونے کے بعد یہ شام میں قیام پذیر ہو گئے۔ حضرت علی اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کی لڑائیوں میں یہ بالکل غیر جانب دار رہے۔ راست گفتاری اور صاف گوئی میں یہ اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ رات کے سنّاٹے میں اکثر یہ گھر سے باہر نکل کر آسمان پر نظر ڈالتے اور سجدہ میں گر کر گھنٹوں سربسجود رہتے۔ ملک شام میں اقامت پذیر ہو گئے تھے۔ اور وہیں ۷۵ھ میں وفات پائی۔ ان کا نام جُرہم بن ناشب ہے۔ مگر کنیت ہی مشہور رہے۔ (اکمال ص ۵۸۹ و اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۷۶)

کرامت

اپنی پسند کی موت ملی یہ اکثر کہا کرتے تھے اور دُعائیں بھی مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! مجھ کو عام لوگوں کی طرح

ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اور دم گھٹ گھٹ کر مرنا پسند نہیں ہے۔ مجھے ایسی موت ملے کہ اس میں دم گھٹنے اور ایڑیاں رگڑنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے چنانچہ ان کی یہ کرامت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت کے دوران یہ آدھی رات گزرنے کے بعد نماز میں مشغول تھے کہ ان کی صاحبزادی نے یہ خواب دیکھا کہ ان کے والد صاحب کا انتقال ہو گیا۔ وہ اس پریشان کن خواب سے گھبرا کر اٹھ بیٹھیں۔ اور آواز دی تو دیکھا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دوسری مرتبہ آواز دی تو کوئی جواب نہیں ملا۔ پاس جا کر دیکھا تو سر سجدہ میں تھا اور روح پرواز کر چکی تھی۔ (اسد الغابہ و اصابہ)

(۶۰) حضرت قیس بن خرشہ رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ بنی قیس بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے اسلام لانے کی تاریخ متعین نہیں کی جا سکتی۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد یہ اپنے وطن سے مدینہ منورہ آئے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روبرو حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یارسول اللہ! میں ہر اُس چیز پر جو خدا کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اور عمر بھر حق گوئی کرنے پر آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اے قیس! تم کیا کہتے ہو؟ ممکن ہے تم کو ایسے ظالم حاکموں سے سابقہ پڑے جن کے مقابلہ میں تم حق گوئی سے کام نہ لے سکو۔ عرض کیا کہ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! ایسا کبھی ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا خدا کی قسم میں جن جن چیزوں پر آپ سے بیعت کرتا ہوں اس کو ضرور ضرور پورا کروں گا۔" یہ سُن کر سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیغمبرانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو تم اطمینان رکھو کہ تم کو کسی شر سے کبھی بھی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ چنانچہ آپ عمر بھر اپنے اس عہد پر اس قدر عزم اور سختی کے ساتھ قائم رہے کہ بنو اُمیّہ کے دورِ حکومت میں زیاد اور عُبید اللہ بن زیاد جیسے ستم کیشوں اور ظالم گورنروں پر برملا نکتہ چینی کرتے رہتے تھے یہاں تک کہ عُبَیْدُ اللہ بن زیاد ظالم گورنر کے مُنہ پر کھلّم کھلّا یہ کہہ دیا کہ تم لوگ اللہ و رسول پر افترا پردازی کرنے والے مفتری ہو۔

کرامت

جان گئی مگر آن نہیں گئی

عبیداللہ بن زیاد گورنر آپ کا دشمن ہوگیا تھا۔ اُس نے آپ کو قتل کی دھمکی دی۔ آپ نے اُس سے کہہ دیا کہ تو میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔ عُبیداللہ بن زیاد نے طیش میں آکر جلادوں کو بُلالیا۔ اور حکم دے دیا کہ تم لوگ قیس بن خرشہ کے مکان پر جا کر ان کی گردن اُڑادو۔ جلاد آ گئے۔ لیکن جب آپ کی گردن اُڑانے کے لیے آپ کے مکان پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ اپنے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اور اُن کی مقدس روح پرواز کر چکی ہے۔ جلاد ان کے بدن کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے۔ اور ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے۔ اور اس طرح آپ ایک ظالم کی سزا کے شر سے بچ گئے۔ (استیعاب ج ۲ صفحہ ۵)

تبصرہ

آپ نے عُبیداللہ بن زیاد سے فرمادیا تھا کہ تو" میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔" یہ آپ کی کرامت ہے کہ" عُبیداللہ بن زیاد واقعی ان کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکا۔ حالانکہ اُس نے اپنی گورنری کے زعم میں یہ چاہا کہ جلاد سے ان کو قتل کرا کر انتقام لے لے۔ مگر اُس کا منصوبہ خاک میں مل گیا۔ اور اُس کے جلاد ناکام و نامراد ہو کر واپس لوٹ گئے۔ سُبحان اللہ! سچ ہے کہ

ؔ جو جذب کے عالم میں نکلے لبِ مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الٰہی ہے

(۶۱) حضرت اُبَیّ بن کعب انصاری رضی اللہ عنہ

انصار میں قبیلۂ خزرج سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ یہ دربارِ نبوّت میں وحی کے کاتب تھے۔ اور یہ اُن چھ صحابیوں میں سے ہیں جو عہدِ نبوی میں پورے حافظِ قرآن ہو چکے تھے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں فتویٰ بھی دینے لگے تھے۔ صحابہ کرام ان کو سید القراء (سب قاریوں کا سردار) کہتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی کنیت ابو المنذر رکھی تھی۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اُن کو ابو الطُفَیل کی کنیت سے پکارا کرتے تھے۔ دربارِ نبوت سے ان کو سید الانصار (انصار کا سردار) کا خطاب ملا تھا اور حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو سید المسلمین کا لقب عطا فرمایا تھا۔ ان کے شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اُن سے ارشاد فرمایا کہ اے اُبَیّ بن کعب! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھارے سامنے سورۂ لَمْ یَکُنْ پڑھ کر تمھیں سناؤں۔ تو حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا خدا نے میرا نام لے کر آپ سے فرمایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں! یہ سن کر حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ روتے ہوئے یہ کہنے لگے کہ ذُکِرْتُ عِنْدَ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں میرا ذکر کیا گیا۔

(اکمال ص۵۸۶ وکنز العمال ج ۵ ص۲۳۹ وبخاری شریف)

کرامات

حضرت جبریل علیہ السلام کی آواز سُنی

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ انھوں نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آواز سُنی۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت اُبَیّ بن کعب نے کہا کہ میں ضرور مسجد میں داخل ہو کر نماز پڑھوں گا اور اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریف کروں گا کہ کسی نے بھی نہیں کی ہوگی۔ چنانچہ وہ نماز کے بعد جب خدا کی حمد وثنا کے لیے بیٹھے تو انھوں نے ایک بلند آواز اپنے پیچھے سُنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ :۔

اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کُلُّہٗ وَلَکَ الْمُلْکُ کُلُّہٗ وَبِیَدِکَ الْخَیْرُ کُلُّہٗ وَاِلَیْکَ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ عَلَانِیَتُہٗ وَسِرُّہٗ لَکَ الْحَمْدُ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِغْفِرْ لِیْ مَا مَضٰی مِنْ ذُنُوْبِیْ وَاعْصِمْنِیْ فِیْمَا بَقِیَ مِنْ عُمْرِیْ وَارْزُقْنِیْ اَعْمَالًا زَاکِیَۃً تَرْضٰی بِہٖ عَنِّیْ وَتُبْ عَلَیَّ۔

اے اللہ! تیرے ہی لئے تعریف ہے کُل کی کُل۔ اور تیرے ہی لئے بادشاہی ہے تمام کی تمام اور تیرے ہی لئے بھلائی ہے سب کی سب اور تیرے ہی طرف تمام معاملات لوٹتے ہیں۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ تیرے ہی لئے تعریف ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قدرت والا ہے۔ میرے لئے ان گناہوں کو بخش دے جو ہو چکے۔ اور میری عمر کے باقی حصہ میں تو مجھے (گناہوں سے) بچالے۔ اور مجھے اچھے اعمال کی توفیق دے۔ اور تو ان اعمال کے ذریعہ مجھ سے راضی ہوجا اور میری توبہ قبول فرمالے۔

حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ مسجد سے نکل کر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے اور یہ ماجرا سنایا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تمہارے پیچھے بلند آواز سے دُعا پڑھنے والے حضرت جبریل علیہ السلام تھے۔ (کتاب الذکر لابن ابی الدنیا)

بدلی کا رُخ پھیر دیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک قافلہ کے ساتھ مکہ مکرمہ جا رہے تھے۔ اور میں اور حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ ہم دونوں اس قافلہ کے پیچھے چل رہے تھے۔ ناگہاں ایک بدلی اُٹھی تو حضرت اُبَی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یا اللہ! ہم کو اِس بدلی کی اذیت سے بچالے۔ اور اس بدلی کا رُخ پھر جائے۔ چنانچہ بادل کا رُخ پھر گیا اور ہم دونوں پر بارش کی ایک بوند بھی نہیں گری۔ لیکن جب ہم دونوں قافلہ میں پہنچے تو ہم نے یہ دیکھا کہ لوگوں کی سواریاں اور سب سامان بھیگے ہوئے ہیں۔ ہم کو دیکھ کر حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا یہ بارش جو ہم پر ہوئی ہے۔ تم لوگوں پر نہیں ہوئی؟ میں نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! حضرت ابوالمُنذِر (اُبَی بن کعب) نے بدلی دیکھ کر خدا سے دعا مانگی کہ ہم اِس بارش کی ایذا رسانی سے بچ جائیں اس لیے ہم پر بالکل ہی بارش نہیں ہوئی اور بدلی کا رُخ ہی پھر گیا۔ یہ سُن کر امیرالمومنین حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم دونوں نے ہم لوگوں کے لیے بھی کیوں نہیں دُعا مانگی؟ کاش تم لوگ دعا مانگتے تو ہم لوگ بھی اِس بارش کی تکالیف سے

محفوظ رہتے ۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۳۲)

بخار میں سدا بہار

ایک دن حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بخار کے مریض کو اللہ تعالیٰ بہت زیادہ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔ یہ سن کر حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ دُعا مانگی کہ یا اللہ! میں تجھ سے ایسے بخار کے لیے دُعا مانگتا ہوں جو مجھے جہاد اور بیت اللہ شریف کے سفر سے، اور مسجد کی حاضری سے نہ روکے، آپ کی دُعا مقبول ہوئی۔ چنانچہ آپ کے صاحبزادہ کا بیان ہے کہ میرے باپ حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کو ہر وقت بخار رہتا تھا۔ اور بدن جلتا رہتا تھا۔ مگر اس حالت میں بھی وہ حج و جہاد کے لیے سفر کرتے اور مسجدوں میں بھی حاضری دیتے تھے۔ اور اس قدر جوش و خروش اور نشاط کے ساتھ ان کاموں کو کرتے تھے کہ کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ یہ بخار کے مریض ہیں۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۳۴ مطبوعہ حیدرآباد)

(۶۲) حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ

یہ قبیلہ، انصار میں خاندان خزرج سے نسبی تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا نام عویمر بن عامر انصاری ہے۔ یہ بہت علم والے فقیہ اور صاحب حکمت صحابی ہیں اور زہد و عبادت میں بھی یہ بہت ہی بلند مرتبہ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انھوں نے مدینہ منورہ چھوڑ کر شام میں سکونت کر لی اور ۳۲ھ میں شہر دمشق کے اندر وصال فرمایا۔ (اکمال ص۵۹۱ وغیرہ)

کرامت

ہانڈی اور پیالے کی تسبیح ایک مرتبہ آپ اپنی ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہے تھے۔ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی ان کے پاس ہی میں بیٹھے تھے۔ ناگہاں ہانڈی میں سے تسبیح پڑھنے کی آواز بلند ہوئی۔ پھر خود بخود وہ ہانڈی چولھے پر سے گر کر اوندھی ہوگئی۔ پھر خود بخود ہی چولھے پر چلی گئی۔ لیکن اس ہانڈی میں سے پکوان کا کوئی حصہ زمین پر نہیں گرا۔ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے سلمان! یہ تعجب خیز اور حیرت انگیز معاملہ دیکھو۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابو الدرداء! اگر تم چپ رہتے۔ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دوسری بہت سی

بڑی بڑی نشانیاں بھی تم دیکھ لیتے۔ پھر یہ دونوں ایک پیالہ میں کھانا کھانے لگے تو پیالہ بھی تسبیح پڑھنے لگا اور اس پیالہ میں جو کھانا تھا اس کھانے کے دانے دانے سے بھی تسبیح پڑھنے کی آواز سنائی دینے لگی۔

(حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۲۲۴ و ص ۲۸۹)

عقد مواخات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو الدرداء اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا تھا۔

(۶۳) حضرت عمرو بن عَبَسَہ رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت "ابو نجیح" ہے۔ اور یہ قبیلۂ بنو سُلیم میں سے تھے۔ اسلام کے آغاز ہی میں یہ دولتِ ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ مسلمان ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی قوم میں جا کر رہو۔ اور جب تم یہ سن لو کہ میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلا گیا۔ تو اس وقت تم میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ یہ اپنی قوم میں جا کر مقیم ہو گئے۔ یہاں تک کہ جنگِ خیبر کے بعد یہ مدینہ منورہ آئے۔ اور اس مقدس شہر میں قیام پذیر ہو گئے۔ ان کے شاگردوں میں بڑے بڑے بلند پایہ محدثین ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں انھوں نے دنیا سے رحلت فرمائی۔

(اکمال ص ۶۰۰)

کرامت

ابر نے ان پر سایہ کیا

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کا بیان ہے کہ ایک روز سفر میں حضرت عمرو بن عَبَسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانوروں کو چرانے کے لئے میدان میں چلے گئے۔ میں دوپہر کی دھوپ اور گرمی میں اُنھیں دیکھنے کے لیے جانوروں کی چراگاہ میں گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرو بن عَبَسہ ایک جگہ میدان میں سو رہے ہیں۔ اور ایک بادل کا ٹکڑا ان پر اس طرح سایہ کیے ہوئے ہے کہ ان کے بدن سے بدلی ملی ہوئی ہے۔ میں نے انھیں بیدار کیا۔ تو انھوں نے فرمایا کہ خبردار! جو کچھ تم نے دیکھا ہے ہرگز ہرگز کسی سے مت کہنا۔ ورنہ تمھاری خیریت نہیں رہے گی۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام کہتے تھے کہ خدا کی قسم جب تک ان کی وفات نہ ہو گئی۔ میں نے کسی سے ان کی اس کرامت کا تذکرہ نہیں کیا۔

(اصابہ ج ۳ ص ۶)

(۶۴) حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ

ان کا خاندانی تعلق بنی ازد سے ہے اس لیے ازدی کہلاتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام "شیطان" تھا۔ مسلمان ہو جانے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام "عبداللہ" رکھ دیا۔ یہ جنگ یرموک اور فتح دمشق کی لڑائیوں میں بڑی دلیری اور جاں بازی کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے دو مرتبہ ان کو "حمص" کا حاکم بنایا۔ پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت میں بھی یہ "حمص" کے حاکم بنائے گئے۔ ان کا شمار شامی محدثین کی فہرست میں ہوتا ہے۔ اور محدثین کی ایک جماعت نے ان کے حلقۂ درس میں حدیثوں کا سماع کیا ہے۔ ۵۶ھ میں روم کی زمین میں کفار سے جہاد کرتے ہوئے شہادت سے سرفراز ہو گئے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۲۴۳ و اکمال ص ۶۰۵)

کرامت

مستجاب الدعوات

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوا کرتی تھیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں بحالتِ سفر حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ مگر ناگہاں میرا اونٹ اس قدر تھک گیا کہ

چلنے کے قابل ہی نہ رہا۔ چنانچہ میں نے ارادہ کر لیا کہ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دوں۔ لیکن پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تو بالکل ناگہاں میرا اونٹ چاق وچوبند ہو کر تیزی کے ساتھ چلنے لگا۔ (طبرانی)

(۶۵) حضرت سائب بن اَقرع رضی اللہ عنہ

یہ قبیلۂ بنو ثقیف کے ہونہار اور نامور شخص ہیں اس لیے "ثقفی" کہلاتے ہیں۔ ان کی والدہ کا نام "مُلَیکہ" تھا۔ ان کی والدہ ان کو بچپن میں اپنے ساتھ لے کر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئیں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھرا کر ان کے لیے دُعا فرمائی۔ یہ بڑے مُجاہد تھے۔ نہاوند کی فتح میں یہ حضرت نُعمان بن مُقرّن کے جھنڈے کے نیچے خوب جم کر کُفّار سے لڑے۔ امیر المومنین حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے ان کو "مدائن" کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ "اصفہان" میں ان کا انتقال ہوا۔

(اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۴۹)

کرامت

تصویر نے خزانہ بتایا

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدائن کا گورنر مقرر فرما دیا۔ یہ ایک دن "کسریٰ"

کے محل میں بیٹھے ہوئے تھے تو دیکھا کہ محل میں ایک ایسی تصویر ہے جو اُنگلی سے ایک مقام کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ چنانچہ آپ نے اس مقام کو کھودنے کا حکم دیا تو وہاں سے ایک بہت بڑا خزانہ نکلا جو وہاں مدفون تھا۔ آپ نے مدینہ منوّرہ بارگاہِ خلافت میں اس کی اطلاع دے کر یہ دریافت فرمایا کہ اِس خزانہ کو مسلمانوں نے جنگ کر کے حاصل نہیں کیا ہے بلکہ میں نے تنہا اس کو برآمد کیا ہے۔ تو میں اِس رقم کو کیا کروں؟ حضرت امیرالمومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ چونکہ تم مسلمانوں کے امیر ہو اس لیے اُس رقم کو مسلمانوں پر تقسیم کر دو۔

(رواہ الخطیب کذافی الکنزج ۳ ص۳۰۵)

(۶۶) حضرت عِرباض بن سَاریہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

ان کی کُنّیت "ابونجیح" ہے۔ اور ان کا خاندانی تعلق بنی سُلیم سے ہے۔ مُفلس مہاجر تھے اس لئے مسجد نبوی میں اصحاب صُفّہ کے ساتھ رہتے تھے۔ آخر میں ملک شام چلے گئے۔ اور وہیں کی سکونت اختیار کر لی حضرت ابوامامہ اور تابعین کی ایک جماعت نے ان سے حدیثوں کی روایت کی ہے۔ ۵ے۷ھ میں ملک شام کے اندر ان کی وفات ہو گئی۔

(اسد الغابہ ج ۳ ص۳۹۹ اکمال ص۶۰۶)

کرامت

فرشتہ سے ملاقات اور گفتگو

ایک دن یہ دمشق کی جامع مسجد میں اس طرح دُعا مانگ رہے تھے کہ یا اللہ! اب میری عمر بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اور میری ہڈیاں بہت کمزور ہو چکی ہیں لہٰذا تو مجھے وفات دے دے۔ اچانک ان کے پیچھے سے ایک سبز پوش نوجوان جو بہت ہی خوبصورت تھا بول اُٹھا کہ اے شخص! یہ کیسی دُعا تو مانگ رہا ہے؟ تم کو اس طرح دُعا کرنی چاہیے کہ یا اللہ! میرے عمل کو اچھا کر دے اور مجھ کو میری اجل تک پہنچا دے۔ یہ نوجوان کی ڈانٹ سُن کر چونکے اور پوچھا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ کون ہیں؟ نوجوان نے کہا کہ میں "ربابائیل" فرشتہ ہوں۔ اور خدا کی طرف سے میری یہ ڈیوٹی ہے کہ میں مومنین کے دلوں سے رنج و غم کو دور کرتا ہوں۔

(قال الہیثمی ج ۱۰ ص ۱۸۴)

تبصرہ

فرشتہ کا دیدار کرنا اور اُس سے آمنے سامنے گفتگو کرنا بلاشبہہ ایک نادر الوجود کرامت ہے۔ جو شرفِ صحابیت کے طفیل میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ملتی رہی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

(۶۷) حضرت خبّاب بن الارت رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے ۔ یہ غلام تھے۔ ان کو قبیلہ بنی تمیم کی ایک عورت نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اس لیے یہ تمیمی کہلاتے ہیں۔ ابتدا ہی میں انھوں نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ اور کفارِ مکہ نے حضرت عمار و بلال رضی اللہ عنہما کی طرح ان کو بھی طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کیا۔ یہاں تک کہ ان کو آگ کے کوئلوں کے اوپر لٹاتے تھے اور پانی میں اس قدر غوطہ دلاتے تھے کہ ان کا دم گھٹنے لگتا تھا۔ اور یہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ مگر صبر و استقامت کا پہاڑ بن کر یہ ساری مصیبتوں اور تکلیفوں کو جھیلتے رہے اور ان کے اسلام میں بال برابر بھی تذبذب یا تزلزل نہیں پیدا ہوا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدینہ منورہ سے ان کا دل اُچاٹ گیا۔ اور یہ کوفہ میں جا کر مقیم ہو گئے۔ اور وہیں ۳۷ھ میں ۷۳ سال کی عمر میں انتقال فرما گئے۔

(اکمال ص ۵۹۲ وغیرہ)

کرامت

خشک تھن دودھ سے بھر گیا

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ یہ ایک مرتبہ جہاد کے لئے نکلے تو ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں پانی کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔ جب یہ اور ان کے ساتھی پیاس کی شدت سے

ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے لگے۔ اور بالکل ہی نڈھال اور بے تاب ہو گئے۔ تو آپ نے اپنے ایک ساتھی کی اونٹنی کو بٹھایا! اور بسم اللہ پڑھ کر ایک تھن کو ہاتھ لگایا۔ تو ایک دم اُس کا سوکھا ہوا تھن اس قدر دودھ سے بھر گیا کہ پھول کر مشک کے برابر ہو گیا۔ اسی اونٹنی کا دودھ دوہ کر سب ساتھیوں نے شکم سیر ہو کر پی لیا اور سب کی جان بچ گئی +

(دلائل البیہقی ج ۶ ص ۲۱۰)

(۶۸) حضرت مِقداد بن الاسوَد کِندی رضی اللہ عنہ

ان کے والد کا نام عُمرو بن ثعلبہ تھا۔ اسود کے بیٹے اس لیے کہلانے لگے کہ اسود بن عبد یغوث زہری نے ان کو اپنا مُتبنّیٰ بنا لیا تھا۔ اس لیے اس کی طرف منسوب ہو گئے اور چونکہ قبیلۂ بنی کندہ سے انھوں نے مُحالفہ کر لیا تھا۔ اور ان کے حلیف بن گئے تھے اس لیے اس نسبت سے اپنے کو کندی کہنے لگے۔ ان کی کُنیت "ابو معبد" یا "ابو الاسود" ہے اور یہ قدیمُ الاسلام ہیں۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے تھے۔ پھر حبشہ سے مکہ مکرمہ واپس چلے آئے۔ مگر مدینہ منورہ کو ہجرت نہیں کر سکے۔ کیونکہ کفّار نے ہر طرف سے ناکہ بندی کر کے مدینہ منورہ کا راستہ بند کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ جب حضرت عُبَیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ ایک چھوٹا سا لشکر لے کر مدینہ سے عکرمہ بن ابو جہل کے لشکر سے لڑنے کے لیے آئے تو یہ اور حضرت عُتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہما کافروں کے

لشکر میں شامل ہوکر گئے۔ اور بھاگ کر مسلمانوں سے مل گئے۔ اور اس طرح مدینہ منورہ ہجرت کر کے پہنچ گئے۔ یہ وہی حضرت "مقداد بن الاسود" ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے موقع پر صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا تو انھوں نے بہ آوازِ بلند یہ کہا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم بنی اسرائیل نہیں ہیں جنھوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جنگ کے وقت یہ کہا تھا کہ "آپ اور آپ کا خدا دونوں جنگ کریں، ہم تو اپنی جگہ بیٹھے رہیں گے۔" بلکہ ہم تو آپ کے وہ جاں نثار ہیں کہ اگر خدا کی قسم ہم کو آپ "برک الغماد" تک لے جائیں گے تو ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ اور ہم آپ کے آگے، آپ کے پیچھے، آپ کے دائیں، آپ کے بائیں سے اس وقت تک لڑتے رہیں گے جب تک ہمارے بدن میں خون کا آخری قطرہ اور زندگی کی آخری سانس باقی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں سات اشخاص ایسے تھے جنھوں نے مکہ مکرمہ میں کفار کے سامنے سب سے پہلے علی الاعلان اپنے اسلام کا اعلان کیا ان میں سے ایک حضرت "مقداد بن الاسود" بھی ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو سات جاں نثار "رفقاء" دیے ہیں۔ لیکن مجھ کو حضرتِ حق جلّ مجدہٗ نے چودہ (۱۴) "رفقاء" کی جماعت عطا فرمائی ہے۔ جن کی فہرست یہ ہے۔ (۱) ابوبکر (۲) عمر (۳) علی (۴) حمزہ (۵) جعفر (۶) حسن (۷) حسین (۸) عبداللہ بن مسعود (۹) سلمان (۱۰) عمار (۱۱) حذیفہ (۱۲) ابوذر (۱۳) مقداد (۱۴) بلال (رضی اللہ عنہم)

احادیث میں ان کے فضائل و مناقب بہت کثیر ہیں۔ یہ تمام اسلامی

لڑائیوں میں جہاد کرتے رہے۔ اور فتح مصر کی معرکہ آرائی میں بھی انھوں نے ڈٹ کر کفار سے جنگ کی۔ ۳۳ھ میں حضرت امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام "جُرف" میں ستر برس کی عمر پاکر وفات پائی۔ اور لوگ فرطِ عقیدت سے اپنے کندھوں پر ان کے جنازہ مبارکہ کو "جُرف" سے اُٹھا کر مدینہ منورہ لائے۔ اور جنتہ البقیع میں دفن کیا۔ (اکمال ص۶۱۳ و اسد الغابہ ۴ ص۲۱)

کرامت

چوہے نے سترہ اشرفیاں نذر کیں

ضُباعہ بنت زُبیر کہتی ہیں کہ یہ اس قدر تنگدستی میں مبتلا تھے کہ درختوں کے پتّے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن ایک ویران جگہ میں رفع حاجت کے لیے بیٹھے تو اچانک ایک چوہا اپنے بل میں سے ایک اشرفی مُنہ میں لے کر نکلا اور ان کے سامنے رکھ کر چلا گیا۔ پھر وہ اسی طرح برابر ایک ایک اشرفی لاتا رہا۔ یہاں تک کہ سترہ اشرفیاں لایا۔ یہ سب اشرفیوں کو لیکر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور پورا ماجرا عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے لیے اس مال میں کچھ صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمھیں اس مال میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ضباعہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ان میں سے آخری اشرفی ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے چاندی کے ڈھیر حضرت مقداد کے گھر میں دیکھ لیے۔ (ابو نُعیم فی الدلائل ج ۲ ص ۳۹۶)

تبصرہ اس قسم کا واقعہ دوسرے بزرگوں کے لیے بھی ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکر بن الخاضبہ محدث بھی رات میں کچھ لکھ رہے تھے، تو چوہے کا ایک جوڑا اُچھلتا کودتا ان کے سامنے آیا۔ انھوں نے ایک کو پیالے سے ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد دوسرے چوہے نے بار بار ایک ایک اشرفی لا کر ان کے سامنے رکھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک چمڑے کی تھیلی اُٹھا لایا جس میں ایک اشرفی تھی۔ اس سے انھوں نے سمجھ لیا کہ چوہے کے پاس اب کوئی اشرفی باقی نہیں رہ گئی ہے۔ پھر انھوں نے پیالہ اُٹھا لیا۔ اور چوہا نکل کر اپنے جوڑے کے ساتھ اُچھلتا کودتا بھاگ نکلا۔ اور ان اشرفیوں کی بدولت حضرت ابو بکر بن الخاضبہ کی تنگدستی کا کال کٹ گیا۔ اور وہ خوشحال ہو گئے۔ (نفحۃ الیمن وغیرہ)

اس قسم کے واقعات کو رزّاق مطلق کے فضل اور ان بزرگوں کی کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ۝ یعنی اللہ تعالیٰ بہت ہی بڑا روزی رساں۔ اور بہت بڑی قدرت اور طاقت کا مالک ہے۔

اِن بزرگوں نے شرفِ صحابیت سے سرفراز ہو کر خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی جس جذبۂ جاں نثاری کے ساتھ خدمت گزاری کی۔ اس کے صلہ میں حضرتِ حق جَلَّ جَلَالُہٗ نے دُنیا ہی میں ان شمعِ نبوت کے پروانوں کو ایسی ایسی کرامتیں عطا فرمائی ہیں جو یقیناً محیر العقول ہیں۔ اور ابھی آخرت میں وہ رحیم و کریم مولیٰ اپنے فضل و کرم سے ان عاشقانِ رسول کو

جو اجرِ عظیم عطا فرمانے والا ہے اُس کو تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ اسکی کمیت و کیفیت کی عظمت کا کیا عالم ہوگا۔ حدیث شریف کی اردو شنی میں بس اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ لَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَمَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔ یعنی ان نعمتوں کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا۔ نہ کسی کان نے سُنا۔ نہ کسی آدمی کے دل پر کبھی اس کا خیال گزرا۔

(۶۹) حضرت عُروہ بن ابی الجعد بارقی رضی اللہ عنہ

ان کے مورثِ اعلیٰ کا نام "بارِق" تھا۔ اس نسبت سے ان کو "بارقی" کہتے ہیں۔ ان کو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں کوفہ کا قاضی مقرر فرما دیا تھا۔ یہ برسوں کوفہ ہی میں رہے۔ اسی لیے کوفہ کے محدثین میں ان کا شمار ہے۔ اور ان کے شاگردوں میں زیادہ تر کوفہ ہی کے لوگ ہیں۔ حضرت امام شعبی ان کے شاگردوں میں بہت ہی مشہور و ممتاز اور نہایت بلند پایہ اور نامور محدث ہیں۔ (اکمال ص۶۰ وغیرہ)

کرامت

مٹی بھی خریدتے تو نفع اُٹھاتے

ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دینار دے کر حکم دیا کہ وہ ایک بکری خرید لائیں۔ انھوں نے بازار جا کر ایک دینار میں دو بکریاں خریدیں

پھر راستہ میں کسی آدمی کے ہاتھ ایک بکری ایک دینار میں فروخت کر کے دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور ایک بکری اور ایک دینار خدمت اقدس میں پیش کر دی۔ اور بکری کی خریداری کا پورا واقعہ بھی سُنا دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر ان کی خرید و فروخت میں برکت کی دُعا فرما دی۔ اِس دُعاء نبوی کی برکت کا یہ اثر ہوا۔ کہ وَكَانَ لَوِ اشْتَرىٰ تُرَابًا لَرَبِحَ فِيْهِ. یعنی اگر وہ مٹّی بھی خریدتے تو اس میں بھی ان کو نفع ہی نفع ہوتا۔ یہ ان کی کرامت تھی۔

(مشکوٰۃ ج ۱ ص ۲۵۴ باب الشرکۃ والوکالت بحوالہ بخاری)

۷۰ حضرت ابو طلحہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ

یہ قبیلۂ انصار کے خاندان بنو نجّار میں سے تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ "بی بی اُمِّ سُلَیم" رضی اللہ عنہا نے بیوہ ہو جانے کے بعد ان سے نکاح کر لیا تھا۔ یہ بہت ہی مشہور تیر انداز اور نشانہ باز تھے۔ ان کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ لشکر میں ابو طلحہ کی ایک للکار ایک ہزار سواروں سے بڑھ کر رعب دار ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے قبل ہی حج کے موقع پر منٰی کی گھاٹی میں اپنے ستّر ساتھیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت اسلام کر کے مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر جنگِ بدر و جنگِ اُحد اور اُس کے بعد کی تمام

اسلامی لڑائیوں میں انتہائی جذبۂ ایمانی اور جوشِ اسلامی کے ساتھ جہاد کرتے رہے۔ اور بڑے بڑے مجاہدانہ کارناموں کا مظاہرہ کر کے اور اسلامی خدمات کے شاہکار پیش کر کے ۳۱ھ میں ستھتر برس کی عمر میں راہیِ ملکِ بقا ہوئے۔ (اکمال ص۶۰۱ و کنز العمال ج ۱۲ ص۲۷۷)

کرامت

لاش خراب نہیں ہوئی

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دن بڑھاپے میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سورۂ براءت کی تلاوت کر رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے کہ اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اے میرے بچو! مجھے تم لوگ جہاد کا سامان دو۔ کیونکہ میرا رب جوانی اور بڑھاپے دونوں حالتوں میں مجھے جہاد کا حکم فرماتا ہے۔ ان کے بیٹوں نے کہا کہ آپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے دور میں تمام جہادوں میں شرکت کی سعادت حاصل کر لی ہے۔ اب آپ بوڑھے ہو چکے اس لیے اب آپ جہاد میں نہ جائیے۔ ہم لوگ آپ کی طرف سے جہاد کر رہے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے۔ مگر یہ کسی طرح گھر بیٹھنے پر راضی نہیں ہوئے۔ اور جہاد کا سامان جمع کر کے جہاد میں جانے والی ایک کشتی پر سوار ہو کر جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ خدا کی شان کہ اس کشتی ہی پر ان کی وفات ہو گئی۔ اتفاق سے ان کی قبر کے لئے سمندر میں کوئی جزیرہ بھی نہیں ملا۔ سات دنوں تک

کشتی میں آپ کی لاش مبارک رکھی رہی۔ ساتویں دن سمندر میں ایک جزیرہ ملا تو آپ اُس جزیرہ میں مدفون ہوئے۔ سات دن گزرنے کے باوجود آپ کے جسم اطہر پر کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہوا تھا۔ (استیعاب لابن عبدالبر ج ۱ ص ۵۵)

تبصرہ اَللّٰہُ اَکْبَر! یہ جذبۂ ایمانی اور یہ جوشِ جہاد۔ اے آسمان بتا! اے سورج بول! کیا تم نے زمین کے بے شمار چکر کاٹنے کے باوجود زمین پر اس کی کوئی مثال دیکھی ہے؟ یہ ہیں میرے پیارے رسول کے پیارے صحابہ کے لاثانی شاہکار!

(۷۱) حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

قریش کے ایک خاندان "بنو اسد" سے ان کا نسبی تعلق ہے۔ یہ حضرت اُمّ المومنین زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام ہی میں ایمان کی دولت سے مالامال ہو گئے تھے۔ اور پہلے حبشہ پھر مدینہ منورہ کی دونوں ہجرتوں کے شرف سے سرفراز ہو کر "صَاحِبُ الْہِجْرَتَیْن" کا لقب پایا۔ جنگ بدر کے معرکہ میں انتہائی جاں بازی اور سرفروشی کے جذبہ سے جنگ کی۔ اور ۳ھ جنگ احد میں کفّار سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان کی ایک کرامت یہ بھی ہے کہ یہ بہت ہی مُستَجَابُ الدَّعوات تھے۔ یعنی ان کی دعائیں بہت زیادہ اور بہت ہی جلد مقبول ہوا کرتی تھیں۔

(اکمال ص ۶۰۳ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۳۱)

کرامت

انوکھی شہادت

آپ نے جنگِ اُحد کے ایک دن قبل یہ دعا مانگی کہ یا اللہ! میں تجھے تیری قسم دیتا ہوں کہ میں جب کفارِ مکہ سے لڑنے کے لئے کل میدانِ جنگ میں نکلوں تو میرے مقابلہ میں ایسا کافر آئے جو سخت حملہ آور اور انتہائی جنگجو ہو۔ اور میں اُس سے لڑتے ہوئے برابر زخم کھاتا رہوں۔ یہاں تک کہ وہ مجھے قتل کر دے اور کفار میرا شکم پھاڑ ڈالیں اور میری ناک اور کان کو کاٹ کر میری صورت بگاڑ دیں اور میں جب اسی حالت میں قیامت کے دن تیرے حضور کھڑا کیا جاؤں تو اُس وقت تو مجھ سے یہ دریافت فرمائے کہ اے عبداللہ! کس وجہ سے اور کس نے تیری ناک اور کان کو کاٹ ڈالا ہے؟ تو میں جواب میں یہ عرض کروں کہ اے اللہ! تیرے اور تیرے رسول کے دشمنوں نے تیرے اور تیرے رسول کے بارے میں مجھے قتل کر کے میری ناک اور کان کو کاٹ کر میری صورت و شکل بگاڑ دی ہے۔ میرا یہ جواب سُن کر پھر اے میرے اللہ! تو صرف اتنا فرما دے کہ اے عبداللہ! تو سچ کہتا ہے۔

آپ کی یہ دُعا حرف بحرف مقبول ہوئی۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے ہی ان کی دعا پر آمین کہی تھی۔ اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جنگ اُحد میں کفار نے ان کو شہید کر کے ان کے شکم کو پھاڑ ڈالا۔ اور ان کی ناک، کان اور دوسرے اعضاء کو کاٹ کر ایک

دھاگے میں پرو دیا تھا۔ اور اسی حالت میں آپ حضرت حمزہ سید الشہداء رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔

(کنز العمال ج ۱۶ ص۹۰ و اسد الغابہ ج ۴ ص۱۳۱ وغیرہ)

تبصرہ اللہ اکبر! کس قدر ان شمعِ نبوت کے پروانوں کو شوقِ شہادت تھا، اس زمانے میں کوئی اس کو سوچ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ ایمانی حرارت کی بیحد کمی ہو گئی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ؎

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

(۷۴) حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

یہ بہت نامور صحابی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادمِ خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ بہت ہی بہادر اور نہایت ہی جنگجو اور سرفروش مجاہد ہیں۔ مسیلمۃ الکذاب سے جنگ کے وقت جس باغ میں یہ جھوٹا مدعیِ نبوت چھپ کر اپنی فوجوں کی کمان کر رہا تھا۔ اس باغ کا پھاٹک کسی طرح فتح نہیں ہوتا تھا اور وہاں گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی تو آپ نے مسلمان مجاہدین سے فرمایا کہ تم لوگ مجھے اٹھا کر باغ کی دیوار کے اس پار پھینک دو۔ میں اندر جا کر پھاٹک کھول دوں گا۔ چنانچہ مسلمان مجاہدوں نے ان کو اٹھا کر دیوار کے اس پار ڈال دیا۔ اور انھوں نے بالکل تنہا دشمنوں سے

لڑتے ہوئے باغ کا پھاٹک کھول دیا اور اسلامی فوج باغ میں داخل ہوگئی۔ یہ واقعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران ہوا۔ گر باغ کا پھاٹک کھولنے کی زبردست لڑائی میں حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ کے جسم پر تیر و تلوار اور نیزوں کے زخم جب گِنے گئے تو اسّی سے کچھ زائد زخم تھے۔ چنانچہ ان کے علاج کے لئے امیر لشکر حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کو اس جگہ ایک ماہ تک ٹھہرنا پڑا۔ ان کی اسی دلیرانہ جاں بازیوں کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے زمانے میں فوجوں کو سخت تاکید فرماتے رہتے تھے۔ کہ خبردار۔ براء بن مالک کو کبھی فوج کا سپہ سالار نہ بنایا جائے۔ ورنہ وہ ساری فوج کو ہلاکت کی بھنور میں ڈال دیں گے۔ کیونکہ وہ انجام سے بے پرواہ ہو کر دشمنوں کی صفوں میں گھس جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کے بال پراگندہ، اور وہ گرد و غبار میں اٹے ہوئے میلے کچیلے رہتے ہیں اور لوگ ان کی کوئی پرواہ بھی نہیں کرتے مگر یہ لوگ اللہ کے دربار میں اس قدر محبوب و مقبول ہوتے ہیں کہ اگر یہ لوگ کسی بات کی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسم کو پوری فرمادے گا۔ اور براء بن مالک انھیں لوگوں میں سے ہیں۔

یہ بہت ہی خوش آواز بھی تھے۔ اور بہترین حُدی خواں تھے۔ جن کے گیتوں کے نغموں پر اونٹ مست ہو کر چلا کرتے تھے۔ اور شُتر سوار بھی کیف و نشاط میں رہا کرتے تھے۔ ان کی دلیری اور جوانمردی کے سلسلے میں یہ روایت بہت ہی

مشہور ہے کہ عراق کی لڑائیوں میں یہ اپنے بھائی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما کے ساتھ دشمنوں کے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ جو موضع "حریق" میں تھا۔ کفّار گرم گرم زنجیروں میں لوہے کے آنکڑے لگا کر قلعہ کی دیوار سے مسلمانوں پر ڈالتے تھے۔ اور اُن کو آنکڑوں میں پھنسا کر اپنی طرف کھینچ لیتے تھے۔ ان کافروں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو بھی آنکڑوں میں پھنسا لیا۔ اور اوپر کھینچنے لگے۔ جب حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو تڑپ کر اُچھلے اور قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر جلتی ہوئی زنجیر کو پکڑا اور پھر اس رسّی کو کاٹ دیا جس میں زنجیر بندھی ہوئی تھی۔ اس طرح حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی جان بچ گئی مگر حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ نے گرم زنجیر کو جو ہاتھ سے پکڑ لیا تو ان کی ہتھیلیوں کا پورا گوشت اس طرح جل گیا کہ سفید سفید ہڈیاں نظر آرہی تھیں۔ ۲۰ھ جنگ "تُستر" میں ایک سَو کافروں کو اپنی تلوار سے قتل کرکے خود بھی عروسِ شہادت سے ہمکنار ہو گئے۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۱۰۳ و اصابہ ج ا ص ۱۴۳)

کرامت

فتح و شہادت ایک ساتھ ان کی ایک خاص کرامت دعاؤں کی مقبولیت ہے۔ منقول ہے کہ جنگِ تُستر میں جب طویل جنگ کے باوجود مسلمانوں کو فتح نصیب نہیں ہوئی۔ تو مجاہدینِ اسلام نے جمع ہو کر ان سے گزارش کی کہ آپ اپنے رب کو قسم دے کر فتح کی دُعا مانگئے

اس وقت آپ نے اس طرح دُعا مانگی کہ یا اللہ! میں تجھ کو تیری ہی قسم دے کر دُعا کرتا ہوں کہ تو کفّار کے بازو ہم لوگوں کے ہاتھوں میں دیدے۔ اور مجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچادے۔ فوراً ہی آپ کی دُعا مقبول ہو گئی کہ اسلامی لشکر فتح یاب ہو گیا۔ اور کُفّار مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہو گئے۔ اور آپ اسی لڑائی میں شہادت سے سرفراز ہو کر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں باریاب ہو گئے۔

(اصابہ ج ۱ ص ۱۴۴)

(۷۳) حضرت اَبُوہُرَیرَہ رَضِی اللہُ عَنہُ

یمن کے قبیلۂ دَوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام "عبد شمس" تھا۔ مگر جب یہ ۷ھ میں جنگِ خیبر کے بعد دامنِ اسلام میں آگئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی آستین میں ایک بلّی دیکھی تو آپ نے اُن کو یَا اَبَا ھُرَیرَہ (اے بلّی کے باپ) کہہ کر پکارا۔ اسی دن سے ان کا یہ لقب اس قدر مشہور ہو گیا کہ لوگ ان کا اصلی نام ہی بھول گئے۔

بہت ہی عبادت گزار، انتہائی متقی اور پرہیزگار صحابی ہیں۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ روزانہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ آٹھ سو صحابہ اور تابعین حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں۔ آپ نے

پانچ ہزار تین سو چوہتر ۵۳۷۴ حدیثیں روایت کی ہیں جن میں سے چار سو چھیالیس ۴۴۶ حدیثیں بخاری شریف میں ہیں۔ ۵۹ھ میں اٹھتر سال کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔

(اکمال ص۶۲۲ و قسطلانی ج ۱ ص۲۱۲ وغیرہ)

کرامت

کرامت والی تھیلی

ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند چھوہارے عطا فرمائے اور حکم دیا کہ ان کو اپنی تھیلی میں رکھ لو۔ اور جب تمہارا جی چاہے اس میں سے ہاتھ ڈال کر نکالو۔ خود کھاؤ۔ دوسروں کو کھلاؤ۔ مگر خبردار اس تھیلی کو کبھی خالی کر کے مت جھاڑنا۔ یہ چھوہارے کبھی ختم نہ ہوں گے۔" سبحان اللہ! یہ تھیلی ایسی بابرکت ہو گئی کہ تیس برس تک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس تھیلی میں سے چھوہارے نکال نکال کر کھاتے اور لوگوں کو کھلاتے رہے۔ بلکہ کئی من اس میں سے خیرات بھی کر چکے۔ مگر چھوہارے ختم نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے دن ہنگاموں کی بھیڑ بھاڑ میں وہ تھیلی کمر سے کٹ کر کہیں گر پڑی جس کا عمر بھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو بے انتہا صدمہ اور رنج و ملال رہا۔ راستوں میں روتے ہوئے اور نہایت رقت انگیز اور درد بھرے لہجہ میں یہ شعر پڑھتے ہوئے گھومتے پھرتے تھے:

لِلنَّاسِ هَمٌّ وَلِیْ فِی الْیَوْمِ هَمَّانِ
فَقْدُ الْجُرَابِ وَقَتْلُ الشَّیْخِ عُثْمَانِ

یعنی سب کو تو آج ایک ہی غم ہے مگر مجھے دو غم ہیں۔ ایک غم تھیلی کے گم ہونے کا۔ دوسرا غم حضرت امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا۔ (الکلام المبین)

★

(۴۔) حضرت عَبّاد بن بِشر رضی اللہ عنہ

یہ مدینہ منورہ کے باشندہ انصاری ہیں جو خاندانِ بنی "عبدالاشہل" کے ایک بہت ہی نامور شخص ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجرت سے قبل ہی حضرت مُصعَب بن عُمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ بہت ہی دلیر اور جانباز صحابی ہیں۔ جنگ بدر، جنگِ اُحد وغیرہ کے تمام معرکوں میں بڑی جرأت و شجاعت کے ساتھ کفار سے جنگ آزما ہوئے۔ "کعب بن اشرف" یہودی جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بدترین دشمن تھا۔ آپ حضرت محمد بن مسلمہ و ابو عبس بن جبر و ابو نائلہ وغیرہ چند انصاریوں کو اپنے ساتھ لے کر اس کے مکان پر گئے۔ اور اس کو قتل کر ڈالا۔ افاضلِ صحابہ میں آپ کا شمار ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عَبّاد بن بِشر (رضی اللہ عنہ) کی آواز سُنی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عباد بن بشر پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ سنہ ۱۲ھ کی جنگِ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ جب کہ آپ کی عمر شریف صرف پینتالیس سال کی تھی۔ (اکمال ص ۶۰۵ و اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۰)

کرامات

لاٹھی روشن ہو گئی

ایک مرتبہ یہ اور حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہما دونوں دربارِ رسالت سے کافی رات گزرنے کے بعد اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اندھیری رات میں جب راستہ نظر نہیں آیا تو اچانک ان کی لاٹھی ٹارچ کی طرح روشن ہو گئی۔ اور یہ دونوں اس کی روشنی میں چلتے رہے۔ جب دونوں کا راستہ الگ الگ ہو گیا تو حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ عنہ کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی اور دونوں روشنی میں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ (اسد الغابہ ج ۳ ص ۱۰۱)

کرامت والا خواب

جنگ یمامہ میں جب کہ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکر مُسَیلمۃُ الکذّاب کی فوجوں کے ساتھ مصروفِ جنگ تھا۔ اور مرتدّین بہت کثیر تعداد میں جمع ہو کر بہت سخت جنگ کر رہے تھے۔ حضرت عَبّاد بن بِشْر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رات میں ایک خواب دیکھا ہے کہ میرے لئے آسمان کے دروازے کھول دئے گئے۔ اور جب میں آسمان میں داخل ہو گیا تو دروازے بند کر دئے گئے۔ میرے اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب ہو گی۔ چنانچہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگ یمامہ کے دن حضرت عباد بن بِشْر زور زور سے یہ اعلان کر رہے تھے کہ مخلص مومنین میرے پاس آجائیں۔ اس آواز پر چار سو انصاری ان کے پاس جمع ہو گئے۔

پھر آپ حضرت ابودُجانہ، اور حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہما کو ساتھ لے کر اس باغ کے دروازے پر حملہ آور ہوئے جہاں سے مُسیلمۃُ الکذّاب اپنی فوجوں کی کمان کر رہا تھا۔ اس حملہ میں انتہائی سخت لڑائی ہوئی یہاں تک کہ حضرت عباد بن بشُر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ ان کے چہرے پر تلواروں کے زخم اس قدر زیادہ لگے تھے کہ کوئی ان کو پہچان نہ سکا۔ ان کے بدن پر ایک خاص نشان تھا جس کو دیکھ کر لوگوں نے پہچانا کہ یہ حضرت عباد بن بشُر رضی اللہ عنہ کی لاش ہے + (ابن سعد ج ۳ ص ۴۴۱)

تبصرہ اللہ اکبر! جہاد میں یہ جوشِ ایمانی اور یہ جذبۂ سرفروشی مشکل ہی سے اس کی مثال ملے گی۔ اس قسم کی جان نثاریاں صرف صحابۂ کرام، اور اہلِ ایمان مجاہدینِ اسلام ہی کا طرّۂ امتیاز ہے۔ صحابۂ کرام کی انہی قربانیوں کا طفیل ہے کہ آج تمام دُنیا میں اسلام کی روشنی پھیلی ہوئی ہے۔ کاش دشمنانِ صحابہ روافض و خوارج ان چمکتی ہوئی ہدایت آفریں روایتوں سے ایمان کا نور حاصل کرتے + +

(۷۵) حضرت اَسید بن ابی اَیاس عدوی رضی اللہ عنہ

حضرت ساریہ بن زنیم رضی اللہ عنہ جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ مسجد نبوی کے منبر سے پکارا تھا اور وہ نہاوند میں تھے۔ یہ انھیں کے بھتیجے ہیں۔ یہ شاعر تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہجو میں اشعار کہا کرتے تھے۔ فتح مکّہ کے دن بھاگ کر طائف چلے گئے تھے۔ یہ اُن اشتہاری مجرموں میں تھے جن کے بارے میں یہ فرمانِ نبوی تھا کہ یہ جہاں اور جس حال میں ملیں قتل کر دیئے جائیں۔ اتفاق سے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کا طائف میں گزر ہوا۔ جب ملاقات ہوئی تو آپ نے اَسید بن ابی ایاس کو بتایا کہ اگر تم بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لو تو تمھاری جان بچ جائے گی۔ اَسید یہ سُن کر طائف سے اپنے مکان پر آئے اور کرتا پہن کر اور عمامہ باندھ کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ آپ نے اَسید بن اَیاس کا خون مباح فرما دیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ انھوں نے کہا کہ اگر وہ مسلمان ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائے تو کیا آپ اُس کا قصور معاف فرما دیں گے؟ ارشاد ہوا کہ ہاں۔ یہ سُن کر انھوں نے اپنا ہاتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ اقدس میں دے کر کلمہ پڑھا اور عرض کیا کہ یَا رَسُوْلَ اللہ! اَسید بن ابی ایاس میں ہی ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ایک آدمی کو بھیج کر اعلان کرایا کہ اَسید بن ابی ایاس مسلمان ہو گئے ہیں۔ اور سرکارِ رسالت نے ان کو امن کا پروانہ

عطا فرمادیا ہے۔ پھر انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ پڑھا۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۸۹)

کرامت

چہرہ سے گھر روشن جب یہ مسلمان ہو گئے تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خوش ہو کر از راہِ کرم ان کے چہرے اور سینے پر اپنا منور ہاتھ پھرا دیا جس سے ان کو یہ کرامت نصیب ہو گئی کہ یہ جب کسی اندھیرے گھر میں قدم رکھتے تھے تو اس گھر میں ان کے چہرے کی روشنی سے اُجالا ہو جایا کرتا تھا۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۵۳)

تبصرہ سُبحان اللہ! جب تک سرکارِ رحمت مدار صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض رہے۔ ان کا خون مباح تھا اور کہیں ان کا ٹھکانا نہیں تھا۔ بھاگتے پھرتے تھے اور جان کی امان نہیں ملتی تھی۔ اور جب رحمۃٌ للعالمین ان سے خوش ہو گئے تو ان کو دُنیا میں کرامت اور آخرت میں جنّت دونوں جہان کی دولت مل گئی۔ سچ ہے۔ ؎

جس سے تم روٹھو وہ سرگشتۂ دُنیا ہو جائے
جس کو تم چاہو وہ قطرہ ہو تو دریا ہو جائے

(۷۶) حضرت بشر بن معاویہ بکائی رضی اللہ عنہ

یہ اپنی قوم کے وفد میں اپنے والد معاویہ بن ثور رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان کے والد نے ان سے فرمادیا تھا کہ تم بارگاہِ اقدس میں تین ۳ باتوں کے سوا کچھ بھی نہ کہنا (۱) اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (۲) یا رسول اللہ! ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ ہم اسلام قبول کر کے آپ کے فرماں بردار بن جائیں۔ (۳) آپ ہمارے لئے دُعا فرمائیں۔

ان کی ان تین باتوں کو سُن کر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر جوشِ محبت میں ان کے چہرے اور سر پر اپنا دستِ انور پھرادیا۔ اور ان کے لئے دُعا بھی فرمائی۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۹۱)

کرامت

ہر مرض کی دوا ہاتھ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی اپنا مقدس ہاتھ پھرادیا۔ ان کو دو ۲ کرامتیں مل گئیں۔ ایک تو یہ کہ ہمیشہ کے لئے ان کا چہرہ روشن ہو گیا اور دوسری کرامت یہ مل گئی کہ یہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھرادیتے فوراً ہی وہ شفایاب ہو جایا کرتا تھا۔

(کنز العمال ج ۵ ص ۲۶۷ مطبوعہ حیدر آباد)

حضرت بشر کے صاحبزادے محمد بن بشر فخر کے طور پر اس کے بارے میں اشعار پڑھا کرتے تھے جس کا پہلا شعر یہ ہے:

وَاَبِی الَّذِیْ مَسَحَ النَّبِیُّ بِرَأْسِہٖ
وَدَعَالَہٗ بِالْخَیْرِ وَالْبَرَکَاتِ

یعنی میرے باپ وہ ہیں جن کے سر پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھرا کر خیر و برکت کی دُعا فرمائی ہے۔ (اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۹۰)

(۷۷) حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور مُتَبَنّٰی حضرت "زید بن حارثہ" رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ہیں۔ ان کی ماں کی کنیت "اُمِّ اَیمن" اور نام "برکہ" تھا۔ اور حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کا لقب "محبوبِ رسول" ہے۔ وفات اقدس کے وقت ان کی عُمر صرف بیس برس کی تھی۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اس لشکر کا سپہ سالار بنایا تھا جو رومیوں سے جنگ کے لئے جا رہا تھا۔ اور جس لشکر میں تمام بڑے بڑے صحابۂ کرام موجود تھے۔ لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات اقدس کی وجہ سے یہ لشکر واپس لوٹ آیا۔ مگر پھر امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اس لشکر کو بھیجا جو فتح یاب ہو کر آیا۔ چونکہ یہ محبوبِ رسول تھے اسی لئے امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کا بے حد اکرام و احترام فرماتے تھے۔ جب آپ نے اپنے دورِ خلافت میں مجاہدین

کی تنخواہیں مقرر فرمائیں تو اُن کی تنخواہ ساڑھے تین ہزار درہم مقرر فرمائی اور اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تنخواہ صرف تین ہزار درہم مقرر فرمائی۔ صاحبزادے نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! آپ نے حضرت اُسامہ کی تنخواہ مجھ سے زیادہ کیوں مقرر فرمائی جب کہ وہ کسی جہاد میں بھی مجھ سے آگے نہیں رہے۔ اس کے جواب میں حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اس لئے کہ اسامہ کے باپ "زید" تمہارے باپ "عمر" سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ اور اُسامہ تم سے زیادہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے محبوب ہیں۔ (کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۴۱ و اکمال ص ۵۰۵)

بے ادبی کرنے والے کافر ہو گئے

حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے حجۃ الوداع میں طوافِ زیارت کو اس لئے کچھ مؤخر کر دیا کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کسی حاجت کی وجہ سے کہیں چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب حضرت اُسامہ واپس لوٹے اور لوگوں نے دیکھا کہ چپٹی ناک والا اور کالے رنگ کا ایک لڑکا ہے تو یمن کے کچھ لوگوں نے حقارت کے انداز میں یہ کہا کہ کیا اسی چپٹی ناک والے کالے لڑکے کی وجہ سے آج ہم لوگوں کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طوافِ زیارت سے روک رکھا تھا، اس طرح ان یمن والوں نے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی بے ادبی کی۔ حضرت عُروہ بن زُبیر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کی اس بے ادبی کرنے ہی کا وبال تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یمن کے یہ بے ادبی کرنے والے لوگ کافر و مُرتد ہو گئے۔ اور حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فوجوں نے ان لوگوں سے جہاد کیا تو کچھ ان میں سے توبہ کرکے پھر مسلمان ہو گئے۔ اور کچھ قتل ہو گئے۔

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۲۴۳)

(۷۸) حضرت نابغہ رضی اللہ عنہ

"نابغہ" ان کا لقب ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام "قیس بن عبداللہ" اور بعض نے "حبان بن قیس" بتایا ہے۔ یہ زمانہ جاہلیت میں بہت اچھے شاعر تھے مگر تیس برس تک شعر گوئی بالکل چھوڑ دی۔ اس کے بعد جب دوبارہ شعر کہنا شروع کیا تو اس قدر بلند مرتبہ اور باکمال شاعر ہو گئے کہ ان کے ہمعصروں نے ان کو "نابغہ" (بہت ہی ماہر) کا لقب دے دیا۔ ایک سو اسی برس کی عمر پائی۔ (حاشیہ کنز العمال ج ۱۶ ص ۲۱۱ مطبوعہ حیدر آباد)

کرامت

سو برس تک دانت سلامت انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو چند اشعار سنائے جو آپ کو بہت زیادہ پسند آئے۔ آپ نے خوش ہو کر ان کو یہ دعا دی کہ "اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو نہ توڑے"۔ اس دعائے نبوی کی بدولت ان کو یہ کرامت ملی کہ تمام عمر ان کے دانت سلامت رہے اور اولے کی طرح صاف اور چمکدار رہے۔ حضرت یعلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے نابغہ کو اس وقت دیکھا جب کہ وہ سو برس کے ہو گئے تھے۔ مگر ان کے تمام دانت سلامت تھے۔ (بیہقی و اصابہ ج ۳ ص ۵۳۹)

(۷۹) حضرت عمرو بن طفیل دوسی رضی اللہ عنہ

یہ اپنے باپ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ میں آکر اسلام سے مشرف ہوئے اور تمام عمر مدینہ منورہ ہی میں رہے۔ امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جبکہ مرتدین سے جہاد کے لیے مسلمانوں کا لشکر مدینہ منورہ سے روانہ ہوا تو یہ دونوں باپ بیٹے بھی اس لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لئے چل پڑے۔ چنانچہ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔ اور حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما کا ایک ہاتھ کٹ گیا اور شدید طور پر زخمی ہو گئے لیکن صحتیاب ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں جب جنگِ یرموک کا معرکہ درپیش ہوا تو حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما اس جہاد میں مجاہدانہ شان کے ساتھ گئے۔ اور کفار سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت سے سیراب ہو گئے۔

(اسد الغابہ ج ۴۔ ص ۱۱۵)

کرامت

نورانی کوڑا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھوڑا ہانکنے کے کوڑے کے بارے میں دعا فرمادی تو اُن کا کوڑا رات کی تاریکی میں اس طرح روشن ہو جایا کرتا تھا کہ یہ اُسی کی روشنی میں راتوں کو چلتے پھرتے تھے۔ (کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۶۰ مطبوعہ حیدر آباد)

(۸۰) حضرت عمرو بن مُرَّہ جُہنی رضی اللہ عنہ

یہ زمانۂ جاہلیت میں حج کرنے گئے تو مکہ مکرمہ میں ایک خواب دیکھا۔ اور ایک غیبی آواز سُنی جس میں ان کو نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی ترغیب دلائی گئی۔ یہ اس خواب سے بیحد متأثر ہوئے۔ اور نبی آخرالزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آمد کے مُنتظر رہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو انھوں نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اور پھر اپنی قوم میں آکر اسلام کی تبلیغ کرنے لگے۔ اور ان کی قوم کے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر یہ ان مسلمانوں کو ساتھ لے کر بارگاہِ اقدس میں دوبارہ حاضر ہوئے۔ بہت ہی بہادر مجاہد بھی تھے۔ اور اکثر اسلامی جہادوں میں شمشیر بکف ہو کر کفار سے جنگ بھی کی۔ آخر میں مدینہ منورہ سے ملک شام میں جا کر سکونت اختیار کر لی۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔

(اکمال ص ۶۰۷ و کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۱۵)

کرامت

دشمن بلاؤں میں گرفتار ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ یہ مستجاب الدعوات تھے۔ یعنی ان کی دعائیں بہت زیادہ اور

بہت جلد مقبول ہوا کرتی تھیں۔ چنانچہ منقول ہے کہ یہ جب اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے تشریف لے گئے تو ایک شخص ان کا بہت بڑا دشمن ہو گیا۔ اور یہ شاعر تھا۔ اس نے اپنے اشعار میں ان کی بہت زیادہ ہجو اور مذمت کی اور ان کی شان میں توہین آمیز الفاظ بکنے لگا۔ اور آپ کو جھوٹا کہنے لگا۔ اس وقت آپ نے مجروح قلب کے ساتھ اس طرح دُعا مانگی کہ یا اللہ! اس کی زندگی کو تلخ بنا دے۔ اور اس کی زبان کو گونگی اور اس کی آنکھ کو اندھی کر دے۔ آپ کی دُعا کا یہ اثر ہوا کہ یہ شخص گونگا اور اندھا ہو گیا۔ اور اس قدر بوڑھا ہو گیا کہ اس کے سب دانت ٹوٹ گئے اور زبان کے شل ہو جانے سے اس کو کسی چیز کا مزہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

(کنز العمال ج ۶ ص ۱۱۶ مطبوعہ حیدر آباد)

(۸۱) حضرت زید بن خارجہ انصاری رضی اللہ عنہ

یہ انصاری ہیں اور ان کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ انھوں نے قبیلہ بنی حارث بن خزرج میں اپنا گھر بنا لیا تھا۔ بہت ہی پرہیزگار اور عبادت گزار صحابی ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے درمیان آپ نے دُنیا سے رحلت فرمائی۔ (بیہقی اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۷)

کرامت

موت کے بعد گفتگو

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت زید بن خارجہ صحابی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے بعض راستوں میں ظہر و عصر کے درمیان چلے جا رہے تھے کہ ناگہاں گر پڑے اور اچانک ان کی وفات ہو گئی۔ لوگ اُنھیں اُٹھا کر مدینہ منورہ لائے۔ اور ان کو لٹا کر کمبل اُڑھا دیا۔ جب مغرب و عشاء کے درمیان کچھ عورتوں نے رونا شروع کیا۔ تو کمبل کے اندر سے آواز آئی۔ کہ اے رونے والیو! خاموش رہو۔ یہ آواز سُن کر لوگوں نے اُن کے چہرہ سے کمبل ہٹایا۔ تو وہ تڑپ تڑپ کر نہایت نہایت ہی بلند آواز سے کہنے لگے کہ "حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی اُمی خاتم النبیین ہیں۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ہے۔"

اتنا کہہ کر کچھ دیر تک بالکل خاموش رہے۔ پھر بلند آواز سے یہ فرمایا

کہ۔ "سچ کہا۔ سچ کہا ابو بکر صدیق نے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ قوی ہیں۔ امین ہیں۔ گو بدن میں کمزور تھے لیکن اللہ کے کام میں قوی تھے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں ہے۔"

اِتنا فرمانے کے بعد پھر ان کی زبان بند ہو گئی۔ اور تھوڑی دیر تک بالکل خاموش رہے۔ پھر ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے اور وہ زور زور سے بولنے لگے کہ

"سچ کہا سچ کہا درمیان کے خلیفہ اللہ کے بندے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب نے جو اللہ کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ نہ اس کی کوئی پرواہ کرتے تھے۔ اور وہ لوگوں کو اس بات سے روکتے تھے کہ کوئی قوی کسی کمزور کو کھا جائے۔ اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی پہلی کتابوں میں لکھی ہوئی ہے۔"

اس کے بعد پھر وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہے۔ پھر ان کی زبان پر یہ کلمات جاری ہو گئے اور زور زور سے بولنے لگے کہ

"سچ کہا سچ کہا حضرت عثمان غنی نے جو امیر المومنین ہیں۔ اور مومنوں پر رحم فرمانے والے ہیں۔ دو باتیں گزر گئیں اور چار باقی ہیں۔ جو یہ ہیں۔ (۱) لوگوں میں اختلاف ہو جائے گا اور ان کے لئے کوئی نظام نہ رہ جائے گا ——

(۲) سب عورتیں رونے لگیں گی اور ان کی پردہ دری ہو جائے گی۔ (۳) قیامت قریب ہو جائے گی۔ (۴) بعض آدمی بعض کو کھا جائے گا۔"

اس کے بعد ان کی آواز بالکل بند ہو گئی۔

(طبرانی والبدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۶ واسد الغابہ ج ۲ ص ۲۲۷)

(۸۲) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت ابو عبداللہ ہے۔ اور شجرۂ نسب یہ ہے رافع بن خدیج بن عدی بن زید بن جُشم بن حارث بن الخزرج بن عمرو بن مالک بن الاوس۔ یہ انصاری ہیں۔ اور ان کا وطن مدینہ منورہ ہے۔ یہ جنگ بدر میں کفار سے لڑنے کے لئے تیار ہو کر آئے تو ان کو کم عمری کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر میں شامل کرنے سے انکار فرما دیا۔ لیکن جنگ اُحد میں یہ اسلامی فوج میں شامل کر لئے گئے۔ اور خوب جم کر کفار سے لڑتے رہے۔ پھر جنگ خندق وغیرہ اکثر لڑائیوں میں یہ مصروفِ جہاد رہے۔ عمر بھر مدینہ ہی میں رہے۔ اور اسلامی لڑائیوں میں سر بکف؛ اور کفن بردوش ہو کر کافروں سے لڑتے رہے اور اپنی قوم کے سردار اور مکھیہ بھی رہے۔ سنہ ۷۳ھ یا سنہ ۷۴ھ میں چھیاسی برس کی عمر پا کر مدینہ منورہ میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔

(اکمال ص ۵۹۴ وکنز العمال ج ۱۶ ص ۵ واسد الغابہ ج ۲ ص ۱۵۱)

کرامت

برسوں حلق میں تیر چُبھا رہا

سنہ ٣ھ میں جنگ اُحد میں کُفّار نے آپ کے حلق پر تیر مارا اور یہ تیر آپ کے حلق میں چُبھ گیا۔ ان کے چچا ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں لائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمھاری خواہش ہو تو ہم اس تیر کو نکال دیں۔ اور اگر تم کو شہادت کی تمنّا ہو تو تم اِس تیر کو نہ نکلواؤ۔ تم جب بھی اور جہاں کہیں بھی وفات پاؤ گے شہیدوں کی صف میں تمھارا شمار ہوگا۔ انھوں نے درجۂ شہادت کی آرزو میں تیر نکلوانا پسند نہیں کیا۔ اور اسی حالت میں ستّر برس تک زندہ رہے اور زندگی کے تمام معمولات پورے کرتے رہے۔ یہاں تک کہ لڑائیوں میں کُفّار سے جنگ بھی کرتے رہے۔ اور ان کو کسی قسم کی اس تیر کی وجہ سے تکلیف بھی نہیں رہتی تھی۔ لیکن ستّر برس کے بعد سنہ ٧٣ھ میں یہ تیر کا زخم خود بخود پھٹ گیا۔ اور اسی زخم کی حالت میں ان کا وصال ہو گیا۔ بلاشبہہ یہ اُن کی بہت بڑی کرامت ہے جو بہت زیادہ مشہور ہے۔

(کنزالعمال وحاشیہ کنزالعمال ج ١٦ ص٣ و اسدالغابہ ج ٢ ص١٥١)

(۸۳) حضرت محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

حضرت محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جب اپنی والدہ جمیلہ بنت عبداللہ بن اُبی کے شکم میں تھے۔ تو ان کے والد نے ان کی والدہ کو طلاق دے دی۔ ان کی والدہ نے غصہ میں ان کی پیدائش کے بعد یہ قسم کھائی کہ میں اِس بچے کو ہرگز ہرگز دودھ نہیں پلاؤں گی۔ اس کا باپ اس کو دودھ پلانے کا انتظام کرے۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اس بچے کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دربارِ نبوت میں لائے۔ اور پورا واقعہ عرض کیا۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کو اپنی آغوشِ رحمت میں لے کر پہلے اپنا مقدس لعابِ دہن اس بچے کے منہ میں ڈالا۔ پھر عجوہ کھجور چبا کر اس بچے کے منہ میں ڈالا اور "محمد" نام رکھا اور ارشاد فرمایا کہ اس کو گھر لے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اِس بچے کو رزق دینے والا ہے۔

کرامت

بچے کو دودھ کیسے ملا؟

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ بچے کو گود میں لئے ہوئے کسی دودھ پلانے والی عورت کی تلاش میں ایک دو دن گلی گلی چکر لگاتے پھرے مگر کوئی دودھ پلانے والی عورت نہیں ملی۔ یہ اسی فکر میں حیران و سرگرداں پھر رہے تھے کہ ناگہاں ایک

عربی عورت ان سے ملی اور پوچھا کہ ثابت بن قیس کون شخص ہیں؟ اور اُن سے کہاں ملاقات ہو گی؟ انھوں نے اُس سے پوچھا کہ تم کو ثابت بن قیس سے کیا کام ہے؟ عورت نے کہا کہ میں نے گذشتہ رات میں یہ خواب دیکھا ہے کہ میں ثابت بن قیس کے ایک بچّے کو دودھ پلا رہی ہوں۔ یہ سُن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ ثابت بن قیس میں ہی ہوں اور میرا لڑکا محمدؐ یہی ہے جو میری گود میں ہے۔ عورت نے فوراً اس بچّے کو گود میں لے لیا اور دودھ پلانے لگی۔ محمد بن ثابت بن قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۶۳ھ میں جنگ حُرّہ کے دن مدینہ منوّرہ میں یزید بن معاویہ کی منحوس فوجوں کے ہاتھ سے شہید ہو گئے۔

(کنز العمال وحاشیہ کنز العمال ج ۱۲ ص ۱۹۹ واسد الغابہ ج ۴ ص ۳۱۳)

(۸۴) حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ

کرامت

چہرہ آئینہ بن گیا

حیّان بن عُمیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چہرہ پر ایک مرتبہ اپنا دست اقدس پھرا دیا۔ اس کے بعد ان کو یہ کرامت مل گئی کہ یہ بہت ہی بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے بدن کے ہر حصہ پر ضعیفی کے آثار نمودار تھے۔ لیکن ان کے چہرے پر بدستور جوانی کا جمال باقی تھا۔ اور ان کا چہرہ اس قدر چمکتا تھا کہ میں ان کی وفات کے وقت ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو اس وقت ایک عورت ان کے سامنے سے گزری۔ اس وقت میں نے اس عورت کا عکس ان کے چہرہ میں اس طرح دیکھ لیا گویا میں آئینہ میں اس کا چہرہ دیکھ رہا ہوں۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۲۲۵)

(۸۵) حضرت مُعاویہ بن مُقرّن رضی اللہ عنہ

ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض لوگوں نے ان کے والد کا نام "معاویہ" اور بعض نے "مُقرّن" لکھا ہے۔ اسی طرح ان کے قبیلہ کے نام میں بھی اختلاف ہے کہ یہ "مُزنی" یا "لیثی" ہیں۔ ابو عمر نے اس قول کو درست قرار دیا ہے کہ یہ "معاویہ بن مُقرن مُزَنی" ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت غزوۂ تبوک میں تشریف فرما تھے ان کا وصال ہو گیا۔

کرامت

دو ہزار فرشتے نمازِ جنازہ میں ان کی یہ مشہور کرامت ہے کہ جب مدینہ منورہ میں ان کی وفات ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مقام تبوک میں اُتر کر دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ! مُعاویہ مُزَنی کا مدینہ منوّرہ میں انتقال ہو گیا ہے اور ہمارے لئے مناسب ہے کہ ہم لوگ ان کی نمازِ جنازہ پڑھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہاں بیشک ضرور ہم لوگ نمازِ جنازہ پڑھیں گے۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس قدر زور سے اپنا بازو زمین پر مارا کہ تمام شجر و حجر اور ٹیلے اور پہاڑیاں وغیرہ سب ہلنے لگیں۔ اور تمام حجابات اس طرح اُٹھ گئے کہ ان کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی نگاہوں کے سامنے آگیا۔ اور

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی تو صحابۂ کرام کے تیس ہزار مجمع کے علاوہ فرشتوں کی بھی دو صفیں تھیں اور ہر صف میں ایک ہزار فرشتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہر صف میں ساٹھ ہزار فرشتے تھے۔ نماز کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس صحابی کو اتنا عظیم رُتبہ کون سے عمل کی وجہ سے عطا فرمایا؟ تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ شخص سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ سے بیحد محبّت رکھتا۔ اور اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت اس سورہ کی تلاوت کیا کرتا تھا۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۹)

تبصرہ اَللّٰهُ اَکْبَر! سورۂ اخلاص (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) کی تلاوت کرنے والوں کی فضیلت اور اُن کے اجر و ثواب اور فضل و کرامت کا کیا کہنا؟ خداوند کریم ہم مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اس مقدّس سورہ کی تلاوت کا شرف عطا فرمائے!

(آمین)

(۸۶) حضرت اُہبان بن صَیفی غفاری رضی اللہ عنہ

ان کی کُنیّت ابو مُسلِم ہے۔ ان کی صاحبزادی حضرت عُدیسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ جب امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان جنگ کی نوبت آن پڑی تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں میرے والد کے مکان پر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم اس جنگ میں میرا ساتھ دو۔ اور اب تک تم کو کون سی چیز میری حمایت سے روکے ہوئے ہے؟ تو میرے والد حضرت اُہبان بن صیفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے امیر المومنین! بس صرف یہی ایک رُکاوٹ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اے اُہبان! جب مسلمان آپس میں ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں۔ تو تم اس وقت لکڑی کی تلوار بنا لینا۔ چنانچہ میں نے ارشاد نبوی کے مطابق لکڑی کی تلوار بنالی ہے۔ آپ دیکھ لیجئے وہ لٹک رہی ہے۔ اب لکڑی کی تلوار سے بھلا میں کس طرح جنگ کر سکتا ہوں؟ یہ کہہ کر وہ اس لڑائی میں بالکل ہی غیر جانب دار بن گئے۔

کرامت

قبر سے کفن واپس یہ صاحب کرامت تھے۔ چنانچہ ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ انھوں نے وصیت فرمائی تھی کہ

میرے کفن میں فقط دو ہی کپڑے دیے جائیں مگر لوگوں نے ان کی وصیت پر عمل نہیں کیا۔ اور ان کے کفن میں تین کپڑوں کو شامل کر کے ان کو دفن کر دیا۔ گھر والے جب صبح کو نیند سے بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ تیسرا کپڑا قبر سے واپس ہو کر کھونٹی پر لٹک رہا ہے +

(اسد الغابہ ج ۱ ص ۱۳۸)

(۸۷) حضرت نضلہ بن معاویہ انصاری رضی اللہ عنہ

کرامت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابی

حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ قادسیہ میں امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں جہاد کے لئے تشریف لے گئے۔ ناگہاں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان آیا کہ حضرت نضلہ بن معاویہ کو "حلوانُ العراق" میں جہاد کے لئے بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کو تین سو مجاہدوں کا افسر بنا کر بھیج دیا۔ اور انھوں نے مجاہدانہ حملہ کر کے "حلوانُ العراق" کی بہت سی بستیوں کو فتح کر لیا۔ اور بہت زیادہ مال غنیمت لے کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ درمیانِ راہ میں ایک پہاڑ کے پاس نمازِ مغرب کا وقت ہو گیا۔ حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے اذان پڑھی۔ اور جیسے ہی اَللّٰہُ اَکْبَر۔ اَللّٰہُ اَکْبَر کہا تو پہاڑ کے اندر سے کسی جواب دینے والے نے بلند آواز سے یہ کہا کہ لَقَدْ کَبَّرْتَ کَبِیْرًا یَا نُضْلَۃُ۔ اسی طرح پوری اذان کے ہر ہر کلمہ کا جواب پہاڑ کے اندر سے سُنائی دیتا رہا۔ آپ حیران رہ گئے کہ آخر اس پہاڑ کے اندر کون ہے جو میرا نام لے کر اذان کا جواب دے رہا ہے؟ آخر آپ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے شخص! خدا تجھ پر رحم فرمائے تو کون ہے؟ تو فرشتہ ہے، یا جن ہے، یا رجالُ الغیب میں سے ہے۔ جب تو نے اپنی آواز ہم کو سُنادی ہے تو اپنی صورت بھی ہم کو دکھا دے۔ کیونکہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نمائندہ ہیں۔ آپ کے یہ فرماتے ہی پہاڑ پھٹ گیا۔ اور اس کے اندر سے ایک، نہایت ہی بوڑھے اور بزرگ آدمی نکل پڑے اور انھوں نے سلام کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دے کر پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی اور ان کا وصی ہوں۔ میرے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میرے لئے لمبی عمر کی دُعا فرمادی ہے۔ اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تم میرے آسمان سے اُترنے کے وقت تک اسی پہاڑ میں مقیم رہنا۔ چنانچہ میں اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کے انتظار میں یہاں ٹھہرا ہوا ہوں آپ لوگ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت عُمر سے میرا سلام کہہ دیں۔ اور میرا یہ پیغام بھی پہنچا دیں کہ اے عمر! صراطِ مستقیم پر قائم رہو۔ اور خدا کا قُرب ڈھونڈتے رہو۔ پھر چند دوسری نصیحتیں فرما کر وہ بزرگ ایکدم اسی پہاڑ میں غائب ہو گئے۔ حضرت نُضلہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ سارا واقعہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس لکھ کر بھیجا اور انھوں نے اس کی اطلاع دربارِ خلافت میں بھیج دی تو امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام یہ فرمان بھیجا کہ تم اپنے پورے لشکر کے ساتھ "حُلوانُ العراق" میں اس پہاڑ کے پاس جاؤ۔ اگر تمھاری ان بزرگ سے ملاقات ہو جائے تو ان سے میرا سلام کہہ دینا۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اپنے چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ اس مقام پر پہنچے اور چالیس دن تک مقیم رہے۔ مگر پھر وہ بزرگ نہ ظاہر ہوئے۔ نہ اُن کی آواز کسی نے سُنی۔ (ازالۃ الخفاء مقصد ۲ ص ۱۶۷ تا ص ۱۶۸)

تبصرہ وہ بزرگ بھلا کیونکر اور کس طرح پھر ظاہر ہوتے؟ ان سے ملاقات اور شرفِ ہمکلامی کی کرامت تو حضرت نضلہ بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے نصیب میں لکھی ہوئی تھی۔ جو انھیں مل گئی۔ مثل مشہور ہے کہ

لِکُلِّ رَجُلٍ نَصِیْبٌ وَالنَّصِیْبُ یُصِیْبُ!

(۸۸) حضرت عُمیر بن سَعد انصاری رضی اللہ عنہا

انصار کے قبیلۂ اوس سے ان کا خاندانی تعلق ہے۔ اور ان کا اصلی وطن مدینہ منورہ ہے۔ ملک شام کی فتوحات کے سلسلے میں جتنی لڑائیاں ہوئیں اُن سب جنگوں میں انھوں نے بڑے بڑے بہادرانہ کارنامے انجام دیئے۔ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں ان کو ملک شام میں حمص کا گورنر مقرر فرمادیا تھا۔ یہ اس قدر عابد و زاہد تھے کہ ان کی عبادت و ریاضت اور ان کا زہد و تقویٰ حدِ کرامت کو پہنچا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ کاش "عُمیر بن سعد" جیسے چند اشخاص مجھے مل جاتے جن کو میں مسلمانوں پر حاکم بناتا۔ (حاشیہ کنزالعمال ج ۱۳ ص ۱۴۲ و اکمال ص ۶۰۹)

کرامت

زاہدانہ زندگی ان کی زاہدانہ زندگی بلاشبہہ ایک بہت بڑی کرامت ہے جس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمایئے۔

محمد بن مزاحم کہتے ہیں کہ جن دنوں حضرت عُمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ "حمص" کے گورنر تھے۔ ناگہاں ان کے پاس امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک فرمان پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ

" اے عُمیر بن سعد! ہم نے تم کو ایک اہم عہدہ سپرد کر کے

حمص بھیجا تھا۔ مگر کچھ پتہ نہیں چلا کہ تم نے اپنے اس عہدہ کو خوش اسلوبی کے ساتھ سنبھالا یا نہیں۔ لہٰذا جس وقت میرا یہ فرمان تمھارے پاس پہنچے فوراً جس قدر مال غنیمت تمھارے خزانہ میں جمع ہے سب کو اونٹوں پر لدوا کر اور اپنے ساتھ لے کر مدینہ منورہ چلے آؤ۔ اور میرے سامنے حاضر ہو جاؤ۔"

دربارِ خلافت کا یہ فرمان پڑھ کر فوراً ہی آپ اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور اپنی لاٹھی میں اپنی چھوٹی سی مشک اور خوراک کی تھیلی اور ایک بڑا پیالہ لٹکا کر لاٹھی کندھے پر رکھی اور ملک شام سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ اور دربارِ خلافت میں حاضر ہو گئے اور امیر المومنین کو سلام کیا۔ امیر المومنین نے ان کو اس خستہ حالی میں دیکھا تو حیران رہ گئے۔ اور فرمایا کہ کیوں اے عُمیر بن سعد! تمھارا اتنا خراب حال کیوں ہے؟ کیا تم بیمار ہو گئے تھے؟ یا تمھارا شہر بد ترین شہر ہے؟ یا تم نے مجھے دھوکہ دینے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہے؟ امیر المومنین کے ان سوالوں کو سُن کر انھوں نے نہایت ہی متانت اور سنجیدگی کے ساتھ عرض کیا۔ کہ اے امیر المومنین! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسلمانوں کے چھپے ہوئے حالات کی جاسوسی سے منع نہیں فرمایا ہے؟ آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ میرا خراب حال ہے؟ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ میں بالکل تندرست و توانا ہوں اور اپنی پوری دنیا کو اپنے کندھوں پر اٹھائے ہوئے آپ کے دربار میں حاضر ہوں۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اے کم عقل انسان! دُنیا کا کون سا سامان تم لے کر آئے ہو؟ میں تو تمھارے ساتھ کچھ بھی

نہیں دیکھ رہا ہوں۔ آپ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین! دیکھئے یہ میری خوراک کی تھیلی ہے۔ یہ میری مشک ہے جس سے میں وضو کرتا ہوں۔ اور اسی میں اپنے پینے کا پانی رکھتا ہوں۔ اور یہ میرا پیالہ ہے اور یہ میری لاٹھی ہے جس سے میں اپنے دشمنوں سے بوقت ضرورت جنگ بھی کرتا ہوں۔ اور سانپ وغیرہ زہریلے جانوروں کو بھی مار ڈالتا ہوں۔ یہ سارا سامان میری دُنیا نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ یہ سُن کر امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عُمیر بن سعد! خدا تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ تم تو عجیب ہی آدمی ہو۔

پھر امیر المومنین نے رعایا کا حال دریافت فرمایا اور مسلمانوں کی اسلامی زندگی اور ذمیوں کے بارے میں پوچھ گچھ فرمائی۔ تو انھوں نے کہا کہ میری حکومت کا ہر مسلمان ارکان اسلام کا پابند، اور اسلامی زندگی کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ اور میں ذمیّوں سے جزیہ لے کر ان کی پوری پوری حفاظت کرتا رہا ہوں۔ اور میں اپنے عہدہ کی ذمہ داریوں کو نباہنے کی ہمیشہ بھرپور کوشش کرتا رہا ہوں۔ پھر امیر المومنین نے خزانہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے کہا کہ خزانہ کیسا؟ میں ہمیشہ مالدار مسلمانوں سے زکوٰۃ و صدقات وصول کر کے فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیا کرتا ہوں۔ اگر میرے پاس فاضل مال بچتا تو میں ضرور اس کو آپ کے پاس بھیج دیتا۔

پھر امیر المومنین نے فرمایا کہ اے عمیر بن سعد! تم "حمص" سے مدینہ منورہ تک پیدل چل کر آئے ہو۔ اگر تمھارے پاس کوئی سواری نہیں تھی۔ تو کیا تمھاری سلطنت کے حدود میں مسلمانوں اور ذمیوں میں کوئی بھی ایسا بھلا

آدمی نہیں تھا جو تم کو سواری کا ایک جانور دے دیتا؟ آپ نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ میری اُمت میں کچھ ایسے حاکم ہوں گے کہ اگر رعایا خاموش رہے گی تو یہ حکام اُن کو برباد کردیں گے۔ اور اگر رعایا کچھ فریاد کرے گی تو یہ حکام ان کی گردنیں اُڑادیں گے۔ اور میں نے رسول اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سُنا ہے کہ تم لوگ اچھی باتوں کا حکم دیتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو.......
.... ورنہ اللہ تعالیٰ تم پر ایسے حاکموں کو مسلط فرمادے گا جو بدترین انسان ہوں گے۔ اس وقت نیک لوگوں کی بھی دعائیں مقبول نہیں ہوں گی۔ اے امیرالمومنین! میں ان بُرے حاکموں میں سے ہونا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے مجھے پیدل چلنا گوارا ہے۔ مگر اپنی رعایا سے کچھ طلب کرنا یا اُن کے عطیوں کو قبول کرنا ہرگز ہرگز پسند نہیں ہے۔

اس کے بعد امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے عُمیر بن سعد! میں تمھاری کارگزاریوں سے بیحد خوش ہوں۔ اس لئے تم اپنی گورنری کے عہدہ پر بحال ہوکر پھر حمص جاؤ۔ اور وہاں حکومت کرو۔ آپ نے نہایت ہی لجاجت کے ساتھ گڑگڑا کر عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر اب اِس عہدہ کو قبول کرنے سے معافی کا طلب گار ہوں اور اب میں ہرگز ہرگز کبھی بھی یہ اہم عہدہ قبول نہیں کرسکتا۔ لہٰذا آپ مجھے معاف فرمادیجئے۔ یہ سُن کر امیرالمومنین نے فرمایا کہ اچھا اگر تم اس عہدہ کو قبول نہیں کرسکتے ہو۔ تو پھر میری طرف سے اجازت ہے کہ تم اپنے گھر والوں میں جاکر رہو۔ چنانچہ

بہ مدینہ منورہ سے تین دن کی مسافت کی دوری پر ایک بستی میں جہاں ان کے اہل و عیال رہتے تھے جا کر مقیم ہو گئے۔

اس واقعہ کے کچھ دنوں کے بعد امیر المومنین نے ایک سو اشرفیوں کی ایک تھیلی اپنے ایک مصاحب کو جس کا نام "حبیب" تھا یہ کہہ کر دی کہ تم عُمیر بن سعد کے مکان پر جا کر تین دن تک مہمان بن کر رہو۔ پھر تیسرے دن یہ تھیلی میری طرف سے ان کی خدمت میں پیش کر کے کہہ دینا کہ وہ ان اشرفیوں کو اپنی ضروریات میں خرچ کریں۔ چنانچہ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ اشرفیوں کی تھیلی لے کر حضرت عُمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچے۔ اور امیر المومنین کا سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کا جواب دیا۔ اور امیر المومنین کی خیریت اور ان کی حکمرانی کی کیفیت دریافت کی۔ پھر امیر المومنین کے لئے دعائیں کیں۔

حضرت حبیب رضی اللہ عنہ تینؔ دن تک ان کے مکان پر مقیم رہے۔ اور ہر روز کھانے میں دونوں وقت ایک ایک روٹی اور زیتون کا تیل ان کو ملتا رہا۔ تیسرے دن حضرت عُمیر بن سعد نے فرمایا کہ اے حبیب! اب تمہاری مہمانی کی مدّت آج ختم ہو گئی۔ لہٰذا اب تم اپنے گھر جا سکتے ہو ـــــ۔ ہمارے گھر میں بس اتنا ہی خوراک کا سامان تھا جو ہم نے خود بھوکے رہ کر تم کو کھلا دیا۔ یہ سُن کر حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کر دی اور کہا کہ امیر المومنین نے آپ کے خرچ کے لئے ان اشرفیوں کو بھیجا ہے۔ آپ نے تھیلی ہاتھ میں لے کر یہ ارشاد فرمایا کہ :-

"اے حبیب! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت
سے سرفراز ہوا۔ لیکن اس وقت دُنیا کی دولت سے میرا
دامن کبھی داغ دار نہیں ہوا۔ پھر میں نے حضرت امیرالمومنین
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت اُٹھائی۔ لیکن ان کے دَور
میں بھی دولتِ دُنیا کی آلودگیوں سے میں محفوظ ہی رہا۔ لیکن
یہ زمانہ میرے لئے بدترین دَور ثابت ہوا کہ مَیں امیرالمومنین
کے حکم سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ "حمص" کا گورنر بنا اور
اب امیرالمومنین نے یہ دُنیا کی دولت میرے گھر میں بھیج دی
ہے۔"

اتنا کہتے کہتے اُن کی آواز بھرّا گئی۔ اور وہ چیخ مار کر زار زار رونے لگے۔
اور اُن کے آنسوؤں کی دھار اُن کے رُخسار پر موسلا دھار بارش کی طرح
بہنے لگی۔ اور انھوں نے اشرفیوں کی تھیلی واپس کر دی۔ یہ دیکھ کر گھر میں سے
ان کی بیوی صاحبہ نے کہا۔ کہ آپ اس تھیلی کو واپس نہ کیجئے کیونکہ یہ
جانشینِ پیغمبر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عطیہ ہے۔ اس کو رد کر دینے سے
حضرت امیرالمومنین کی بہت بڑی دل شکنی ہو گی۔ اور یہ آپ کی شان کے
لائق نہیں ہے کہ آپ امیرالمومنین کے قلب کو صدمہ پہنچائیں۔ اس لئے آپ اس
تھیلی کو لے کر حاجتمندوں کو دے دیجئے۔ بیوی کے مخلصانہ مشورہ کو قبول کرتے
ہوئے آپ نے تھیلی اپنے پاس رکھ لی۔ اور فوراً ہی فقراء و مساکین کو بُلا کر
تمام اشرفیوں کو تقسیم کر دیا۔ اور ایک پیسہ بھی اس میں سے اپنے پاس نہیں

رکھا۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ اس منظر کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اور مدینہ منورہ پہنچ کر جب امیرالمومنین سے سارا ماجرا عرض کیا۔ تو امیرالمومنین پر بھی رقّت طاری ہوگئی۔ اور وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور دیر تک روتے رہے۔ پھر جب اُن کے آنسو تھم گئے تو فوراً ہی ان کی طلبی کے لئے ایک فرمان لکھا اور ایک قاصد کے ذریعہ یہ فرمان ان کے گھر بھیج دیا۔ حضرت عُمیر بن سعد (رضی اللہ عنہ) نے فرمان پڑھ کر ارشاد فرمایا کہ امیرالمومنین کے حکم کی اطاعت مجھ پر واجب ہے۔ یہ کہا اور فوراً ہی پیدل مدینہ منورہ کے لئے گھر سے نکل پڑے۔ اور تین دن سفر کرکے دربارِ خلافت میں حاضر ہو گئے۔ امیرالمومنین نے فرمایا کہ اے عُمیر بن سعد! جو اشرفیاں میں نے تمھارے پاس بھیجی تھیں ان کو تم نے کہاں کہاں خرچ کیا؟ عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! میں نے اُسی وقت ان سب اشرفیوں کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا——

امیرالمومنین حیرت و استعجاب کے عالم میں ان کا مُنہ دیکھتے رہ گئے۔ پھر اپنے فرزند حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ تم بیت المال سے دو کپڑے لاکر عُمیر بن سعد کو پہنا دو۔ اور ایک اونٹ پر کھجوریں لاد کر ان کو دے دو۔ آپ نے عرض کیا کہ اے امیرالمومنین! کپڑوں کو تو میں قبول کر لیتا ہوں کیونکہ میرے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ مگر کھجوریں میں ہرگز نہ لوں گا کیونکہ میں ایک صاع کھجوریں اپنے مکان پر رکھ کر آیا ہوں۔ جو میری واپسی تک میرے اہل و عیال کے لئے کافی ہیں۔ پھر حضرت عُمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیرالمومنین سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر چلے آئے اور اس کے

چند ہی دنوں کے بعد ان کی وفات ہو گئی۔ جب امیر المومنین کو آپ کی رحلت کی خبر پہنچی تو آپ بے اختیار رو پڑے اور حاضرین سے فرمایا کہ تم سب لوگ اپنی اپنی بڑی بڑی تمناؤں کو میرے سامنے بیان کرو۔ فوراً ہی تمام حاضرین نے اپنی اپنی بڑی سے بڑی تمناؤں کا اظہار کر دیا۔ سب کی تمناؤں کا ذکر سن کر آپ نے فرمایا کہ لیکن میری سب سے بڑی تمنا یہ ہے کہ کاش عُمیر بن سعد جیسے صاف باطن و پاکباز اور پیکرِ اخلاص چند مسلمان مجھے مل جاتے تو میں اُن سے مسلمانوں کے کاموں میں مدد لیتا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت عُمیر بن سعد رضی اللہ عنہ کے لئے دعاءِ مغفرت فرمائی اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ عُمیر بن سعد پر اپنی رحمت نازل فرمائے ✦

(کنز العمال ج ۱۶ ص ۱۶۲ تا ص ۱۶۶ مختصراً)

(۸۹) حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہٗ

ان کا اصلی نام جندرہ بن خیشنہ ہے۔ مگر یہ اپنی کنیت ابو قرصافہ سے زیادہ مشہور ہیں۔ یہ قریشی نسل سے ہیں۔ یہ ابتدائے اسلام میں یتیم بچے تھے۔ اور ان کی والدہ اور خالہ دونوں نے پرورش کی۔ یہ بچپن میں بکریاں چرانے جایا کرتے تھے۔ اور ان کی والدہ اور خالہ ان کو سخت تاکید کیا کرتی تھیں کہ خبردار! تم مکہ میں کبھی اُن کی صحبت میں نہ بیٹھنا جنھوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر یہ بکریاں چراگاہ میں چھوڑ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں روز چلے جایا کرتے تھے۔ اور بکریوں کے چرانے پر زیادہ دھیان نہیں دیتے تھے۔ رفتہ رفتہ بکریاں لاغر ہو گئیں اور ان کے تھن خشک ہو گئے۔ ان کی والدہ اور خالہ نے جب اس معاملہ میں ان سے سخت بازپرس کی تو انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کر دیا۔ آپ نے ان کی بکریوں کے تھنوں پر اپنا دستِ مبارک لگا دیا تو سب بکریوں کے خشک تھن دودھ سے بھر گئے۔ جب اُن کی خالہ اور والدہ نے اس کا سبب پوچھا تو انھوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دست مبارک لگا دینے کا واقعہ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس تعلیم اور معجزات کا تذکرہ کر دیا۔ یہ سن کر ان کی والدہ اور خالہ نے کہا کہ اے میرے پیارے بیٹے! تم ہم کو بھی ان کے دربار میں لے چلو۔ چنانچہ ان کی والدہ اور خالہ خدمت اقدس میں حاضر

ہوئیں اور جمالِ نبوت دیکھتے ہی کلمہ پڑھ کر اسلام کی دولت سے مالامال ہو گئیں۔ اور اپنے گھر پہنچ کر ان دونوں نے یہ کہا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کلام فرماتے تھے تو اُن کے دہنِ مبارک سے ایک نور نکلتا تھا اور ہم نے حُسنِ اخلاق اور جمالِ صورت و کمالِ سیرت کے اعتبار سے کسی انسان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بہتر اور خوشتر نہیں دیکھا۔ یہ آخری عمر میں ملک شام کے شہر فلسطین میں مقیم ہو گئے تھے۔ اور شامی محدثین ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوا کرتے تھے۔ امام طبرانی نے ان کو نسبت کے اعتبار سے "لیثی" تحریر فرمایا ہے اور ان کو "بنی لیث بن بکر" کا آزاد کردہ غلام لکھا ہے + (واللہ تعالیٰ اعلم)

(کنز العمال ج ۱۶ ص ۲۲۱ مطبوعہ حیدرآباد و اسد الغابہ ج ۱ ص ۳۰۷)

کرامت

سیکڑوں میل دور آواز پہنچتی تھی

ان کی یہ کرامت تھی کہ رومی کُفّار نے ان کے ایک فرزند کو گرفتار کر کے جیل خانہ میں بند کر دیا تھا۔ حضرت ابو قرصافہ رضی اللہ عنہ جب نماز کا وقت آتا تو عسقلان کی چہار دیواری پر چڑھتے۔ اور بلند آواز سے پُکار کر کہتے کہ اے میرے پیارے بیٹے! نماز کا وقت آگیا ہے۔ اور ان کی اس پکار کو ہمیشہ اُن کے صاحبزادے سُن لیا کرتے تھے۔ حالانکہ وہ سیکڑوں میل کی دوری پر رومیوں کے قید خانہ میں قید تھے + (طبرانی)

تبصرہ یہ کرامت امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے بزرگوں سے بھی منقول ہے۔ اور یہ کرامت اس امر کی دلیل ہے کہ محبوبانِ خدا ہوا پر بھی حکومت فرمایا کرتے ہیں۔ کیونکہ آواز کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچانا ہواؤں کے تموج ہی کا کام ہے۔ جس پر پہلے صفحات میں بھی ہم روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس قسم کی کرامتوں سے پتہ چلتا ہے کہ خداوند قدوس نے اپنے اولیاء کو عالم میں تصرفات کی ایسی حکمرانی و بادشاہی بلکہ شہنشاہی عطا فرمائی ہے کہ وہ کائناتِ عالم کی ہر ہر چیز پر باذنِ اللہ حکومت کرتے ہیں۔

(۹۰) حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ

یہ قبیلۂ انصار کے خاندان خزرج کے بہت ہی نامی گرامی شخص ہیں۔ اور دربارِ رسالت کے خاص الخاص شاعر ہونے کی حیثیت سے تمام صحابہ میں ایک خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز ہیں۔ آپ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں بہت سے قصائد لکھے۔ اور کفارِ مکہ جو شانِ رسالت کی ہجو لکھ کر بے ادبیاں کرتے تھے۔ آپ اپنے اشعار میں ان کا دنداں شکن جواب دیا کرتے تھے۔ حضور شہنشاہِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لئے خاص طور پر مسجد نبوی میں منبر رکھواتے تھے جس پر کھڑے ہو کر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں نعت خوانی کرتے تھے۔ ان کی کنیت ابوالولید ہے۔ ان کے والد کا نام "ثابت" اور ان کے دادا کا نام "مُنذِر" اور پردادا کا نام "حرام" ہے۔ اور ان چاروں

کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ یہ ہے کہ ان چاروں کی عمر میں ایک سو بیس (۱۲۰) برس کی ہوئیں جو عجائباتِ عالم میں سے ایک عجیب نادر الوجود "اُعجوبہ" ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک سو بیس برس کی عمر میں سے ساٹھ برس جاہلیت اور ساٹھ برس اسلام میں گزرے۔ سنہ ۴۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(اکمال ص۶۱۵ و مشکوٰۃ باب البیان والشعر ص۴۱۰ و حاشیہ بخاری بحوالہ کرمانی ج ۲ ص۹۲۵)

کرامات

حضرت جبرئیل علیہ السّلام مددگار ان کی ایک خاص کرامت ہے کہ جب تک یہ نعت خوانی فرماتے رہتے تھے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی امداد و نصرت کے لئے ان کے پاس موجود رہتے تھے۔ کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ:۔

اِنَّ اللّٰہَ یُؤَیِّدُ حَسَّانَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ مَا نَافَحَ اَوْ فَاخَرَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ؕ یعنی جب تک حسان میری طرف سے کفار کو مدافعانہ جواب دیتے اور میرے بارے میں اظہارِ فخر کرتے رہتے ہیں جبرئیل علیہ السلام ان کی مدد فرماتے رہتے ہیں۔

(مشکوٰۃ باب البیان والشعر ص۴۱۰)

کرامت والی قوتِ شامّہ

جبلہ غسّانی جو خاندانِ جفنہ کا ایک فرد تھا۔ اُس نے حضرت حسّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ہدیہ کے طور پر کچھ سامان حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ امیر المومنین نے حضرت حسّان رضی اللہ عنہ کو ہدیہ سپرد کرنے کے لئے بُلایا۔ جب حضرتِ حسّان بارگاہِ خلافت میں پہنچے تو چوکھٹ پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین! مجھے خاندانِ جفنہ کے ہدیوں کی خوشبو آرہی ہے۔ جو آپ کے پاس ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جبلہ غسّانی نے تمھارے لئے ہدیہ بھیجا ہے جو میرے پاس ہے۔ اسی لئے میں نے تم کو طلب کیا ہے۔

اس واقعہ کو نقل کرنے والے کا بیان ہے کہ خدا کی قسم! حضرت حسّان کی یہ حیرت انگیز و تعجّب خیز بات میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ کہ انھیں اس ہدیہ کی کسی نے پہلے سے کوئی خبر نہیں دی تھی۔ پھر آخر انھیں چوکھٹ پر کھڑے ہوتے ہی اس ہدیہ کی خوشبو کیسے؟ اور کیونکر محسوس ہو گئی۔؟ اور انھوں نے اس چیز کو کیسے سونگھ لیا کہ وہ ہدیہ خاندانِ جفنہ کے یہاں سے آیا ہے۔ (شواہد النبوۃ ص ۲۳۲)

تبصرہ

بلا خوشبو والے سامانوں کو سونگھ کر جان لینا۔ اور پھر یہ بھی سونگھ لینا کہ ہدیہ دینے والا کس خاندان کا آدمی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ چیزیں سونگھنے کی نہیں ہیں پھر ان کو سونگھ لینا اس کو کرامت کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

(۹۱) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے۔ لیکن آپ نے ان کو آزاد فرما کر اپنا مُتَبنّیٰ بیٹا بنالیا تھا۔ اور اپنی باندی حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ان کا نکاح فرمادیا تھا۔ جن کے بطن سے ان کے صاحبزادے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ ان کی ایک بڑی خاص خصوصیت یہ ہے کہ ان کے سوا قرآن مجید میں دوسرے کسی صحابی کا نام مذکور نہیں ہے یہ بہت ہی بہادر مجاہد تھے۔ غلاموں میں سب سے پہلے انھوں نے ہی اسلام قبول کیا۔ "جنگِ مُوتہ" کی مشہور لڑائی میں جب آپ تمام اسلامی افواج کے سپہ سالار تھے ۸ھ میں کُفّار سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

(اکمال ص۵۹۵ و اسد الغابہ ج ۲ ص۲۲۴ تا ص۲۲۷)

ساتویں آسمان کا فرشتہ زمین پر

آپ کی ایک کرامت بہت زیادہ مشہور اور مستند ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے سفر کے لئے طائف میں ایک خچر کرایہ پر لیا۔ خچر والا ڈاکو تھا۔ وہ آپ کو سوار کر کے لے چلا اور ایک ویران و سُنسان جگہ پر لے جا کر آپ کو خچر سے اُتار دیا۔ اور ایک خنجر لے کر آپ کی طرف حملہ کے ارادہ سے بڑھا۔ آپ نے یہ دیکھا کہ وہاں ہر طرف لاشوں کے ڈھانچے بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ اے شخص! تو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے تو ٹھہر۔ مجھے اتنی مہلت

دے دے کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ اُس بدنصیب نے کہا کہ اچھا تو نماز پڑھ لے۔ تجھ سے پہلے بھی بہت سے مقتولوں نے نمازیں پڑھی تھیں۔ مگر اُن کی نمازوں نے اُن کی جان نہیں بچائی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ جب میں نماز سے فارغ ہو گیا تو وہ مجھے قتل کرنے کے لئے میرے قریب آ گیا۔ تو میں نے دُعا مانگی اور "یا ارحم الرّاحمین" کہا۔ غیب سے ناگہاں یہ آواز آئی کہ اے شخص! تو ان کو قتل مت کر۔ یہ آواز سُن کر وہ ڈاکو ڈر گیا۔ اور اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ جب کوئی نظر نہیں آیا تو وہ پھر میرے قتل کے لئے آگے بڑھا۔ تو میں نے پھر بلند آواز سے "یا ارحم الرّاحمین" کہا اور غیبی آواز آئی۔ پھر تیسری مرتبہ جب میں نے "یا ارحم الرّاحمین" کہا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑے پر سوار ہے اور اُس کے ہاتھ میں نیزہ ہے۔ اور نیزہ کی نوک پر آگ کا ایک شعلہ ہے۔ اس شخص نے آتے ہی ڈاکو کے سینہ میں اِس زور سے نیزہ مارا کہ نیزہ اُس کے سینہ کو چھیدتا ہوا اُس کی پُشت کے پار نکل گیا۔ اور وہ ڈاکو زمین پر گر کر مر گیا۔ پھر وہ سوار مجھ سے کہنے لگا کہ جب تم نے پہلی مرتبہ یا ارحم الرّاحمین کہا تو میں ساتویں آسمان پر تھا اور جب دوسری مرتبہ تم نے یا ارحم الرّاحمین کہا تو میں آسمانِ دُنیا پر تھا۔ اور جب تیسری مرتبہ تم نے یا ارحم الرّاحمین کہا تو میں تمھارے پاس تمھاری امداد و نصرت کے لئے حاضر ہو گیا۔

(استیعاب لابن عبد البر ج ۱ ص ۵۴۸)

تبصرہ اس سے سبق ملتا ہے کہ خداوند قدوس کے اسماء حسنیٰ اور مومنین کی دعاؤں سے بڑی بڑی بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ اور ایسی ایسی امداد اور آسمانی نصرتوں کا ظہور ہوا کرتا ہے جن کو خداوند کریم کے فضلِ عظیم کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ مگر افسوس کہ آج کل کے مسلمان مصیبتوں کے ہجوم میں بھی مادی وسائل کی تلاش میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں اور لیڈروں، حاکموں، اور دولت مندوں کے مکانوں کا چکر لگاتے رہتے ہیں، مگر ارحم الرّاحمین اور احکم الحاکمین کے دربارِ عظمت میں گڑگڑا کر اپنی دعاؤں کی عرضی نہیں پیش کرتے۔ اور خلّاقِ عالم جلّ جلالہٗ سے امداد و نصرت کی بھیک نہیں مانگتے۔ حالانکہ یہ ایمان ہے کہ بغیر فضلِ ربّانی کے کوئی انسانی طاقت کسی کی بھی کوئی امداد و نصرت نہیں کر سکتی۔ افسوس! سچ کہا ہے کسی حقیقت شناس نے کہ ؎

اُس طرف اُٹھتے نہیں ہاتھ جہاں سب کچھ ہے
پاؤں چلتے ہیں اُدھر کو کہ جہاں کچھ بھی نہیں

(۹۲) حضرت عُقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ حکومت میں ان کو افریقہ کا گورنر مقرر فرما دیا تھا اور انھوں نے افریقہ کے کچھ حصّوں کو فتح کر لیا۔ اور بربری لوگ جو اس ملک کے اصلی باشندے تھے ان کے بہت سے قبائل دامنِ اسلام میں آگئے۔ انھوں نے اس ملک میں اسلامی فوجوں کے لئے ایک چھاؤنی بنانے اور ایک اسلامی شہر آباد کرنے کا ارادہ فرمایا۔ لیکن اس مقصد کے لئے ماہرینِ حربیات و عمرانیات نے جس جگہ کا انتخاب کیا وہاں ایک نہایت ہی خوفناک اور گنجان جنگل تھا جو جنگلی درندوں اور ہر قسم کے موذی اور زہریلے حشراتُ الارض، اور جانوروں کا مسکن اور گڑھ تھا۔ اس موقع پر حضرت عُقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی ایک عجیب کرامت کا ظہور ہوا۔

ایک پکار سے درندے فرار

مروی ہے کہ حضرت عُقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ کے اس لشکر میں اٹھارہ صحابی موجود تھے آپ نے ان سب مقدّس صحابیوں کو جمع فرمایا اور ان بزرگوں کو اپنے ساتھ لے کر اس خوفناک اور گھنے جنگل میں تشریف لے گئے اور بلند آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ

"اے درندو اور موذی جانورو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کے صحابہ ہیں۔ اور ہم اس جگہ اپنی بستی بسا کر آباد
ہونا چاہتے ہیں۔ لہٰذا تم سب یہاں سے نکل جاؤ۔ ورنہ
اس کے بعد ہم تم میں سے جس کو یہاں دیکھیں گے قتل کردیں گے۔"
اس اعلان کے بعد اس آواز میں خدا ہی جانتا ہے کہ کیا تاثیر تھی کہ سب درندوں اور
حشرات الارض میں ہل چل مچ گئی۔ اور غول کے غول اس جنگل کے جانور
نکلنے لگے۔ شیر اپنے بچوں کو اٹھائے ہوئے، بھیڑیئے اپنے پلوں کو لئے ہوئے،
سانپ اپنے سنپولیوں کو کمر سے چمٹائے ہوئے جنگل سے باہر نکلے چلے جا رہے
تھے۔ اور یہ ایک ایسا عجیب ہیبت ناک اور دہشت انگیز منظر تھا جو نہ
اس سے قبل دیکھا گیا نہ یہ کسی کے وہم و گمان میں بھی تھا۔ غرض پورا جنگل
جانوروں سے خالی ہو گیا۔ اور صحابۂ کرام اور پورے لشکر نے اس جنگل کو
کاٹ کر ۵۰ھ میں ایک شہر آباد کیا جس کا نام "قیروان" ہے۔ یہ شہر
اسی لئے مسلمانوں میں بہت زیادہ قابلِ احترام شمار کیا جاتا ہے۔ کہ اس
شہر کی آبادکاری میں صحابۂ کرام کے مقدس ہاتھوں کا بہت زیادہ حصہ
ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہزاروں جلیل القدر علماء و مشائخ اس سرزمین کی
خاک سے اٹھے اور پھر اسی مقدس زمین کی آغوشِ لحد میں دفن ہو کر
اس زمین کا خزانہ بن گئے۔ (معجم البلدان تذکرہ قیروان)

گھوڑے کی ٹاپ سے چشمہ جاری

حضرت عقبہ بن نافع فہری رضی اللہ عنہ
کی یہ کرامت بھی بہت ہی حیرت انگیز
اور عبرت خیز ہے کہ افریقہ کے جہادوں میں ایک مرتبہ ان کا لشکر ایک ایسے

مقام پر پہنچ گیا جہاں دور دور تک پانی نایاب تھا۔ جب اسلامی لشکر پر
پیاس کا غلبہ ہوا اور تمام لوگ تشنگی سے مضطرب ہو کر ماہیِ بے آب کی طرح
تڑپنے لگے۔ تو حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھ کر دعا
مانگی۔ ابھی آپ کی دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ آپ کے گھوڑے نے اپنی کھر سے
زمین کو کریدنا شروع کر دیا۔ آپ نے اُٹھ کر دیکھا تو مٹی ہٹ چکی تھی اور
ایک پتھر نظر آرہا تھا۔ آپ نے جیسے ہی اس پتھر کو ہٹایا تو ایکدم اس کے
نیچے سے پانی کا ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ اور اس قدر زیادہ پانی بہنے لگا
کہ سارا لشکر سیراب ہو گیا۔ اور تمام جانوروں نے بھی بھر بھر پیٹ پانی
پی لیا۔ اور لشکر کے تمام سپاہیوں نے اپنی اپنی مشکوں کو بھی بھر لیا۔ اور
اس چشمہ کو بہتا ہوا چھوڑ کر لشکر آگے روانہ ہو گیا۔

(معجم البلدان تذکرۂ قیروان)

(۹۳) حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ

"ابوزید" ان کی کنیت ہے۔ ان کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کا نام "سعید بن عمیر" ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام "قیس بن سکن" ہے۔ ان کا خاندانی تعلق قبیلۂ انصار سے ہے اور ان کا وطن مدینۂ منورہ ہے۔ یہ اُن صحابۂ کرام میں سے ہیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں حافظِ قرآن ہو چکے تھے۔

کرامت

سو برس کا جوان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک ایک مرتبہ ان کے سر پر پھرا کر ان کو یہ دعا دی کہ یا اللہ! اس کے حُسن و جمال کو ہمیشہ قائم رکھ۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ سو برس سے کچھ زائد عمر کے ہو گئے تھے لیکن ان کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہیں ہوا تھا۔ نہ ان کے چہرے پر جھرّیاں پڑی تھیں۔ وفات کے وقت تک اُن کے چہرے پر جوانی کا جمال برقرار رہا جو بلا شبہ ان کی ایک کرامت ہے۔ (دلائل النبوۃ لابی نعیم ج ۳ ص ۱۶۶)

(۹۴) حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ

ان کی کنیت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کا قول ہے کہ ان کی کنیت "ابو عبدالرحمٰن" ہے اور بعض کے نزدیک "ابو حماد" ــ اور کچھ لوگوں نے کہا کہ "ابو عمرو" ــ اسلام لانے کے بعد سب سے پہلا جہاد جس میں انھوں نے شرکت کی وہ جنگِ خیبر ہے۔ یہ بہت ہی جاں باز اور مجاہد صحابی تھے۔ فتحِ مکہ کے دن قبیلۂ اشجع کا جھنڈا انھیں کے ہاتھ میں تھا۔ ملکِ شام کی سکونت اختیار کر لی تھی۔ اور حدیث میں کچھ صحابہ اور بہت سے تابعین ان کے شاگرد ہیں۔ شہر دمشق میں ۷۳ھ کے سال ان کا وصال ہوا۔

(اسد الغابہ ج ۴ ص ۱۵۶)

کرامت

یکبارہ مویشی دوڑ پڑے

محمد بن اسحٰق کا بیان ہے کہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو کفار نے گرفتار کر کے انھیں تانت سے باندھ رکھا تھا۔ ان کے والد مالکِ اشجعی رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ماجرا عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے بیٹے عوف کے پاس کسی قاصد کے ذریعہ کہلا دو کہ وہ بکثرت لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے رہیں۔ چنانچہ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ یہ وظیفہ پڑھنے لگے۔ ایک دن ناگہاں ان کی

تمام تانتیں ٹوٹ گئیں اور وہ رہا ہو کر کُفار کی قید سے نکل پڑے اور ایک اونٹنی پر سوار ہو کر چل پڑے۔ راستہ میں ایک چراگاہ کے اندر کُفار کے سیکڑوں اونٹ چر رہے تھے۔ آپ نے ان اونٹوں کو پکارا تو وہ سب کے سب دوڑتے بھاگتے ہوئے آپ کی اونٹنی کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ انھوں نے مکان پر پہونچ کر اپنے والدین کو پکارا۔ ان کی آواز سُن کر ماں باپ اور خادم سب دوڑ پڑے۔ اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ حضرت عوف بن مالک اونٹوں کے زبردست ریوڑ کے ساتھ موجود ہیں۔ سب خوش ہو گئے۔ ان کے والد حضرت مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں پہونچ کر سارا قصہ سُنایا اور اونٹوں کے بارے میں بھی عرض کیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان اونٹوں کو تم جو چاہو کرو۔ تمہارا بیٹا ان اونٹوں کا مالک ہو چکا۔ میں ان اونٹوں میں کوئی مداخلت کرنے والا نہیں۔ یہ اللہ کی طرف سے ایک رزق ہے جو تمہیں عطا کیا گیا۔ روایت ہے کہ اسی موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ط وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ط (سورۂ طلاق پ ۲۸)

ترجمہ:- اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لئے مضرتوں سے نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق پہونچاتا ہے جہاں اُس کو گُمان بھی نہیں ہوتا۔ اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ (الترغیب والترہیب ج ۳ ص ۱۰۵ و تفسیر ابن کثیر صفحہ ۳۸۰ ج ۴)

(۹۵) حضرت فاطمۃ الزہراءؓ رضی اللہ عنہا

یہ حضور شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے زیادہ پیاری بیٹی ہیں۔ ان کا ایک لقب "سَیِّدَةُ نِسَاءِ الْعٰلَمِیْنَ" (سارے جہان کی عورتوں کی سردار) ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ فاطمہ میری بیٹی میرے بدن کی ایک بوٹی ہے جس نے اس کا دل دکھایا اُس نے میرا دل دکھادیا۔ اور جس نے میرا دل دکھایا اُس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی۔ ان کے فضائل ومناقب میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ رمضان ۲ھ میں مدینہ منورہ کے اندر ان کا نکاح حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوا۔ اور ذوالحجہ ۲ھ میں رخصتی ہوئی۔ ان کے بطن سے حضرت امام حَسَن وامام حسین وامام مُحسِن تین صاحبزادگان اور حضرت زینب ورُقیہ واُمِّ کلثوم تین صاحبزادیاں تولّد ہوئیں۔ حضور اقدس صلیٰ اللہ علیہ وسلم کے بعد صرف چھ ۶ ماہ زندہ رہیں۔ ۲۸ برس کی عمر میں عالمِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت فرما ہوئیں۔ حضرت عبّاس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور رات میں سپردِ خاک کی گئیں۔ مزارِ مبارک مدینہ منورہ میں ہے۔ (اکمال ص۶۱۲ وغیرہ)

کرامات

برکت والی سینی

آپ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت یہ ہے کہ آپ ایک دن ایک بوٹی گوشت اور دو روٹیاں لے کر بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے اس تحفہ کو قبول فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے لختِ جگر! تم اس سینی کو اپنے گھر ہی میں لے کر چلو۔ پھر خود حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر رونق افروز ہو کر اس سینی کو کھولا تو گھر کے تمام افراد یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ وہ سینی روٹیوں اور بوٹیوں سے بھری ہوئی تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اَنّٰی لَکِ هٰذَا" اے بیٹی! یہ سب تمہارے لئے کہاں سے آیا؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ؕ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے بے شمار روزی دیتا ہے۔ پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی و حضرت فاطمہ و حضرت امام حسن و حضرت امام حسین اور دوسرے اہلبیت رضی اللہ عنہم کو جمع فرما کر سب کے ساتھ سینی میں سے کھانا تناول فرمایا۔ پھر بھی اس کھانے میں اس قدر حیرتناک اور تعجب خیز برکت ظاہر ہوئی کہ سینی روٹیوں اور بوٹیوں سے بھری ہوئی رہ گئی۔ اور اس کو حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے پڑوسیوں اور دوسرے مسکینوں کو کھلایا۔

(روح البیان آل عمران ص۳۲۳)

شاہی دعوت

روایت ہے کہ ایک روز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے شہنشاہِ مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی۔ جب دونوں عالم کے میزبان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان پر رونق افروز ہونے کے لیے کاشانۂ نبوّت سے روانہ ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے چلتے ہوئے آپ کے قدموں کو گننے لگے اور عرض کیا کہ یَارَسُولَ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ میری تمنّا ہے کہ حضور کے ایک ایک قدم کے عوض میں آپ کی تعظیم و تکریم کے لیے ایک ایک غلام آزاد کروں۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان تک جس قدر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پڑے تھے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اُتنی ہی تعداد میں غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دعوت سے متاثّر ہو کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اے فاطمہ! آج میرے دینی بھائی حضرت عثمان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی ہی شان دار دعوت کی ہے۔ اور حضور کے ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کیا ہے۔ میری تمنّا ہے کہ کاش ہم بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی طرح شان دار دعوت کر سکتے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہرِ نامدار حضرت علی دُلدُل سوار کے اس جوشِ تاثّر سے متاثّر ہو کر کہا کہ بہت اچھا، جائیے! آپ بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اسی قسم کی دعوت دیتے آئیے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ ہمارے گھر میں بھی اسی قسم کا سارا انتظام ہو جائے گا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر دعوت دے دی۔ اور شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک کثیر جماعت کو ساتھ لے کر اپنی پیاری بیٹی کے گھر میں تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت سیدہ خاتونِ جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا خلوت میں تشریف لے جا کر خداوند قدوس کی بارگاہ میں سربسجود ہو گئیں اور یہ دعا مانگی کہ

"یا اللہ! تیری بندی فاطمہ نے تیرے محبوب اور محبوب کے اصحاب کی دعوت کی ہے۔ تیری بندی کا صرف تجھ ہی پر بھروسہ ہے۔ لہٰذا اے میرے رب! تو آج میری لاج رکھ لے۔ اور اس دعوت کے کھانوں کا تو عالمِ غیب سے انتظام فرما۔"

یہ دعا مانگ کر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ہانڈیوں کو چولھوں پر چڑھا دیا۔ خداوندِ تعالیٰ کا دریائے کرم ایک دم جوش میں آیا اور اس رزاقِ مطلق نے دم زدن میں ان ہانڈیوں کو جنت کے کھانوں سے بھر دیا۔ حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان ہانڈیوں میں سے کھانا نکالنا شروع کر دیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابۂ کرام کے ساتھ کھانے سے فارغ ہو گئے۔ لیکن خدا کی شان کہ ہانڈی میں سے کھانا کچھ بھی کم نہیں ہوا۔ اور صحابۂ کرام ان کھانوں کی خوشبو اور لذت سے حیران رہ گئے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو متحیر دیکھ کر فرمایا کہ کیا تم لوگ جانتے ہو کہ یہ کھانا کہاں سے آیا ہے؟ صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ نہیں، یا رسول اللہ! آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اللہ تعالیٰ نے ہم لوگوں

کے لیے جنّت سے بھیج دیا ہے۔ پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گوشۂ تنہائی میں جا کر سجدہ ریز ہو گئیں۔ اور یہ دُعا مانگنے لگیں کہ یا اللہ! حضرت عثمان نے تیرے محبوب کے ایک ایک قدم کے عوض ایک ایک غلام آزاد کیا ہے۔ لیکن تیری بندی فاطمہ کو اتنی استطاعت نہیں ہے۔ لہٰذا اے خداوندِ عالم! جہاں تو نے میری خاطر جنّت سے کھانا بھیج کر میری لاج رکھ لی ہے وہاں تو میری خاطر اپنے محبوب کے ان قدموں کے برابر جتنے قدم چل کر وہ میرے گھر تشریف لائے ہیں اپنے محبوب کی اُمّت کے گنہگار بندوں کو تو جہنم سے آزاد فرما دے!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جوں ہی اس دُعا سے فارغ ہوئیں ایکدم ناگہاں حضرت جبریل علیہ السلام یہ بشارت لے کر بارگاہِ رسالت میں اُتر پڑے کہ یا رسول اللہ! حضرت فاطمہ کی دُعا بارگاہِ الٰہی میں مقبول ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے آپ کے ہر قدم کے بدلے میں ایک ایک ہزار گنہگاروں کو جہنم سے آزاد کر دیا +

(جامع المعجزات مصری صہ ۶۵ بحوالہ سچی حکایات)

(۹۶) اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

یہ امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات میں سب سے زیادہ آپ کی محبوبہ ہیں۔ بہت زیادہ حدیثیں اِن سے مروی ہیں۔ فقہی معلومات میں بھی ان کا درجہ بہت ہی بلند ہے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے۔ صوم وصلوٰۃ اور دوسری عبادتوں وریاضتوں میں بھی آپ ازواج مُطہرات میں خصوصی امتیاز کے ساتھ ممتاز تھیں۔ ۵۷ھ یا ۵۸ھ میں بمقام مدینہ منورہ دُنیا سے عالمِ آخرت کی طرف ان کی رحلت ہوئی۔ اور جنّۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ (اکمال ص۶۱۲)

کرامات

حضرت جبرئیل ان کو سلام کرتے تھے

ان کی ایک کرامت یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کو سلام کرتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ! یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو تم کو سلام کہتے ہیں۔ تو آپ نے جواب میں عرض کیا کہ وَعَلَیْہِ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔ (بخاری ج ۱ ص۵۳۲)

ان کے لحاف میں وحی اُتری

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے سوا میری دوسری کسی بیوی کے کپڑوں میں مجھ پر وحی نہیں اُتری۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک لحاف میں سوئے رہتے تھے۔ اور آپ پر خدا کی وحی نازل ہوا کرتی تھی۔

(مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۷۳ و کنز العمال ج ۱۶ ص۲۹۷)

آپ کے توسّل سے بارش

ایک مرتبہ مدینہ منوّرہ میں بارش نہیں ہوئی۔ اور لوگ شدید قحط میں مبتلا ہو کر بلبلا اُٹھے۔ جب لوگ قحط کی شکایت لے کر حضرت اُمّ المومنین عائشہ رضی اللہ عَنہا کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ میرے حُجرہ میں جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور ہے اس حجرۂ مبارکہ کی چھت میں ایک سوراخ کر دو تاکہ حجرۂ منورہ سے آسمان نظر آنے لگے۔ چنانچہ جیسے ہی لوگوں نے چھت میں سوراخ بنایا فوراً بارش شروع ہو گئی۔ اور اطراف مدینہ منورہ کی زمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ اور اس سال گھاس اور جانوروں کا چارہ بھی اس قدر زیادہ ہوا کہ کثرتِ خوراک سے اونٹ فربہ ہو گئے اور چربی کی زیادتی سے ان کے بدن پھول گئے۔ (مشکوٰۃ ج ۲ ص۵۴۵ باب الکرامات)

(۹۷) حضرت اُمِّ اَیمن رضی اللہ عنہا

ان کا نام "برکۃ" ہے۔ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کی باندی تھیں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ کے والد ماجد کی میراث میں سے ملی تھیں۔ انھوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچپن میں بہت زیادہ خدمت کی ہے۔ یہی آپ کو کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ کپڑے پہنایا کرتی تھیں۔ کپڑے دھویا کرتی تھیں۔ اعلانِ نبوت کے بعد جلد ہی انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح کر دیا۔ اور ان کے بطن سے حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر زیادہ محبت فرماتے تھے کہ عام طور پر صحابۂ کرام حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو "محبوبِ رسول" کہا کرتے تھے۔

کرامت

کبھی پیاس نہیں لگی

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ روانہ ہوئی تو میرا کھانا پانی راستہ ہی میں سب ختم ہو گیا۔ اور میں جب مقام "رَوحا" میں پہنچی تو پیاس کی شدت سے بے قرار ہو کر زمین پر لیٹ گئی۔ اتنے میں مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے سر کے اوپر کچھ آہٹ ہو رہی ہے۔ جب

میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ ایک پانی سے بھرا ہوا ڈول چمک دار رسّی میں بندھا ہوا آسمان سے زمین پر اُتر رہا ہے۔ میں نے لپک کر اس ڈول کو پکڑ لیا۔ اور خوب جی بھر کر پانی پی لیا۔ اس کے بعد میرا یہ حال ہے کہ مجھے کبھی پیاس لگتی ہی نہیں۔ میں سخت گرمیوں میں روزہ رکھتی ہوں۔ اور روزہ کی حالت میں شدید چلچلاتی ہوئی دھوپ میں کعبہ معظمہ کا طواف کرتی ہوں تاکہ مجھے پیاس لگ جائے۔ لیکن اس کے باوجود مجھے کبھی پیاس نہیں لگتی۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۲ بحوالہ بیہقی)

(۹۸) حضرت اُمّ شریک دَوسیہ رضی اللہ عنہا

یہ قبیلہ دَوس کی ایک صحابیہ ہیں جو اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلی آئی تھیں۔

کرامات

غیبی ڈول یہ اپنے قبیلہ دوس سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جا رہی تھیں۔ اور روزہ دار تھیں۔ شام کو ایک یہودی کے مکان پر پہنچیں تاکہ پانی پی کر روزہ افطار کر لیں۔ دشمنِ اسلام یہودی کو جب ان کے مسلمان ہونے اور روزہ دار ہونے کا علم ہوا تو اُس ظالم نے ان کو مکان کی ایک کوٹھری میں بند کر دیا۔ تاکہ ان کو ایک قطرہ پانی بھی نہ مل سکے جس سے یہ روزہ افطار کر سکیں۔ حضرت اُمّ شریک رضی اللہ عنہا بند کوٹھری میں بیٹھی

ہوئی تھیں اور بیحد متفکر تھیں کہ سورج غروب ہو چکا ہے اور کوٹھری میں کھانے پینے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ آخر میں کس چیز سے روزہ افطار کروں؟ اتنے میں اُس بند اور اندھیری کوٹھری میں اچانک کسی نے ان کے سینے پر ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا ڈول رکھ دیا اور انھوں نے اس پانی کو پی کر روزہ افطار کر لیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۷۵)

خالی کُپّہ گھی سے بھر گیا

روایت ہے کہ حضرت اُمّ شریک دُوسیہ رضی اللہ عنہا کے پاس چمڑے کا ایک کُپّہ تھا۔ جس کو وہ اکثر لوگوں کو عاریۃً دے دیا کرتی تھیں۔ ایک دن انھوں نے اس کُپّہ میں پھونک مار کر اس کو دھوپ میں رکھ دیا تو وہ گھی سے بھر گیا۔ پھر ہمیشہ اس کپّہ میں سے گھی نکلتا رہا۔ اس بات کا پورے شہر اور دیار و امصار میں اس قدر چرچا ہو گیا تھا کہ لوگ عام طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت امّ شریک رضی اللہ عنہا کا کُپّہ خدا کی نشانیوں میں سے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۷۵ بحوالہ ابن سعد)

۹۹ حضرت اُمِّ سائب رضی اللہ عنہا

یہ ایک ضعیفہ نابینا صحابیہ تھیں جو اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ چلی آئی تھیں۔

کرامت

دُعا سے مُردہ زندہ ہو گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت اُمِّ سائب رضی اللہ عنہا کا بیٹا نوعمری میں اچانک انتقال کر گیا۔ ہم لوگوں نے اُس لڑکے کی آنکھوں کو بند کر کے اس کو ایک کپڑا اُڑھا دیا۔ اور ہم لوگوں نے اس کی ماں کے پاس پہنچ کر لڑکے کی موت کی خبر سُنائی اور تعزیت و تسلی کے کلمات کہنے لگے۔ حضرت اُمِّ سائب رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کی موت کا حال سن کر چونک گئیں اور آبدیدہ ہو گئیں۔ پھر انھوں نے اپنے دونوں ہاتھوں کو اُٹھا کر اس طرح دُعا مانگی کہ:

"یا اللہ! میں تجھ پر ایمان لائی۔ اور میں نے اپنا وطن چھوڑ کر تیرے رسول کی طرف ہجرت کی ہے۔ اس لئے اے میرے اللہ! میں تجھ سے دُعا کرتی ہوں کہ تو میرے لڑکے کی موت کی مصیبت مجھ پر مت ڈال"!

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت اُمِّ سائب رضی اللہ عنہا کی دُعا ختم ہوتے ہی ان کا مُردہ لڑکا اپنے چہرہ سے کپڑا اُٹھا کر اُٹھ بیٹھا اور زندہ ہو گیا۔

(ابن ابی الدنیا و بیہقی والبدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۵۴ و ۲۵۹)

تبصرہ اس قسم کی کرامت بہت سے بزرگانِ دین مثلاً حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ وغیرہ اولیاءِ اُمّت سے بارہا ظہور میں آ چکی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی دعاؤں اور اُن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو اپنے فضل و کرم سے رد نہیں فرماتا۔ چنانچہ بالکل حق کہا ہے کسی حقیقت شناس نے کہ ؎

جو وجد کے عالم میں نکلے لبِ مومن سے
وہ بات حقیقت میں تقدیرِ الٰہی ہے

(۱۰۰) حضرت زِنّیرہ رضی اللہ عنہا

کرامت

اندھی آنکھ روشن ہو گئی یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھرانے کی لونڈی تھیں۔ اسلام کی حقانیت ان کے دل میں گھر کر گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ جوں ہی حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں آپے سے باہر ہو گئے۔ اور انھوں نے خود بھی ان کو خوب مارا اور ان کے گھر کے افراد بھی برابر مارتے رہے۔ یہاں تک کہ مکّہ کے کفّار نے سرِ بازار ان کو اس قدر مارا کہ ضربات کے صدمات سے ان کی آنکھ کی روشنی جاتی رہی۔ اور یہ نابینا ہو گئیں۔ اس کے بعد کفّارِ مکّہ نے طعنہ مارنا شروع کر دیا کہ اے زِنّیرہ! چونکہ تم ہمارے معبودوں یعنی لات و عُزّیٰ کو بُرا بھلا کہتی تھیں اس لئے ہمارے اِن بتوں نے تمھاری آنکھ کی روشنی چھین لی ہے۔ یہ خون کھولا دینے والا طعنہ سُن کر حضرت زِنّیرہ رضی اللہ عنہا کی رگوں میں اسلامی خون جوش مارنے لگا اور انھوں نے تڑپ کر کہا کہ:-

"ہرگز نہیں! خدا کی قسم تمھارے لات و عُزّیٰ میں ہرگز ہرگز یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ میری آنکھوں کی روشنی چھین سکیں۔

میرا اللہ جو وحدہٗ لاشریکَ لہٗ ہے وہ جب چاہے گا میری آنکھوں میں روشنی آجائے گی"۔

اِن الفاظ کا ان کی زبانِ مبارک سے نکلنا تھا کہ ایک دم بالکل ہی اچانک ان کی آنکھوں میں روشنی آگئی + +

(حجۃ اللہ علی العالمین ج ۲ ص ۸۶۷ بحوالہ بیہقی و زرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۷۰)

علمی جواہر پارے

حضرت شیخ الحدیث علامہ عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی کی تصنیفات

(۱) ایمانی تقریریں :- سات تقریروں کا ولولہ انگیز مجموعہ قیمت مجلد Rs 13-00

(۲) نورانی تقریریں :- سات ایمان افروز تقریروں کا مجموعہ قیمت مجلد Rs. 13-00

(۳) حقانی تقریریں :- چھ رقت انگیز تقریروں کا مجموعہ قیمت مجلد Rs. 14-00

(۴) قرآنی تقریریں :- دس ایمانی تقریروں کا مجموعہ قیمت مجلد Rs. 13-00

(۵) عرفانی تقریریں :- دس دینی اور اصلاحی تقریروں کا مجموعہ قیمت مجلد Rs. 12-00

(۶) نوادر الحدیث :- چالیس حدیثوں کا ترجمہ اور شرح قیمت مجلد Rs. 12-00

(۷) اولیاء رجال الحدیث :- دوسو باکرامت راویان حدیث کا تذکرہ قیمت Rs. 11-00

(۸) معمولات الابرار :- فلسفہ تصوف و مسائل شُغل کا مدلل بیان قیمت Rs. 7-00

(۹) روحانی حکایات حصہ اول :- عبرت انگیز و رقت خیز حکایات قیمت Rs. 9-00

(۱۰) روحانی حکایات حصہ دوم :- ایمان افروز عبرت خیز حکایات قیمت 10-00

(۱۱) مشائخ نقشبندیہ :- ۲۰ نقشبندی بزرگوں کا تذکرہ قیمت 3-00

(۱۲) موسم رحمت :- عاشورہ شب قدر وغیرہ کے فضائل و نوافل قیمت 1-50

(۱۳) سیرۃ المصطفیٰ :- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل حیات طیبہ 25-00

ملنے کے پتے

بھادی غلام رسول محلہ کریم الدین پور۔ پوسٹ گھوسی ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی